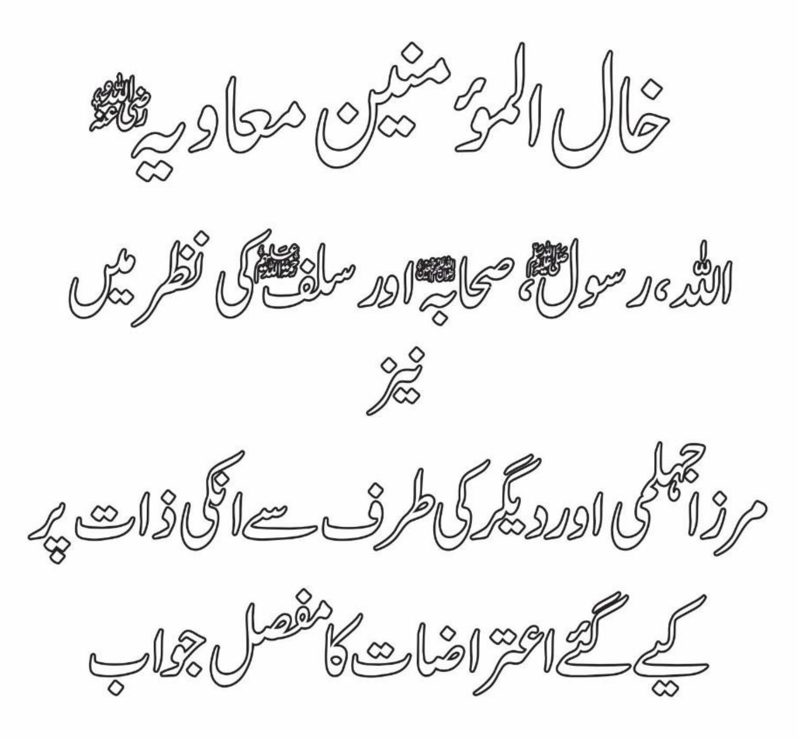


بقلم

مولانا عبد الرزاق رحمانی

مدیر و مدرس جامعہ بدیع العلوم الاسلامیہ نیو سعید آباد

کتاب کانام	:	خال المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ رضی اللہ عنہم اور سلف رحمۃ اللہ علیہم کی نظر میں نیز مرزا جہلمی اور دیگر کی طرف سے انکی ذات پر کیے گئے اعتراضات کا مفصل جواب
بقلم	:	مولانا عبد الرزاق رحمانی (مدیر و مدرس جامعہ بدیع العلوم الاسلامیہ نیو سعید آباد)
سال اشاعت	:	صفر 1442 ہجری بمطابق اکتوبر 2020ء
تعداد	:	1000 (ایک ہزار)
ناشر	:	جامعہ بدیع العلوم الاسلامیہ نیو سعید آباد
قیمت	:	



ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔

انتساب

میں اس اپنی ادنیٰ سی کاوش کا انتساب اپنے تمام اساتذہ المعهد السّلفی کراچی کی طرف کرتا ہوں، خصوصی طور پر اپنے روحانی والد، مشفق و مربی، ہمدرد، علم دوست انسان، جس شخصیت نے ہر وقت میری حوصلہ افزائی فرمائی، اگرچہ وہ آج ہمارے درمیان موجود نہیں، لیکن آپ کی یادیں دل میں زندہ وجاوید ہیں، میری مراد میرے انتہائی قابل قدر استاذ، فضیلۃ الشیخ، الزاہد ذوالفقار علی طاہر رحمہ اللہ۔

اللهم اجعل قبره روضة من رياض الجنة وادخله جنة الفردوس

فہرست مضامین

(معاویہ رضی اللہ عنہ قرآن کی نظر میں)

معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں

(معاویہ رضی اللہ عنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی نظر میں)

معاویہ رضی اللہ عنہ سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم کی نظر میں

(معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر انجنیئر مرزا جہلمی کے اعتراضات اور انکے جوابات)

(معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں بیان کردہ من گھڑت روایات اور انکی حقیقت)

تقدیم

فضیلۃ الشیخ العلامہ عبداللہ ناصر الرحمانی حفظ اللہ تعالیٰ

زیر نظر کتاب صحابی رسول، خال المؤمنین اور کاتبِ وحی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ، ان کے فضائل ومناقب اور ان کی ذات حمیدہ پر ملحدین کے اٹھائے گئے الزامات اور شبہات کے علمی جواب کا ایک حسین مرقع ہے۔ یہ کتاب اختصار اور جامعیت کا ایک بہترین نمونہ ہے۔

اس کی تالیف کا شرف ہمارے انتہائی فاضل، لائق اور ہونہار شاگرد فضیلۃ الشیخ عبدالرزاق بن عبدالشکور دل حفظہ اللہ کو حاصل ہوا، جن کی علمی لیاقت اور بصیرت کے ہم شروع ہی سے معترف رہے ہیں۔ کتاب ہذا بھی ان کی قابلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ہم اس کتاب کو وقت کی ضرورت قرار دیتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ آج بہت سے کج فکر ملحد قسم کے لوگ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخانہ رویہ اختیار کیے ہوئے ہیں اور اپنی ان ہفوات کے ذریعے خبث باطن کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اہل باطل بزعم خویش جن دلائل کا سہارا لیتے ہیں در حقیقت ان کی حیثیت شبہات کی سی ہوتی ہے۔ کتاب ہذا میں ان تمام شبہات کو تار عنکبوت کی طرح تہس نہس کر دیا گیا ہے، جس کی بنا پر ہمارے عزیز القدر شاگرد عبدالرزاق دل صاحب ہماری دعاؤں اور حسن ثنا کے مستحق ہیں۔

اہل حدیث جو ہر دور میں منہج حق کے ترجمان ہوتے ہیں، ان کی پہچان ہی یہی ہے کہ وہ وقت کی ہر جاہلیت کو پہچان لیتے ہیں اور بیخ کنی کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے "الملائکۃ حراس السماء واصحاب الحدیث حراس الارض" (سیر اعلام النبلاء ۷/ ۲۷۴) یعنی "فرشتے آسمان کے محافظ ہیں اور اہل

حدیث زمین کے۔" اللہ تعالیٰ ہم اہل الحدیث کو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا سچا ترجمان بنادے جو ہر زمانے کی جاہلیت کا ادراک کرتے ہوئے اس کی تفنید کیلئے کوشاں رہیں تاکہ حق بالکل خالص رہتے ہوئے امت کی رہنمائی کرتا رہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے نفع کو عام کردے اور بالخصوص اس طبقہ کی ہدایت کا ذریعہ بنادے جو صحابہ کرام کو بالعموم اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بالخصوص اپنے ناپاک عزائم اور ناروا تنقید کا نشانہ بناتے ہیں۔عاملهم الله بما يستحقون

وصلى الله على نبينا محمد وعلى اٰله وصحبه واهل طاعته اجمعين۔

کتبہ / عبداللہ ناصر رحمانی

امیر جمعیت اہل حدیث سندھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

إن الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ، وَنَسْتَعِينُهُ، وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ أما بعد: فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم.

{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ}، {يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا}، {يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا} {يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا}.

اما بعد: فقد قال الرسول صلى الله عليه وسلم: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ " رواه الامام البخاری رحمه الله تعالیٰ۔

اللهم إنا نسئلك علما نافعا وعملا متقبلا. آمین.

معزز قارئین کرام!

اس پر فتن دور کے اندر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ذاتوں پر دشمنان اسلام کی طرف سے مختلف قسم کے اعتراضات کیے جا رہے ہیں اور بالخصوص زیادہ تر اعتراضات کی سمت سیدنا امیر المومنین معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی جانب ہے اور دور حاضر میں روافض کے ساتھ انجنیئر محمد علی مرزا صاحب جو کہ حقیقت میں رافضی ہی ہے تقیہ کالبادہ اوڑھ کر بنو امیہ اور خصوصی

طور پر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف گندے نظریات پھیلانے میں مصروف ہے، ہم نے اس کے اکثر اور مشہور ترین اعتراضات کے تفصیلی جوابات کو اس کتاب کی زینت بنایا ہے۔

بنو امیہ پر بے وجہ تنقید کی وجہ یہی ہے کہ ان سازشی عناصر کو بخوبی پتہ ہے کہ اسلامی فتوحات کا جو سلسلہ بنو امیہ کے دور میں رہا تھا وہ انتہائی مثالی اور بے نظیر تھا۔

مرزا جہلمی اور کئی اہل ہواء، قوم پرست بنو امیہ کے خلاف بولنے کو دین اور عبادت سمجھتے ہیں، حقیقت میں تو بنو امیہ کے پہلے خلیفے امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ تھے پھر امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ تھے انکے فضائل و کارنامے تو بے مثال ہیں انکا کیا کہنا؟ اس کو ہم نے کتاب میں تفصیلا ذکر کیا ہے ہم یہاں صرف انکے بعد آنے والے دیگر حکام کے کارکردگی کو مختصرا ذکر کر رہے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں وہ بھی انسان تھے ان سے کئی غلطیاں سرزد ہو گئی ہوں گی، لیکن اللہ نے ان کے ذریعے جو دین متین کا کام لیا اس کی مثال ملنا محال ہے ہم اس حوالے سے مفسر قرآن، امام اہل سنت، علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کو پیش کرتے ہیں، تاکہ حقیقت واضح ہو کہ جہلمی اور انکے حواری ان سے دشمنی کیوں رکھتے ہیں؟ اور ان کا مقصد کیا ہے؟ چنانچہ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تاریخ کی کتاب میں اس موضوع پر رقمطراز ہیں:

«فكانت سوق الجهاد قائمة في بني أمية ليس لهم شغل إلا ذلك، قد علت كلمة الإسلام في مشارق الأرض ومغاربها، وبرها وبحرها. وقد أذلوا الكفر وأهله، وامتلأت قلوب المشركين من المسلمين رعبا، لا يتوجه المسلمون إلى قطر من الأقطار إلا أخذوه. وكان في عساكرهم وجيوشهم في الغزو الصالحون والأولياء والعلماء من كبار التابعين، في كل جيش منهم شرذمة عظيمة ينصر الله بهم دينه. فقتيبة بن مسلم يفتح في بلاد الترك، يقتل ويسبي

ويغنم، حتى وصل إلى تخوم الصين، وأرسل إلى ملكه يدعوه، فخاف منه وأرسل له هدايا وتحفا وأموالا كثيرة هدية، وبعث يستعطفه مع قوته و كثرة جنده، بحيث أن ملوك تلك النواحي كلها تؤدي إليه الخراج خوفا منه. ولو عاش الحجاج لما أقلع عن بلاد الصين، ولم يبق إلا أن يلتقي مع ملكها، فلما مات الحجاج رجع الجيش كما مر ومسلمة بن عبد الملك بن مروان وابن أمير المؤمنين الوليد وأخوه الآخر يفتحون في بلاد الروم ويجاهدون بعساكر الشام حتى وصلوا إلى القسطنطينية، وبنى بها مسلمة جامعا يعبد الله فيه، وامتلأت قلوب الفرنج منهم رعبا ومحمد بن القاسم ابن أخي الحجاج يجاهد في بلاد الهند ويفتح مدنها في طائفة من جيش العراق وغيرهم وموسى بن نصير يجاهد في بلاد المغرب ويفتح مدنها وأقاليمها في جيوش الديار المصرية وغيرهم.»

بنو امیہ کے دور میں جہادی بازار گرم تھے ان کا تو کام (مشغلہ) ہی جہاد کرنا تھا اس دور میں اسلام کا کلمہ زمین کے مشارق اور مغارب، سمندر اور خشکی میں بلند تھا، انہوں نے کفر اور اہل کفر کو رسوا کر رکھا تھا مشرکین کے دل مسلمانوں کے رعب (ڈر) سے بھرے ہوئے تھے مسلمان زمین کے کسی بھی خطے کی طرف نکلتے وہاں پر فتح حاصل کرتے، انکے لشکر اور فوجوں کے اندر میدان جہاد میں صالحین، اولیاء اللہ، کبار تابعین علماء شامل ہوتے تھے۔

ان کے ہر جہادی قافلے کے اندر عظیم لوگوں کا ایک حصہ ہوتا تھا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے دین کی مدد فرماتا، یہ قتیبہ بن مسلم ترک شہروں کو فتح کرتا ہے (دشمنان

دین کو) قتل کرتا ہے اور (اسلامی تعلیم سے انکار کرنے والوں) کو غلام بناتا ہے اور غنیمت حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ وہ چین کی سرحدوں تک پہنچ گیا، اور بادشاہ (چین) کو دعوت دین کا پیغام بھیجا؛ بادشاہ ان سے ڈر گیا اور اس نے (جان اور حکومت بچانے کے لئے) بہت سارے تحائف، ہدیے اور اموال بھیجے اور (بادشاہ چین نے ڈر کے مارے) باوجود مزید مضبوط طاقت اور فوج کے ان کی طرف نرمی کرنے کا پیغام بھیجا؛ اس وجہ سے کہ اس علاقے کے تمام بادشاہ (قتیبہ) کے ڈر کی وجہ سے جزیہ (ٹیکس) ادا کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اگر حجاج زندہ رہتا تو کبھی بھی مملکت چین کو (کفار کی زیر حکومت) نہیں چھوڑتا؛ چین ان کی (یعنی اسلامی) بادشاہت کے ساتھ مل ہی جاتا پھر جب حجاج کی وفات ہو گئی لشکر واپس لوٹا جیسا کہ گذرا۔

اور (اموی مجاہد) مسلمہ بن عبد الملک بن مروان اور امیر المومنین کے بیٹے ولید اور ان کے دوسرے بھائی شامی افواج کے ذریعے روم کے شہروں کو فتح کرتے ہوئے قسطنطنیہ تک پہنچ گئے اور وہاں پر مسلمہ نے ایک عظیم جامعہ تعمیر کرایا اس لیے کہ اس میں خالص رب العالمین کی عبادت کی جائے اس وجہ سے گوروں (انگریزوں) کے دل رعب (ڈر) سے بھر گئے۔

اور یہ (اموی مجاہد) محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حجاج کے بھتیجے تھے ہندوستان میں جہاد کے لیے نکلے اور وہاں کے شہروں کو عراقی اور دیگر افواج کی مدد سے فتح کیا۔

یہ موسیٰ بن نصیر مغرب میں جہاد کرتے ہوئے میدان میں نکلا اس نے مغربی شہروں اور ملکوں کو مصری و دیگر افواج کی مدد سے فتح کیا۔ (البداية والنهاية: ج9 ص104)

یہ فتوحات دشمنان دین سے برداشت نہیں ہوئیں اس لیے انہوں نے نام نہاد مسلمانوں کو مختلف اعتبارات سے اکسا کر بنو امیہ کے خلاف بولنے پر لگا دیا یہ سازشی سلسلہ

آج ہمارے ہیچ جہلمی ورافضی شکل میں مصروف عمل ہے۔ھداھم اللہ تعالیٰ

معززناظرین!

الحمدللہ آپ کے ہاتھوں میں حقیر کی ادنیٰ سی کاوش موجود ہے جس میں خال المؤمنین، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور انکی ذات پر کیے گئے اعتراضات کے تفصیلی جوابات محرر ہیں، اگر مرزا جہلمی یا دیگر کے اعتراضات پر غور کیا جائے تو یہی محسوس ہوتا ہے، یہ سب کچھ بغض صحابہ کا نتیجہ ہے کیونکہ ان کے پیش کردہ اکثر ترین اعتراضات کا سہارا ضعیف اور بے سند تاریخی روایات پر ہی کیا گیا ہے اور کچھ اعتراضات حقیقت میں کوئی اعتراض نہیں، جبکہ کچھ اعتراضات وہ ہیں جو سلف کے موقف اور فہم سے ہٹنے کی وجہ سے لاحق ہو گئے ہیں، جن کی تفصیل اور وضاحت کتاب میں ملاحظہ ہو۔

اس کتاب کے اندر قرآن مقدس، صحیح اور حسن روایات سے منہج سلف کے مطابق ہی استدلال کیا گیا ہے۔

موضوع، منگھڑت، ضعیف روایات اور واقعات سے استدلال کرنے سے مکمل گریز کیا گیا ہے۔

سلف کے وہ اقوال ذکر کیے گئے ہیں جو باسند صحیح قائل سے ثابت ہوں اگر کسی جگہ کوئی سند کے اعتبار سے کمزور قول ذکر کیا گیا ہے تو اسکی وضاحت کر دی گئی ہے۔

کتاب کے موضوعات کی ترتیب اس طرح ہے کہ سب سے پہلے (مشاجرات صحابہ اور سلف کا منہج) اس عنوان پر چند اقوال سلف پیش کیے گئے ہیں۔

اس کے بعد اصل کتاب کا پہلا حصہ (امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ، اللہ تعالیٰ کی نظر میں)

دوسرا حصہ (امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں)

تیسرا حصہ (امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی نظر میں)

چوتھا حصہ (امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ، سلف صالحین کی نظر میں)

پانچواں حصہ (امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ پر مرزا جہلمی و دیگر کی طرف سے کیے گئے اعتراضات کے تفصیلی جوابات)

کلمہ تشکر

میں سب سے پہلے اللہ رب العالمین کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے اس کام کی توفیق عنایت کی۔

اس کے بعد اپنے والد محترم مولانا عبد الشکور دل حفظہ اللہ اور والدہ ماجدہ حفظہا اللہ اور اساتذہ حفظہم اللہ کا بھی بے حد ممنون ہوں جن کی کاوشوں سے آج میں اس منزل پر پہنچا۔شکر اللہ سعیہم

بالخصوص فضیلۃ المحدث العلامہ استاذنا ومربینا عبد اللہ ناصر الرحمانی صاحب کا احسان مند ہوں جو ہر وقت میری حوصلہ افزائی فرماتے اور آپ نے اپنے قیمتی وقت میں سے چند گھڑیاں نکال کر کتاب کی تقدیم تحریر فرمائی اور کتب کو چار چاند لگا دیے جزاہ اللہ خیراً،اسی طرح میری مادر علمی المعہد السلفی للتعلیم والتربیۃ کے دیگر اساتذہ خصوصاً فضیلۃ الشیخ استاذنا الحافظ محمد سلیم صاحب، فضیلۃ الشیخ استاذنا المربی ضیاء الحق بھٹی صاحب، فضیلۃ الشیخ استاذنا المربی داؤد شاکر صاحب، فضیلۃ الشیخ استاذنا المرحوم ذوالفقار علی طاہر رحمۃ اللہ علیہ، فضیلۃ الشیخ استاذنا عبید الرحمن محمدی صاحب،فضیلۃ الشیخ استاذنا شعیب سلفی صاحب،فضیلۃ الشیخ استاذنا اصغر محمدی صاحب،فضیلۃ الشیخ استاذنا عبالمالک مجاہد صاحب،فضیلۃ الشیخ استاذنا عبد الصمد المدنی صاحب،فضیلۃ الشیخ استاذنا نظام الدین یوسف،فضیلۃ الشیخ استاذنا عبد اللہ شمیم صاحب، فضیلۃ الشیخ استاذنا صہیب صاحب اور دیگر اساتذہ و معاونین معہد حفظهم الله جميعا و تقبل منهم جميع مساعيهم۔

اسی طرح دیگر محبین علم جو ہر وقت میری تربیت اور حوصلہ افزائی میں کوشاں رہتے ہیں خاص طور پر جامعہ بدیع العلوم نیو سعید آباد کے مشائخ اور دیگر محسنین، جن میں خصوصی

طور پر میرے سب سے عظیم محسن جن سے میں نے بہت کچھ سیکھا میری مراد، حبی فی اللہ، فضیلۃ الشیخ، المربی، صاحب القلم پروفیسر محمد جمن کنبھر صاحب ہیں، اسی طرح فضیلۃ الشیخ غلام اللہ ہرل صاحب، فضیلۃ الشیخ مولانا زاہد کوریجو صاحب، فضیلۃ الشیخ مولانا عبدالجبار اظہر صاحب، فضیلۃ الشیخ مولانا واحد بخش کاکا صاحب، جنہوں نے احقر پر خصوصی شفقت کرتے ہوئے اپنے قیمتی وقت میں سے چند گھڑیاں نکال کر کتاب کی پروف ریڈنگ کی، جزاہ اللہ خیرا، اسی طرح فضیلۃ الشیخ عبدالحمید دل صاحب، فضیلۃ الشیخ انس کاکا صاحب، فضیلۃ الشیخ نورالدین رند صاحب، فضیلۃ الشیخ نور شاد گاہوٹی صاحب و دیگر محبین علم خصوصی طور پر، محترم مکرم مولانا محمد ہاشم قمبرانی، محترم جمیل احمد جمالی، محترم شفقت جمالی، محترم عبدالفتاح جمالی، محترم عاشق جمالی صاحب، محترم حبیب اللہ سلفی، محترم کامران صاحب حیدرآباد، محترم امین پٹھان صاحب اور اپنی جامعہ بدیع کے پیارے طلبہ خصوصی طور پر حافظ ثناء اللہ کھوسہ صاحب، محمد عمران سلفی صاحب اور دیگر محسنین کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے میرے ساتھ ہر وقت ہمدردی کا رویہ رکھا اور کتاب کی اشاعت میں مدد فرمائی۔

شکر اللہ سعیهم و جزاهم اللہ عنا وعن المسلمین خیر الجزاء

معزز قارئین کرام !

یاد رکھیں! صحابہ کا دفاع کرنا ہماری اولین ذمہ داری ہے، اس ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے ہم نے یہ ادنیٰ سی کاوش کی ہے، شاید اللہ تعالیٰ مجھ جیسے ادنی طالب علم کو بھی محبین صحابہ کی لسٹ میں داخل اور شامل فرمادے اور حشر میں ان ہی کے ساتھ اٹھائے اور اس کتاب کی وجہ سے مجھے درگزر فرمادے۔ آمین۔

کتبہ / العبد الفقیر الی اللہ: ابو عبدالرحمن عبدالرزاق دل الرحمانی۔ عفا اللہ عنہ

مشاجرات صحابہ اور سلف کا موقف

مرزا جہلمی اور ان کے ہم عقیدہ رافضی افراد سیدنا معاویہ، سیدنا عمرو بن عاص، سیدنا مغیرہ بن شعبہ، ام المومنین عائشہ، سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہم اور دیگر کے خلاف عموماً ان مشاجرات کی وجہ سے زبان درازی کرتے نظر آتے ہیں۔ جو انکی غلط فہمیوں کی وجہ سے آپس میں واقع ہو گئے جنہیں اللہ نے انکو پہلے ہی معاف فرما دیا تھا، مشاجرہ سے مراد بشری تقاضا کے مطابق صحابہ کرام کے باہمی اختلافات اور لڑائیاں ہیں۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ آج کے دور کے ان افراد کی اوقات کیا ہے جو ان جنتی ہستیوں کے خلاف ہفوات کا استعمال کرتے ہیں جن کے جنتی ہونے کا ذکر رب نے قرآن میں کر دیا ہے۔ بشری تقاضہ کے مطابق جو ان سے اجتہادی اخطاء سرزد ہوئیں اللہ نے انہیں معاف فرمادی ہیں اور وہ سارے بلند ترین مقام پر فائز ہیں گندہ، برا اور گھٹیا شخص تو وہ ہے جو صحابہ کے بعد پیدا ہوا اور ان پر زبان درازی کرتا ہے جیسا کہ عائذ رضی اللہ عنہ کا فرمان موجود ہے۔

حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ، حَدَّثَنَا جَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ، حَدَّثَنَا الْحَسَنُ، أَنَّ عَائِذَ بْنَ عَمْرٍو، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ، فَقَالَ: أَيْ بُنَيَّ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «إِنَّ شَرَّ الرِّعَاءِ الْحُطَمَةُ، فَإِيَّاكَ أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ»، فَقَالَ لَهُ: اجْلِسْ فَإِنَّمَا أَنْتَ مِنْ نُخَالَةِ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: «وَهَلْ كَانَتْ لَهُمْ نُخَالَةٌ؟ إِنَّمَا كَانَتِ النُّخَالَةُ بَعْدَهُمْ، وَفِي غَيْرِهِمْ

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے، عبید اللہ بن زیاد کے پاس گئے اور فرمایا: میرے بیٹے! میں نے رسول اللہ

ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "بدترین راعی، سخت گیر اور ظلم کرنے والا ہوتا ہے، تم اس سے بچنا کہ تم ان میں سے ہو۔" اس نے کہا: آپ بیٹھیے: آپ تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے چھلنی میں بچ جانے والے آخری حصے کی طرح ہیں۔ (آخر میں چونکہ تنکے، پتھر، بھوسی بچ جاتے ہیں، اس لیے) انہوں نے کہا: کیا ان میں بھوسی، تنکے، پتھر تھے؟ یہ تو ان کے بعد ہوئے اور ان کے علاوہ دوسروں میں ہوئے۔(صحیح مسلم حدیث نمبر: 4733)

نوٹ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام تر صحابہ ہر اعتبار سے ارفع و اعلیٰ درجات پر فائز ہیں اور وہ اس امت کا بہترین طبقہ ہیں۔ اس بات سے کوئی انکار نہیں ہے کہ بعض صحابہ کو بعض پر فضیلت حاصل ہے، لیکن اس کے باوجود تمام کے تمام صحابہ قابل عزت ہیں اور بعد میں آنے والا کوئی بھی شخص نیکی و تقویٰ اور علم کے کسی بھی درجہ پر فائز ہو یا احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرلے پھر بھی کسی صحابی کی ادنیٰ سی نیکی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لہٰذا کسی بعد میں آنے والے کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ صحابہ کرام کی بشری تقاضہ کے مطابق ہونے والی لغزشوں اور کوتاہیوں کو ذکر کر کے ان پر حکم لگائے یا تنقید کرے جن غلطیوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے، یا صحابہ کی اجتہادی غلطیوں کی وجہ سے ان پر طعن کرے جن پر اللہ تعالیٰ نے بھی مؤاخذہ نہیں فرمایا، اور ان اخطاء کو بنیاد بنا کر ان کے بارے میں بد ظنی کا شکار ہو یا زبان درازی کرے۔

قابل غور بات یہ ہے کہ خود علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے ساتھ اجتہادی اختلافات کی وجہ سے جنگ کرنے والے افراد کے لیے جنت کا فیصلہ بتایا ہے۔

عن علی: (إني لأرجو أن أكون أنا وطلحة والزبير ممن قال الله عز وجل : ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِى صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ﴾ [الحجر:47])

(فضائل الصحابة لاحمد بن حنبل الرقم المسلسل:1299)

مجھے امید ہے کہ میں، طلحہ اور زبیر ان لوگوں کے اندر داخل ہیں(جن کے بارے میں قرآن نے یہ فیصلہ بتایا ہے)

﴿إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ (45) ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ (46) وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ﴾

پرہیزگار جنتی لوگ باغوں اور چشموں میں ہونگے۔ (ان سے کہا جائیگا) سلامتی اور امن کے ساتھ اس میں داخل ہو جاؤ۔ ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش تھی ہم سب کچھ نکال دیں گے وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہونگے۔

معزز احباب! جب علی رضی اللہ عنہ نے ہی طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کو جنتی قرار دیا ہے تو ان پر تنقید کرنے والا اپنے اعمال کو ہی برباد کر رہا ہے اور آخرت میں رسوا ہو گا۔

اسی طرح علی رضی اللہ عنہ نے زبیر رضی اللہ عنہ کے قاتل کو جہنمی قرار دیا ہے جیسا کہ اس روایت میں وضاحت موجود ہے۔

حَدَّثَنَا زَائِدة عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، قَالَ: اسْتَأْذَنَ ابْنُ جُرْمُوزٍ عَلٰى عَلِيٍّ رضى الله عنه وَأَنَا عِنْده، فَقَالَ عَلِيٌّ رضى الله عنه: بَشِّرْ قَاتِلَ ابْنِ صَفِية بِالنَّارِ، ثُمَّ قَالَ عَلِيٌّ رضى الله عنه: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُولُ: ((إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ)) سَمِعْت سُفْيَانَ يَقُولُ: الْحَوَارِيُّ النَّاصِرُ۔

زر بن جیش سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ابن جرموز نے ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے یعنی سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے دو۔ اس کے بعد سیدنا

علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر نبی کا ایک حواری (خاص اور سچا مددگار) ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔ امام سفیان نے کہا: حواری سے مراد مددگار ہے۔(مسند احمد: 11701 وحسنه الشيخ زبير رحمه الله تعالىٰ فى فضائل الصحابة)

نوٹ: یہ فرمانِ علی رضی اللہ عنہ اتفاقی مقبول ہے اور کتب شیعہ کے اندر بھی موجود ہے۔

دیکھیں بحار الانوار ج32 ص336 / مستدرک سفینۃ البحار ج2 ص38 وغیرہ۔

مشاجرات صحابہ کے مسئلہ میں اہل سنت کا کیا موقف ہونا چاہیے؟

مشاجرات صحابہ کے مسئلے میں اہل سنت کا ہر وقت سے یہ اجماعی اور اتفاقی عقیدہ رہا ہے کہ وہ اس حوالے سے اپنی زبانوں کو بند رکھتے ہیں اور خاموش رہتے ہیں، اور ان سب کو ان مسائل کے اندر مغفور اور مأجور سمجھتے ہیں اور علماء اہل سنت نے اس بحث کو اصول الدین یعنی عقیدہ کی بحث میں ذکر کیا ہے یعنی یہ مسئلہ ہمارے عقائد کے اندر شامل ہے۔

اس حوالے سے سلف کے چند اقوال ملاحظہ ہوں۔

(1) عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان:

عن عبدالله بن أحمد قال حدثني أبي حدثنا أبو معاوية حدثنا رجاء عن مجاهد عن ابن عباس – رضي الله عنهما – قال: لا تسبوا أصحاب محمد فإن الله أمر بالاستغفار لهم وهو يعلم أنهم سيقتتلون

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو برا بھلا مت بولنا بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے بخشش کی دعائیں کرنے کا حکم دیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے ہی پتا تھا ان کے بیچ میں جنگیں ہونگیں۔

اس قول کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج السنۃ ج1 ص220 کے اندر ذکر کیا ہے اور فرمایا رواہ ابن بطة بالاسناد الصحيح۔ منہاج السنۃ کے محقق محمد رشاد سالم فرماتے

ہیں کہ الابانہ کے طبع شدہ نسخے کے اندر اس اثر اور دیگر آثار کی اسناد کو حذف کر دیا گیا۔

(فضائل الصحابہ) احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے اندر بھی یہ فرمان موجود ہے لیکن اس میں میں رجاء کی جگہ ہے رجل لکھا ہوا ہے شاید یہ تصحیف ہے۔ واللہ اعلم۔

(2) امام اہل سنت والجماعہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

يا ابا عبدالله ما تقول فيما كان من علي و معاوية – رحمهما الله –؟ قال:

ما أقول فيها إلا الحسنى – رحمهم الله – أجمعين۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ پوچھا گیا کہ آپ کیا کہتے ہیں ان مشاجرات کے بارے میں جو سیدنا علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے بیچ میں واقع ہوئے تو آپ نے فرمایا: میں اس حوالے سے حسنی (جنت یا اچھائی) کا فیصلہ بتاتا ہوں، اللہ سب (صحابہ) پر رحمتیں نازل فرمائے۔

(السنة للخلال الرقم: 713 ج2 ص460. و سنده صحيح قاله المحقق)

نوٹ: حسنی کا ایک معنی جنت بھی ہے۔ جیسا کہ قرآن مقدس کی آیات ﴿للذين احسنوا الحسنى/و كلا وعد الله الحسنى﴾ کے اندر حسنی کا مقصد جنت ہے۔

اسی طرح آپ نے فرمایا:

ما تقول فيمن زعم أنه مباح له أن يتكلم في مساوي أصحاب رسول الله – صلى الله عليه و سلم؟ فقال أبو عبدالله: هذا كلام سوء رديء يجانبون هؤلاء القوم و لا يجالسون و يبين أمرهم للناس

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کا کیا خیال ہے اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی کوتاہیوں کو بیان کرنا جائز ہے؟ ابو عبد اللہ یعنی احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: (اس شخص کا کلام) بہت ہی گھٹیا اور گندے قسم کا ہے ان

لوگوں سے بچا جائے ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھا جائے اور ان کے معاملے کو لوگوں کے سامنے واضح کیا جائے۔

(السنة للخلال الرقم: 825. ج3ص512، وسنده صحيح قاله المحقق)

(3) شیخ الاسلام، امام اہل سنت، تقی الدین احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان من مذاهب أهل السنة الإمساك عما شجر بين الصحابة فإنه قد ثبت فضائلهم ووجبت موالاتهم ومحبتهم وما وقع منه ما يكون لهم فيه عذر يخفى على الإنسان ومنه ما تاب صاحبه منه ومنه ما يكون مغفوراً فالخوض فيما شجر يوقع في نفوس كثير من الناس بغضاً وذماً، ويكون هو في ذلك مخطئاً، بل عاصياً فيضر نفسه ومن خاض معه في ذلك كما جرى لأكثر من تكلم في ذلك فإنهم بكلام لا يحبه الله ولا رسوله إما من ذم من لا يستحق الذم وإما من مدح أمور لا تستحق المدح ولهذا كان الإمساك طريقة أفاضل السلف

"اہل سنت کے عقائد میں یہ بات شامل ہے کہ صحابہ کرام میں جو بھی اختلافات ہوئے، ان کے بارے میں اپنی زبان بند کی جائے، کیونکہ صحابہ کرام کے فضائل ثابت ہیں اور ان سے محبت اور دوستی واجب ہے۔ صحابہ کرام کے مابین اختلافات میں سے بعض ایسے تھے کہ ان میں صحابہ کرام کا کوئی ایسا عذر تھا، جو عام انسان کو معلوم نہیں ہو سکا، بعض ایسے تھے جن سے انہوں نے توبہ کر لی تھی اور بعض ایسے تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے انہیں خود ہی معافی دے دی۔ مشاجرات صحابہ میں غور و فکر کرنے سے اکثر لوگوں کے دلوں میں

صحابہ کرام کے بارے میں بغض و عداوت اور صحابہ پر مذمت کرنے کا عقیدہ پیدا ہو جاتا ہے، جس سے وہ خطاکار، بلکہ گنہگار ہو جاتے ہیں۔ یوں وہ اپنے آپ کو اور اس مسئلے میں غور و خوض کرنے والے اپنے ساتھیوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ جن لوگوں نے اس بارے میں اپنی زبان کھولی ہے، اکثر کا یہی حال ہوا ہے۔ انہوں نے ایسی باتیں کی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو پسند نہیں تھیں۔ انہوں نے ایسے لوگوں کی مذمت کی، جو مذمت کے مستحق نہیں تھے یا ایسے امور کی تعریف کی، جو قابل تعریف نہ تھے۔ اسی لیے مشاجراتِ صحابہ میں زبان بند رکھنا ہی سلف صالحین کا طریقہ تھا۔"

(منہاج السنة 448/4)

اسی طرح شیخ الاسلام نے عقیدہ واسطیہ کے اندر فرمایا:

ومن أصول أهل السنة والجماعة: سلامة قلوبهم وألسنتهم لأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم... ويحبون أهل بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ويتولونهم ويحفظون فيهم وصية رسول الله صلى الله عليه وسلم... ويتبرؤون من طريقة الروافض الذين يبغضون الصحابة ويسبونهم، ومن طريقة النواصب الذين يؤذون أهل البيت بقول أو عمل، ويمسكون عما شجر بين الصحابة، ويقولون: إن هذه الآثار المروية في مساويهم منها ما هو كذب، ومنها ما قد زيد فيه ونقص وغير عن وجهه، والصحيح منه هم فيه معذورون، إما مجتهدون مصيبون، وإما مجتهدون مخطئون، وهم مع ذلك لا يعتقدون أن كل واحد من الصحابة معصوم عن كبائر الإثم وصغائره، بل تجوز عليهم الذنوب في الجملة، ولهم من

السوابق والفضائل ما يوجب مغفرة ما يصدر منهم إن صدر حتى إنه يغفر لهم من السيئات ما لا يغفر لمن بعدهم، لأن لهم من الحسنات التي تمحو السيئات ما ليس لمن بعدهم، وقد ثبت بقول رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنهم خير القرون، وإن المد من أحدهم إذا تصدق به كان أفضل من جبل أحد ذهبا ممن بعدهم ـ ثم إذا كان قد صدر من أحدهم ذنب فيكون قد تاب منه، أو أتى بحسنات تمحوه، أو غفر له بفضل سابقته، أو بشفاعة محمد صلى الله عليه وسلم الذي هم أحق الناس بشفاعته، أو ابتلي ببلاء في الدنيا كفر به عنه، فإذا كان هذا في الذنوب المحققة فكيف بالأمور التي كانوا فيها مجتهدين: إن أصابوا فلهم أجران، وإن أخطئوا فلهم أجر واحد، والخطأ مغفور لهم؟ ثم القدر الذي ينكر من فعل بعضهم قليل نزر مغمور في جنب فضائل القوم ومحاسنهم من الإيمان بالله ورسوله، والجهاد في سبيله، والهجرة والنصرة والعلم النافع والعمل الصالح

یہ اہل سنت والجماعت کے اصول میں سے ہے کہ: ان کے دل اور زبانیں اصحاب رسول ﷺ کے لیے سالم ہیں.... وہ اہل بیت رحمۃ اللہ علیہ سے محبت و مودت رکھتے ہیں اور ان کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی وصیت کی حفاظت کرتے ہیں.... اور وہ (اہل سنت والجماعت) روافض کے طریقے سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں جو صحابہ سے بغض رکھتے ہیں اور انہیں سب و شتم کرتے ہیں اور نواصب کے طریقے سے بھی بیزاری رکھتے ہیں جو قول و فعل کے ساتھ اہل بیت کی ایذاء رسانی کرتے ہیں، اور مشاجرات صحابہ کے حوالے سے

(اہل سنت والجماعت) اپنی زبانوں کو بند کرتے ہیں، اور وہ کہتے ہیں کہ: ان (صحابہ) کی برائیوں کے حوالے سے جو آثار مروی ہیں، ان میں سے بعض جھوٹ ہیں، اور بعض میں کمی اور زیادتی کر کے اصلیت سے پھیر دیا گیا ہے، باقی ان کی خطاؤں کے حوالے سے جو آثار صحیح ہیں، ان میں وہ (صحابہ) معذور ہیں، کیونکہ یا تو وہ مجتہد مصیب (صحیح اجتہاد کرنے والے) تھے یا مجتہد مخطی (اجتہاد میں خطا کھانے والے) تھے (لیکن دونوں حالتوں میں وہ مغفور ہیں)، اس کے ساتھ ساتھ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ بھی نہیں کہ ہر ایک صحابی کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے معصوم ہے، بلکہ مجموعی طور پر ان سے گناہ ہو سکتے ہیں، لیکن ان کے ایسی سبقتیں اور فضائل ہیں جو ان سے صادر ہونے والی ہر خطا کے لیے مغفرت کو واجب کر دیتے ہیں اگر ممکنہ طور پر ان سے غلطیاں صادر ہوئی ہوں، یہاں تک کہ ان کی وہ برائیاں معاف کر دی جاتی ہیں جو بعد والوں کی معاف نہیں ہوتی، کیونکہ ان کے پاس برائیوں کو مٹانے والی ایسی نیکیاں ہیں جو بعد والوں کے پاس نہیں ہیں، اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے ثابت ہے کہ وہ بہترین لوگ ہیں، اور ان میں سے کسی ایک کا مد (آدھا کلو کے برابر) جو خرچ کرنا بعد والوں کے جبل احد کے برابر سونا خرچ کرنے سے بھی افضل ہے، پھر جب ان میں کسی سے کوئی گناہ ہوا تو اس نے اس سے توبہ کی ہو گی، یا ایسی نیکیاں کی ہوں گی جن نیکیوں نے اس گناہ کو مٹا دیا ہو گا، یا ان کی سبقت و فضیلت کی وجہ اللہ کی طرف سے انہیں معاف کر دیا گیا ہے، یا محمد ﷺ کی شفاعت کی وجہ سے اسے معاف کر دیا جائے گا جس شفاعت کے وہ لوگوں میں سب سے زیادہ حقدار ہیں، یا پھر انہیں دنیا میں ایسی آزمائش میں مبتلا کیا گیا جو اس کی خطا کا کفارہ بن گئی، جب صحابہ کے حقیقی گناہوں کے بارے میں یہ ہے تو صحابہ کے ان معاملات کا کیا حکم ہو گا؟ جن میں وہ اجتہاد کرنے والے تھے، اگر درستگی کو پہنچے تو دو اجر اور اگر خطا کھائی تو ایک اجر اور خطا مغفور؟ اسی طرح صحابہ کے قابل

انکار کاموں کی مقدار بہت ہی کم، نادر و مخفی ہے صحابہ کے اچھائیوں کے سامنے ان اچھائیوں میں سے اللہ اور رسول پر سچا ایمان، اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا، ہجرت، نصرت، علم نافع، عمل صالح وغیرہ شامل ہیں۔

(4/5) اہل سنت کے معتبر امام ابوزرعہ الرازی اور امام ابوحاتم الرازی کی زبانی اہل سنت کا اجماعی عقیدہ:

محدث عبد الرحمان بن ابی حاتم فرماتے ہیں: سألت ابي و أبا زرعة الرازي رضي الله عنهما عن مذاهب أهل السنة في أصول الدين و ما أركا عليه العلماء في جميع الامصار حجازا، وعراقا، ومصرا، وشاما، ويمنا، فكان من مذْهبهم۔۔۔۔۔۔۔۔ الى ان قال۔ وَالتَّرَحُّمُ عَلٰى جَمِيعِ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ، صَلَّى اللہ عَلَيه وَسَلَّمَ، وَالْكَفُّ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهمْ

"ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد محترم یعنی محدث ابو حاتم رازی اور ابوزرعہ رازی سے سوال کیا اہل سنت کے مذہب کے ان اصولوں کے بارے میں جن کے مطابق تمام علماء کا مذہب ہے جو مختلف علاقوں مثلاً: حجاز (حرمین)، عراق، مصر، شام اور یمن وغیرہ اور دیگر تمام علاقوں میں رہتے ہیں؟

توانہوں نے فرمایا: ہم نے حجاز و عراق، مصر و شام اور یمن تمام علاقوں کے علمائے کرام کو دیکھا ہے، ان سب کا مذہب یہ تھا کہ۔۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کے لیے رحمت کی دعا کرنا اور ان کے درمیان ہونے والے اختلافات کے حوالے سے اپنی زبان بند رکھنی چاہیے۔"

(أصل السنة واعتقاد الدين لابن أبی حاتم)

(6) امام اہل السنہ والجماعۃ ابن قدامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ اہل سنت اجماعی نظریہ کو بیان

کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ومن السنة تولي اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ومحبتهم وذكر محاسنهم والترحم عليهم و الاستغفار لهم والكفو عن ذكر مساويهم وما شجر بينهم . واعتقاد فضلهم و معرفة سابقتهم. قال الله تعالى والذين جاؤوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين امنوا.....

وقال تعالى محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم۔

وقال النبي صلى الله عليه وسلم: لا تسبوا اصحابي فان احدكم لو انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصيفه."

"اہل سنت کے ہاں یہ سنت (عقیدہ) ہے کہ وہ رسول ﷺ کے صحابہ سے موالات اور محبت رکھتے ہیں۔ اور ان کی اچھائیوں کو ذکر کرتے ہیں اور ان کے لیے رحمت اور بخشش کی دعائیں کرتے ہیں اور ان کی کوتاہیوں اور انکے باہمی مشاجرات کو ذکر نہیں کرتے اور ان کی فضیلت اور (اس امت میں سب سے پہلے ایمان لانے کے اعتبار سے انکی) سابقیت کا عقیدہ رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ جو ان کے (یعنی صحابہ) بعد آئے وہ کہتے ہیں اے اللہ ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو معاف فرما دینا جنہوں نے ایمان لانے میں ہم سے سبقت یعنی جلدی کی اے اللہ ہمارے سینوں میں اہل ایمان کے لئے لیے تنگی مت پیدا کرنا۔۔۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھی کافروں پر بڑے سخت اور آپس میں بڑے رحمدل ہیں۔" (لمعة الاعتقاد ص21/20)

(7)امام اہل سنت محمد بن حسین آجری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يَنْبَغِي لِمَنْ تَدَبَّرَ مَا رَسَمْنَاهُ مِنْ فَضَائِلِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَضَائِلِ أَهْلِ بَيْتِهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَجْمَعِينَ أَنْ يُحِبَّهُمْ وَيَتَرَحَّمَ عَلَيْهِمْ وَيَسْتَغْفِرَ لَهُمْ , وَيَتَوَسَّلَ إِلَى اللَّهِ الْكَرِيمِ بِهِمْ وَيَشْكُرَ اللَّهَ الْعَظِيمَ إِذْ وَفَّقَهُ لِهَذَا , وَلَا يَذْكُرَ مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ وَلَا يَنْقُرَ عَنْهُ وَلَا يَبْحَثَ , فَإِنْ عَارَضَنَا جَاهِلٌ مَفْتُونٌ قَدْ خُطِئَ بِهِ عَنْ طَرِيقِ الرَّشَادِ فَقَالَ: لِمَ قَاتَلَ فُلَانٌ لِفُلَانٍ وَلِمَ قَتَلَ فُلَانٌ لِفُلَانٍ وَفُلَانٍ؟ . قِيلَ لَهُ: مَا بِنَا وَبِكَ إِلَى ذِكْرِ هَذَا حَاجَةٌ تَنْفَعُنَا وَلَا اضْطُرِرْنَا إِلَى عِلْمِهَا. فَإِنْ قَالَ: وَلِمَ؟ قِيلَ لَهُ: لِأَنَّهَا فِتَنٌ شَاهَدَهَا الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَكَانُوا فِيهَا عَلَى حَسَبِ مَا أَرَاهُمُ الْعِلْمُ بِهَا وَكَانُوا أَعْلَمَ بِتَأْوِيلِهَا مِنْ غَيْرِهِمْ , وَكَانُوا أَهْدَى سَبِيلًا مِمَّنْ جَاءَ بَعْدَهُمْ لِأَنَّهُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ , عَلَيْهِمْ نَزَلَ الْقُرْآنُ وَشَاهَدُوا الرَّسُولَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاهَدُوا مَعَهُ وَشَهِدَ لَهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِالرِّضْوَانِ وَالْمَغْفِرَةِ وَالْأَجْرِ الْعَظِيمِ , وَشَهِدَ لَهُمُ الرَّسُولُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ خَيْرُ قَرْنٍ. فَكَانُوا بِاللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ أَعْرَفَ وَبِرَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِالْقُرْآنِ وَبِالسُّنَّةِ وَمِنْهُمْ يُؤْخَذُ الْعِلْمُ وَفِي قَوْلِهِمْ نَعِيشُ , وَبِأَحْكَامِهِمْ نَحْكُمُ وَبِأَدَبِهِمْ نَتَأَدَّبُ وَلَهُمْ نَتَّبِعُ وَبِهَذَا أُمِرْنَا. فَإِنْ قَالَ: وَإِيشِ الَّذِي يَضُرُّنَا مِنْ مَعْرِفَتِنَا لِمَا جَرَى بَيْنَهُمْ وَالْبَحْثِ عَنْهُ؟ . قِيلَ لَهُ: مَا لَا شَكَّ فِيهِ وَذَلِكَ أَنَّ عُقُولَ الْقَوْمِ كَانَتْ أَكْبَرَ مِنْ عُقُولِنَا , وَعُقُولُنَا أَنْقَصُ بِكَثِيرٍ وَلَا نَأْمَنُ أَنْ نَبْحَثَ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ فَنَزِلَّ عَنْ طَرِيقِ

الْحَقِّ وَنَتَخَلَّفَ عَمَّا أُمِرْنَا فِيهِمْ. فَإِنْ قَالَ: وَبِمَ أُمِرْنَا فِيهِمْ؟ . قِيلَ: أُمِرْنَا بِالِاسْتِغْفَارِ لَهُمْ وَالتَّرَحُّمِ عَلَيْهِمْ وَالْمَحَبَّةِ لَهُمْ وَالِاتِّبَاعِ لَهُمْ , دَلَّ عَلَى ذَلِكَ الْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ وَقَوْلُ أَئِمَّةِ الْمُسْلِمِينَ , وَمَا بِنَا حَاجَةٌ إِلَى ذِكْرِ مَا جَرَى بَيْنَهُمْ , قَدْ صَحِبُوا الرَّسُولَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاهَرَهُمْ وَصَاهَرُوهُ، فَبِالصُّحْبَةِ يَغْفِرُ اللَّهُ الْكَرِيمُ لَهُمْ , وَقَدْ ضَمِنَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ أَنْ لَا يُخْزِيَ مِنْهُمْ وَاحِدًا وَقَدْ ذَكَرَ لَنَا اللَّهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ أَنَّ وَصْفَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ , فَوَصَفَهُمْ بِأَجْمَلِ الْوَصْفِ وَنَعَتَهُمْ بِأَحْسَنِ النَّعْتِ , وَأَخْبَرَنَا مَوْلَانَا الْكَرِيمُ أَنَّهُ قَدْ تَابَ عَلَيْهِمْ , وَإِذَا تَابَ عَلَيْهِمْ لَمْ يُعَذِّبْ وَاحِدًا مِنْهُمْ أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ. فَإِنْ قَالَ قَائِلٌ: إِنَّمَا مُرَادِي مِنْ ذَلِكَ لِأَنْ أَكُونَ عَالِمًا بِمَا جَرَى بَيْنَهُمْ فَأَكُونَ لَمْ يَذْهَبْ عَلَيَّ مَا كَانُوا فِيهِ لِأَنِّي أُحِبُّ ذَلِكَ وَلَا أَجْهَلُهُ. قِيلَ لَهُ: أَنْتَ طَالِبُ فِتْنَةٍ لِأَنَّكَ تَبْحَثُ عَمَّا يَضُرُّكَ وَلَا يَنْفَعُكَ وَلَوِ اشْتَغَلْتَ بِإِصْلَاحِ مَا لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْكَ فِيمَا تَعَبَّدَكَ بِهِ مِنْ أَدَاءِ فَرَائِضِهِ وَاجْتِنَابِ مَحَارِمِهِ كَانَ أَوْلَى بِكَ. وَقِيلَ: وَلَا سِيَّمَا فِي زَمَانِنَا هَذَا مَعَ قُبْحِ مَا قَدْ ظَهَرَ فِيهِ مِنَ الْأَهْوَاءِ الضَّالَّةِ. وَقِيلَ لَهُ: اشْتِغَالُكَ بِمَطْعَمِكَ وَمَلْبَسِكَ مِنْ أَيْنَ هُوَ؟ أَوْلَى بِكَ , وَتَكَسُّبُكَ لِدِرْهَمِكَ مِنْ أَيْنَ هُوَ؟ وَفِيمَا تُنْفِقُهُ؟ أَوْلَى بِكَ. وَقِيلَ: لَا يَأْمَنُ أَنْ يَكُونَ بِتَنْقِيرِكَ وَبَحْثِكَ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَ الْقَوْمِ إِلَى أَنْ يَمِيلَ قَلْبُكَ

فَتَهْوَى مَا لَا يَصْلُحُ لَكَ أَنْ تَهْوَاهُ وَيَلْعَبِ بِكَ الشَّيْطَانُ فَتَسُبَّ وَتُبْغِضَ مَنْ أَمَرَكَ اللَّهُ بِمَحَبَّتِهِ وَالِاسْتِغْفَارِ لَهُ وَبِاتِّبَاعِهِ فَتَزِلَّ عَنْ طَرِيقِ الْحَقِّ وَتَسْلُكَ طَرِيقَ الْبَاطِلِ. فَإِنْ قَالَ: فَاذْكُرْ لَنَا مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَعَمَّنْ سَلَفَ وَعَمَّنْ سَلَفَ مِنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِينَ مَا يَدُلُّ عَلَى مَا قُلْتَ لِتَرُدَّ نُفُوسَنَا عَمَّا تَهْوَاهُ مِنَ الْبَحْثِ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ. قِيلَ لَهُ: قَدْ تَقَدَّمَ ذِكْرُنَا لِمَا ذَكَرْتُهُ مِمَّا فِيهِ بَلَاغٌ وَحُجَّةٌ لِمَنْ عَقَلَ , وَنُعِيدُ بَعْضَ مَا ذَكَرْنَاهُ لِيَتَيَقَّظَ بِهِ الْمُؤْمِنُ الْمُسْتَرْشِدُ إِلَى طَرِيقِ الْحَقِّ: قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: {مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا , يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ , وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ} [الفتح: 29] . ثُمَّ وَعَدَهُمْ بَعْدَ ذَلِكَ الْمَغْفِرَةَ وَالْأَجْرَ الْعَظِيمَ , وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: {لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ} [التوبة: 117] وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: {وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ} [التوبة: 100] إِلَى آخِرِ الْآيَةِ , وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: {يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ نُورُهُمْ يَسْعَى بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ} [التحريم: 8] الْآيَةُ , وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: {كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ} [آل عمران: 110] الْآيَةُ. وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ {لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ} [الفتح: 18] إِلَى آخِرِ

الْآيَةِ , ثُمَّ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ أَثْنَى عَلَى مَنْ جَاءَ بَعْدَ الصَّحَابَةِ فَاسْتَغْفَرَ لِلصَّحَابَةِ وَسَأَلَ مَوْلَاهُ الْكَرِيمَ أَنْ لَا يَجْعَلَ فِي قَلْبِهِ غِلًّا لَهُمْ , فَأَثْنَى اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عَلَيْهِ بِأَحْسَنِ مَا يَكُونُ مِنَ الثَّنَاءِ؛ فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: {وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ} إِلَى قَوْلِهِ: {رَءُوفٌ رَحِيمٌ} . وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ»

"ہم نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام اور آپ کے اہل بیت کے جو فضائل بیان کیے ہیں، جو شخص ان کو غور سے دیکھے گا، اسے چاہیے کہ وہ تمام صحابہ کرام اور اہل بیت سے محبت رکھے، سب کے لیے رحمت اور مغفرت کی دُعا کرے۔ ان (کے بارے میں اس عقیدے) کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں وسیلہ بناتے ہوئے اس طرف توفیق دینے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کرے، وہ صحابہ کرام کے مابین جو اختلافات ہوئے، ان کا نہ ذکر کرے، نہ ان کے بارے میں بحث و تفتیش میں پڑے۔ اگر راہِ ہدایت سے بھٹکا ہوا کوئی جاہل اور پاگل شخص تکرار کرتے ہوئے ہمیں کہے کہ فلاں صحابی نے فلاں سے لڑائی کیوں کی اور فلاں نے فلاں کو قتل کیوں کیا؟ تو ہم اسے جواب میں یہ کہیں گے کہ ہمیں اس بات کا نہ تو کوئی فائدہ ہے نہ ہم اسے معلوم کرنے پر مجبور ہیں۔ اگر وہ کہے کہ کیوں؟ تو ہم کہیں گے کہ یہ فتنے تھے جن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا پالا پڑا اور انہوں نے ان فتنوں میں وہی طریقہ کار اپنایا جس کی طرف ان کے علمی اجتہاد نے ان کی رہنمائی کی۔ وہ ان فتنوں کی حقیقت کو بعد والوں سے بڑھ کر جانتے تھے۔ وہ بعد والوں سے زیادہ سیدھے راستے پر گامزن تھے، کیونکہ وہ اہل جنت تھے، ان کے سامنے قرآن نازل ہوا، انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا دیدار کیا اور آپ کی معیت میں جہاد بھی کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اپنی خوشنودی، مغفرت اور اجر عظیم کی

ضمانت دی اور رسولِ کریم ﷺ نے ان کے خیر القرون ہونے کی گواہی دی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑھ کر معرفت رکھنے والے تھے، اس کے رسول ﷺ کو سب سے زیادہ جاننے والے اور قرآن و سنت کو سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے، لہٰذا ہم علم انہی سے اخذ کرتے ہیں، ان کے اقوال سے تجاوز نہیں کرتے، انہی کے فیصلوں کو نافذ کرتے ہیں، اپنے آپ کو انہی کے رنگ میں رنگتے ہیں، انہی کی پیروی کرتے ہیں اور ہمیں حکم بھی اسی بات کا دیا گیا ہے۔ اگر وہ شخص یہ کہہ دے کہ ہمیں صحابہ کرام کے باہمی اختلافات کی جانچ پڑتال میں پڑنے سے کون سا نقصان ہو جائے گا؟ تو ہم کہیں گے مشاجراتِ صحابہ میں دخل دینے سے نقصان میں مبتلا ہونا لازم ہے، کیونکہ صحابہ کرام عقلی اعتبار سے ہم سے بہت فائق تھے، جبکہ ہم ان کے مقابلے میں بہت زیادہ کم عقل ہیں، یوں اگر ہم ان کے مابین اختلافات میں غور وخوض کریں گے تو ضروری طور پر راہِ حق سے گمراہ ہو جائیں گے اور ان کے بارے میں جس سلوک کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، اس سے منحرف ہو جائیں گے۔ اگر وہ سوال کرے کہ ہمیں صحابہ کرام کے بارے میں کیا حکم دیا گیا ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ ہمیں ان کے لیے استغفار اور رحمت کی دُعا کرنے، ان سے محبت رکھنے اور ان کی اطاعت کرنے کا حکم سنایا گیا ہے۔ اس پر کتاب و سنت اور ائمہ مسلمین کے اقوال دلیل ہیں۔ ہمیں صحابہ کرام کے مابین اختلافات کو ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ وہ نبی اکرم ﷺ کی صحبت سے مشرف ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے رشتہ داری اختیار کی اور آپ ﷺ نے بھی ان سے رشتہ داری بنائی۔ نبی اکرم ﷺ کی صحبت کی بنا پر ہی اللہ کریم ان کو معاف فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یہ ضمانت دی ہے کہ وہ ان میں سے کسی کو رسوا نہیں کرے گا اور قرآنِ کریم میں یہ بھی ذکر کیا کہ صحابہ کرام کی نشانیاں توراۃ و انجیل میں مذکور ہیں۔ یوں اللہ تعالیٰ نے انہیں بہترین محاسن و اوصاف سے متصف فرمایا اور ہمیں یہ بتا دیا کہ

اس نے اُن کی توبہ قبول کرلی ہے۔ جب ان کی توبہ قبول ہو گئی ہے تو ان میں سے کسی کو کبھی بھی عذاب نہیں ہو سکتا۔ اللہ صحابہ کرام سے راضی ہو گیا اور صحابہ کرام اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ تھے اور اللہ کا گروہ ہی کامیاب و کامران ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اس سے میری مراد یہ ہے کہ میں صحابہ کرام کے اختلافات سے باخبر ہو جاؤں اور وجہِ اختلاف جاننا مجھے اچھا لگتا ہے۔ اسے کہا جائے کہ تُو فتنہ برپا کرنا چاہتا ہے، کیونکہ تو وہ چیز طلب کر رہا ہے جو تجھے کوئی فائدہ نہیں دے سکتی، البتہ نقصان ضرور دے گی۔ اگر اس کے بجائے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کیے گئے فرائض وواجبات کی ادائیگی کر کے اور اس کے بیان کردہ محرمات سے بچ کر اپنی بندگی کی اصلاح کر لیتا تو یہ کام تیرے لیے بہتر ہوتا، خصوصاً ہمارے اس زمانے میں جب کہ بہت سی گمراہیاں بھی سر اٹھا چکی ہیں۔ تیرے کھانے پینے، لباس اور معاش کا انتظام کہاں سے ہو گا اور مال کو خرچ کہاں کرنا ہے؟ اس بارے میں غور و فکر تیرے لیے زیادہ بہتر ہے۔

صحابہ کرام کے مشاجرات کی بحث و تفتیش میں پڑنے کے بعد تیرا دل کج روی سے محفوظ نہیں رہ پائے گا اور تُو وہ سوچنے لگے گا، جو تیرے لیے جائز ہی نہیں، شیطان تجھے بہکائے گا اور تُو ان ہستیوں کو بُرا بھلا کہنے لگے گا اور ان سے بغض رکھنے لگے گا، جن سے محبت کرنے، جن کے بارے میں استغفار کرنے اور جن کی پیروی کرنے کا تجھے اللہ کی طرف سے حکم ہے۔ یوں تُو راہ حق سے بھٹک کر بطلان کا راہی بن جائے گا۔ اگر وہ کہے کہ ہمیں قرآن و سنت کی نصوص اور علمائے مسلمین کے اقوال میں وہ بات دکھاؤ جس سے تمہارا مدعا ثابت ہوتا ہو تاکہ ہم صحابہ کرام کے باہمی اختلافات کے بارے میں بحث و تفتیش کی خواہش سے باز آجائیں، تو اس سے کہا جائے گا کہ اس سلسلے میں وہ تمام چیزیں ہم ذکر کر چکے ہیں جن سے ذی شعور شخص کو حقیقت کا ادراک ہو سکتا ہے، البتہ ان میں سے کچھ باتیں یہاں دوبارہ ذکر کی

جائیں گی تاکہ حق کے متلاشی مؤمن کا ضمیر جاگ جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾(الفتح48:29) (محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں، وہ کافروں پر بہت سخت اور آپس میں بہت مہربان ہیں، آپ انہیں رکوع و سجود کرتے دیکھیں گے، وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی کے طلبگار رہتے ہیں، ان کی ایک خصوصی پہچان ان کے چہروں میں سجدوں کا نشان ہے، ان کی یہ صفت تورات میں ہے، اور انجیل میں ان کی صفت اس کھیتی کے مانند ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا اور وہ [پودا] توانا ہو گیا، پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا، یہ صورت حال کسانوں کو خوش کرتی ہے، [اللہ کی طرف سے یہ اس لیے ہوا] تاکہ ان (صحابہ کرام) کی وجہ سے کفار کو غیض و غضب میں مبتلا کرے)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ دیا۔ یہ بھی فرمایا کہ: ﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَي النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ﴾(التوبۃ9:117) (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور ان مہاجرین و انصار پر شفقت فرمائی جنہوں نے تنگی کے عالم میں آپ کی پیروی کی)۔ نیز فرمایا: ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْھُمْ﴾(التوبۃ9:100) (مہاجرین اور انصار میں سے اسلام میں سبقت کرنے والے اور جن لوگوں نے اچھے طریقے سے ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہو گیا)، ﴿يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ﴾(التحریم66:8) ([قیامت وہ دن ہے] جس دن اللہ اپنے نبی اور ان کے ساتھ

ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا، ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں طرف دوڑتا ہوگا)۔﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ ﴾ (آل عمران 110:3) (تم بہتر امت ہو)، ﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ (الفتح 18:48) (یقیناً اللہ تعالیٰ مؤمنوں سے راضی ہو گیا)۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف بھی کی جو صحابہ کرام کے بعد آکر ان کے لیے استغفار کریں گے اور دُعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں صحابہ کرام کے بارے میں کوئی خلش نہ ڈالے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی بہت زیادہ ثناء کی ہے۔۔۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد آئے اور پھر وہ جو ان کے بعد آئے۔ (صحیح البخاری:2652، صحیح مسلم وغیرہ)

اسی طرح آگے فرماتے ہیں:

يُقَالُ لِمَنْ سَمِعَ هَذَا مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَمِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ كُنْتَ عَبْدًا مُوَفَّقًا لِلْخَيْرِ اتَّعْظَتْ بِمَا وَعَظَكَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهِ , وَإِنْ كُنْتَ مُتَّبِعًا لِهَوَاكَ خَشِيتُ عَلَيْكَ أَنْ تَكُونَ مِمَّنْ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ﴾ [القصص: 50] وَكُنْتَ مِمَّنْ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ﴾ [الأنفال: 23] . وَيُقَالُ لَهُ: مَنْ جَاءَ إِلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَطْعَنَ فِي بَعْضِهِمْ وَيَهْوَى بَعْضَهُمْ وَيَذُمَّ بَعْضًا وَيَمْدَحَ بَعْضًا فَهَذَا رَجُلٌ طَالِبُ فِتْنَةٍ , وَفِي الْفِتْنَةِ وَقَعَ؛ لِأَنَّهُ وَاجِبٌ عَلَيْهِ مَحَبَّةُ الْجَمِيعِ وَالِاسْتِغْفَارِ لِلْجَمِيعِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَنَفَعَنَا بِحُبِّهِمْ، وَنَحْنُ نَزِيدُكَ فِي الْبَيَانِ لِيَسْلَمَ قَلْبُكَ لِلْجَمِيعِ وَتَدَعَ الْبَحْثَ وَالتَّنْقِيرَ عَمَّا شَجَرَ بَيْنَهُمْ

جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسولِ اکرم ﷺ کے یہ فرامین سن لے، اسے کہا جائے کہ اگر تُو ہدایت و بھلائی کا طالب ہے تو اللہ تعالیٰ کی نصیحت پر عمل کر اور اگر اب بھی تُو اپنی من مرضی کرے گا تو ڈر ہے کہ تیرا شمار ان لوگوں میں سے ہو جائے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ﴾ (القصص 28: 50)(اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس نے اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنے نفس کی پیروی کر لی؟)۔

﴿وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ﴾(الأنفال 8: 23)(اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انہیں ضرور سنا [سمجھا] دیتا، اور اگر وہ انہیں سنا [سمجھا] دیتا تو بھی وہ ضرور پھر جاتے اور اعراض کرنے والے ہوتے) اور اسے یہ بھی کہا جائے کہ جو شخص رسولِ اکرم ﷺ کے بعض صحابہ کرام پر طعن کرے اور بعض کی تعریف کرے، نیز بعض پر تنقید کرے اور بعض کی مدح کرے، وہ فتنہ پرور ہے اور فتنے میں مبتلا ہو چکا ہے، کیونکہ اس پر فرض تھا کہ سب صحابہ کرام سے محبت کرتا اور سب کے لیے استغفار کرتا۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام سے راضی ہو اور ہمیں ان کی محبت کے سبب نجات دے۔۔۔" (الشریعۃ: 5/2485) یہ ترجمہ شیخ غلام مصطفیٰ امن پوری کا نقل کیا گیا ہے۔

(8) حافظ، ابن حجر، عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واتفق أهل السنة على وجوب منع الطعن على أحد من الصحابة بسبب ما وقع لهم من ذلك ولو عرف المحق منهم؛ لأنهم لم يقاتلوا في تلك الحروب إلا عن اجتهاد، وقد عفا الله تعالى عن المخطئ في الاجتهاد، بل ثبت أنه يؤجر أجرا واحدا، وأن المصيب يؤجر أجرين.

”اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ صحابہ کرام کے باہمی اختلافات کی بناپر کسی بھی صحابی پر طعن کرنا حرام ہے، اگرچہ کسی کو ان میں سے اہل حق کی پہچان ہو بھی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اجتہادی طور پر یہ لڑائیاں کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اجتہاد میں غلطی کرنے والے سے درگزر فرمایا ہے، بلکہ اسے ایک اجر ملنا بھی ثابت ہے اور جو شخص حق پر ہو گا، اسے دو اجر ملیں گے۔“ (فتح الباری: 13/34)

(9) امام اہل سنت ابن بطہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ومن بعد ذلك نكف عما شجر بين أصحاب رسول الله – صلى الله عليه وسلم – فقد شهدوا المشاهد معه، وسبقوا الناس بالفضل فقد غفر الله لهم وأمرك بالاستغفار لهم والتقرب إليه بمحبتهم وفرض ذلك على لسان نبيه وهو يعلم ما سيكون منهم وأنهم سيقتتلون وإنما فضلوا على سائر الخلق لأن الخطأ والعمد قد وضع عنهم وكل ما شجر بينهم مغفور لهم"

ہم اپنی زبان کو بند رکھتے ہیں ان مشاجرات کے معاملے میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کے بیچ واقع ہوئے، کیوں کہ (صحابہ وہ عظیم انسان تھے) جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معرکوں میں شرکت کی، اور (بعد میں آنے والے) تمام لوگوں سے فضیلت کے معاملے میں سبقت لے گئے یقیناً اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف فرما دیا اور تجھے حکم دیا ہے کہ ان کے لئے لیے بخشش کی دعا کر، اور ان سے محبت کر کے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر، اس بات کو اللہ تعالیٰ نے واجب قرار دیا ہے اپنی نبی علیہ الصلاۃ و السلام کی زبانی، اور اللہ تعالیٰ کو مکمل اعتبار سے معلوم تھا کہ ان کے بعد میں اس طرح معاملے بھی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کو یہ بھی پتہ تھا کہ ان کے بیچ لڑائیاں بھی ہونگیں (لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے ہی معاف فرما دیا تھا) بے شک انہیں (بعد میں آنے والی)

تمام مخلوق پر فضیلت دی گئی کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ سے جان بوجھ کر اور خطا میں ہونے والی غلطیاں معاف فرمادی ہیں اور جو ان کے بیچ میں مشاجرات ہوئے اس مسئلے میں سارے صحابہ بخشے ہوئے ہیں۔ (الإبانة الصغری لابن بطه ص408)

(10)شارح مسلم علامہ محدث نووی رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وأما الحروب التي جرت فكانت لكل طائفة شبهة اعتقدت تصويب أنفسها بسببها، وكلهم عدول رضي الله عنهم، ومتأولون في حروبهم وغيرها، ولم يخرج شيء من ذلك أحدا منهم عن العدالة ؛ لأنهم مجتهدون اختلفوا في مسائل من محل الاجتهاد كما يختلف المجتهدون بعدهم في مسائل من الدماء وغيرها، ولا يلزم من ذلك نقص أحد منهم، واعلم أن سبب تلك الحروب أن القضايا كانت مشتبهة، فلشدة اشتباهها اختلف اجتهادهم وصاروا ثلاثة أقسام ؛ قسم ظهر لهم بالاجتهاد أن الحق في هذا الطرف، وأن مخالفه باغ فوجب عليهم نصرته وقتال الباغي عليه فيما اعتقدوه، ففعلوا ذلك، ولم يكن يحل لمن هذه صفته التأخر عن مساعدة إمام العدل في قتال البغاة في اعتقاده، وقسم عكس هؤلاء ؛ ظهر لهم بالاجتهاد أن الحق في الطرف الآخر، فوجب عليهم مساعدته وقتال الباغي عليه، وقسم ثالث اشتبهت عليهم القضية وتحيروا فيها، ولم يظهر لهم ترجيح أحد الطرفين، فاعتزلوا الفريقين، وكان هذا الاعتزال هو الواجب في حقهم ؛ لأنه لا يحل الإقدام على قتال مسلم حتى يظهر أنه

مستحق لذلك، ولو ظهر لهؤلاء رجحان أحد الطرفين وأن الحق معه لما جاز لهم التأخر عن نصرته في قتال البغاة عليه، فكلهم معذورون رضي الله عنهم، ولهذا اتفق أهل الحق ومن يعتد به في الإجماع على قبول شهاداتهم ورواياتهم وكمال عدالتهم رضي الله عنهم أجمعين.

”جو لڑائیاں صحابہ کرام کے مابین ہوئیں، ان میں ہر گروہ کو ایک شبہ تھا جس کے مطابق ہر ایک نے اپنے آپ کو حق پر سمجھ لیا اور صحابہ کرام سب کے سب عادل تھے اور اپنی لڑائیوں اور دیگر معاملات میں دلائل رکھتے تھے۔ ان میں سے کسی بھی معاملے کی بنا پر کوئی بھی صحابی ثقاہت کے دائرہ کار سے خارج نہیں ہوا، کیونکہ سب صحابہ کرام مجتہد تھے، وہ کئی اجتہادی مسائل میں مختلف الخیال ہوئے، جیسا کہ بعد میں آنے والے فقہائے کرام بھی قتل و حرب سمیت بہت سے مسائل میں اختلافات کا شکار ہوئے۔ ان اختلافات سے کسی میں کوئی نقص ثابت نہیں ہوتا۔ یہاں آپ کو ان لڑائیوں کی وجہ بھی معلوم ہونی چاہیے۔ ان کی وجہ یہ بنی کہ معاملات انتہائی پیچیدہ تھے اور اسی سخت پیچیدگی کے باعث صحابہ کرام کے اجتہادات مختلف ہو گئے اور وہ تین قسموں میں بٹ گئے۔ ایک قسم وہ تھی جنہوں نے اپنے اجتہاد سے پہلے فریق کو حق پر سمجھا اور اس کے مخالف کو باغی خیال کیا، یوں ان پر پہلے فریق کی مدد کرنا اور اس کے مخالف سے لڑنا لازم ہو گیا اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حق والوں کے لیے اپنے نزدیک اہل حق کی نصرت اور اہل بغاوت سے لڑائی کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ دوسری قسم ان کے برعکس تھی، انہوں نے اپنے اجتہاد سے سمجھا کہ دوسرا فریق حق پر ہے، چنانچہ ان پر دوسرے فریق کی نصرت اور ان کے مخالفین کی سرکوبی ضروری ہو گئی۔ تیسری قسم میں وہ صحابہ کرام تھے جن پر معاملہ واضح نہ ہو سکا، وہ اس سلسلے میں کشمکش ہی کا شکار رہے اور کسی ایک فریق کی ترجیح ان پر ظاہر نہ ہو سکی۔ ایسے لوگ دونوں

فریقوں سے علیحدہ ہو گئے اور ان پر یہ علیحد گی ہی ضروری تھی، کیونکہ اس وقت تک کسی مسلمان کو قتل کرنے کی کوشش جائز نہیں جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ وہ اس کا مستحق ہے۔ اگر ان صحابہ کرام کے سامنے کسی ایک فریق کا اہل حق ہونا عیاں ہو جاتا تو ان کے لیے اس کی نصرت و حمایت اور باغیوں سے قتال فرض ہو جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل حق اور اہل علم کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ کرام کی گواہی اور ان کی روایات قبول کی جائیں گی اور ان کی ثقاہت میں کوئی نقص نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو چکا ہے۔"

(شرح صحيح مسلم: كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم. 15/149)

اسی طرح علامہ نووی رحمہ اللہ تعالیٰ مسلم شریف حدیث نمبر (7252) کی شرح میں فرماتے ہیں:

واعلم أن الدماء التي جرت بين الصحابة رضي الله عنهم ليست بداخلة في هذا الوعيد، ومذهب أهل السنة والحق إحسان الظن بهم، والإمساك عما شجر بينهم، وتأويل قتالهم، وأنهم مجتهدون متأولون لم يقصدوا معصية ولا محض الدنيا، بل اعتقد كل فريق أنه المحق، ومخالفه باغ، فوجب عليه قتاله ليرجع إلى أمر الله، وكان بعضهم مصيبا، وبعضهم مخطئا معذورا في الخطأ ; لأنه لاجتهاد، والمجتهد إذا أخطأ لا إثم عليه، وكان علي رضي الله عنه هو المحق المصيب في تلك الحروب، هذا مذهب أهل السنة، وكانت القضايا مشتبهة، حتى إن جماعة من الصحابة تحيروا فيها فاعتزلوا الطائفتين، ولم يقاتلوا، ولم يتيقنوا الصواب، ثم تأخروا عن مساعدته منهم۔

”جان لیں کہ صحابہ کرام کے مابین اختلافات کے دوران جو خون بہے، وہ اس وعید میں داخل نہیں۔ اہل سنت واہل حق کا مذہب یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام کے بارے میں حسن ظن ہی رکھتے ہیں، ان کے مابین اختلافات پر خاموشی اختیار کرتے ہیں، اہل سنت کے نزدیک صحابہ کرام کی باہمی لڑائیاں دلائل پر مبنی تھیں اور وہ اس سلسلے میں مجتہد تھے۔ ان کا ارادہ کسی گناہ یا دنیاوی متاع کا نہیں تھا، بلکہ ہر فریق یہی سمجھتا تھا کہ وہ حق پر اور ان کا مخالف باغی ہے، جس کو اللہ کے حکم کی طرف لوٹانے کے لیے قتال ضروری ہے۔ یوں بعض واقعی حق پر اور بعض خطا پر تھے، کیونکہ یہ اجتہادی معاملہ تھا اور مجتہد جب غلطی کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ ان لڑائیوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی حق پر تھے (لیکن خطا اجتہادی ہونے کی بنا پر دوسرے صحابہ پر بھی کوئی قدغن نہیں)۔ اہل سنت والجماعت کا یہی مذہب ہے۔ یہ معاملات اتنے پیچیدہ تھے کہ بہت سے صحابہ کرام بھی اس سلسلے میں پریشان رہے اور دونوں گروہوں سے علیحدگی اختیار کر لی۔ انہیں بالیقین درست بات کا علم نہ ہو سکا اور وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حمایت سے بھی دستبردار رہے۔“ (شرح صحیح مسلم: 18/11)

(11) امام اہل سنت علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان:

فسبيلنا الكف والاستغفار للصحابة، ولا نحب ما شجر بينهم، ونعوذ بالله منه، ونتولى أمير المؤمنين عليا

”ہمارا منہج یہ ہے کہ صحابہ کرام کے (اختلافات کے) بارے میں زبان بند رکھی جائے اور ان کے لیے مغفرت کی دُعا کی جائے۔ ان کے مابین جو بھی اختلافات ہوئے، ہم ان کا تذکرہ کرنا پسند نہیں کرتے، بلکہ ایسے طرز عمل سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتے ہیں اور علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں۔ (سير أعلام النبلاء: ذكره في ترجمة معاوية بن حديج 3/39)

اسی طرح فرماتے ہیں:

فنحمد الله على العافية الذي أوجدنا في زمان قد انمحص فيه الحق، واتضح من الطرفين، وعرفنا مآخذ كل واحد من الطائفتين، وتبصرنا، فعذرنا، واستغفرنا، وأحببنا باقتصاد، وترحمنا على البغاة بتأويل سائغ في الجملة، أو بخطأ إن شاء الله مغفور، وقلنا كما علمنا الله (ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا) وترضينا أيضا عمن اعتزل الفريقين، كسعد بن أبي وقاص، وابن عمر، ومحمد بن مسلمة، وسعيد بن زيد، وخلق. وتبرأنا من الخوارج المارقين الذين حاربوا عليا، وكفروا الفريقين. فالخوارج كلاب النار، قد مرقوا من الدين، ومع هذا فلا نقطع لهم بخلود النار، كما نقطع به لعبدة الأصنام والصلبان.

ہم اللہ کی تعریف بیان کرتے ہیں اس عافیت کی وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس زمانے میں پیدا کیا کہ جب حق واضح ہو چکا ہے اور طرفین کی طرف سے وضاحت ہو چکی ہے اور ہمیں فریقین کے دلائل کا مأخذ معلوم ہو چکا ہے لہذا ہم نے بصارت کے ساتھ دیکھا اور ہم نے (مشاجرات میں شریک ہونے والے تمام صحابہ کو) معذور سمجھا اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے استغفار کیا اور ہم نے تمام کے ساتھ درمیانہ روی کے ساتھ محبت کی اور رحمت کی دعائیں کی اس باغی جماعت کے لیے جن سے ایک جائز تاویل کی وجہ سے یہ معاملہ سرزد ہو گیا، یا ان سے اجتہادی خطا ہو گئی، ان شاءاللہ وہ بخشے ہوئے ہیں اور ہم وہی کہتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھایا اے اللہ ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو معاف فرمانا جو ہم سے ایمان

کے اعتبار سے سبقت لے چکے ہیں اے اللہ ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کسی قسم کا کوئی کینہ مت پیدا کرنا۔اسی طرح ہم ان صحابہ سے بھی راضی ہے جو (لڑائی کرنے والی) دونوں جماعتوں سے الگ ہو گئے، ان میں سے سعد بن ابی وقاص،ابن عمر،محمد بن مسلمہ،سعید بن زید رضی اللہ عنہم،اور ان کے علاوہ دیگر کئی ایک۔ہم ان مسلمانوں کی جماعتوں سے الگ ہونے والے خوارج سے براءت کا اظہار کرتے ہیں جنہوں نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کی اور مسلمانوں کی دونوں جماعتوں کی تکفیر کی،تو یہ خوارج آگ کے کتے ہیں جو دین سے خارج ہوگئے اس کے باوجود ہم ان(خوارج) کے لیے ابدی جہنمی ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے جس طرح بت پرستوں اور صلیبیوں کے لیے یہ عقیدہ رکھتے ہیں (کہ وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے)۔ (سير أعلام النبلاء – الذهبي – ج 3 –ص 128)

مزید فرماتے ہیں: وَكَانَ النَّاسُ فِي الصَّدْرِ الْـأَوَّلِ بَعْدَ وَقْعة صِفِّينَ عَلٰى أَقْسَامٍ ؛ اهلُ سُنة وهمْ أُولُوا الْعِلْمِ، وَهمْ مُّحِبُّونَ لِلصَّحَابة، كَافُّونَ عَنِ الْخَوْضِ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهمْ، كَسَعْدٍ، وَابْنِ عُمَرَ، وَمُحَمَّدِ بْنِ سَلَمة، وَأُمَمٍ، ثُمَّ شِيعة، يَتَوَالَوْنَ، وَيَنَالُوْنَ مِمَّنْ حَارَبُوا عَلِيًّا، وَيَقُولُونَ: إِنَّهمْ مُّسْلِمُونَ، بُغَاة، ظَلَمة، ثُمَّ نَوَاصِبُ، وَهمْ الَّذِينَ حَارَبُوا عَلِيًّا يَّوْمَ صِفِّينَ، وَيُقِرُّونَ بِإِسْلَامِ عَلٰى سَابِقَيه، وَيَقُولُونَ: خَذَلَ الْخَلِيفة عُثْمَانَ، فَمَا عَلِمْتُ فِي ذٰلِكَ الزَّمَانِ شِيعِيًّا كَفَّرَ مُعَاوِية وَحِزْبه، وَلَا نَاصِبِيًّا كَفَّرَ عَلِيًّا وَّحِزْبه، بَلْ دَخَلُوا فِي سَبٍّ وَّبُغْضٍ، ثُمَّ صَارَ الْيَوْمَ شِيعة زَمَانِنَا يُكَفِّرُونَ الصَّحَابة، وَيُبَرِّؤُونَ مِنْهمْ جهلا وَّعُدْوَانًا، وَيَتَعَدُّونَ إِلَى الصِّدِّيقِ، قَاتَلَهمْ الله، وَأَمَّا نَوَاصِبُ وَقْتِنَا فَقَلِيلٌ، وَمَا عَلِمْتُ فِيهمْ مَّنْ يُّكَفِّرُ عَلِيًّا وَّلَا صَحَابِيًّا۔

"واقعہ صفین کے بعد صدر اوّل کے لوگ تین اقسام میں بٹ گئے تھے؛ ایک اہل سنت جو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت رکھتے تھے اور ان کے باہمی اختلافات میں ٹانگ اڑانے سے باز رہتے تھے، جیسا کہ سیدنا سعد، سیدنا ابن عمر، محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہم اور دیگر بہت سے لوگ۔ دوسرے شیعہ جو اہل بیت سے محبت کا دم بھرتے تھے اور جن لوگوں کی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی ہوئی، ان کی گستاخی کرتے ہوئے کہتے تھے کہ وہ باغی اور ظالم مسلمان ہیں۔ تیسرے ناصبی لوگ جو صفین والے دن سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لڑے تھے اور سیدنا ابو بکر و عمر کو مسلمان سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خلیفۃ المسلمین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ میرے علم میں اُس دور کا کوئی شیعہ ایسا نہیں جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ کو کافر قرار دیتا ہو، نہ اس دور کا کوئی ناصبی ایسا تھا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ پر کفر کا فتویٰ لگاتا ہو، بلکہ وہ صرف مخالفین پر سب و شتم کرتے تھے اور دل میں ان کے لیے بغض رکھتے تھے۔ پھر یہ دور آیا کہ ہمارے زمانے کے شیعہ اپنی جہالت اور ہٹ دھرمی کی بنا پر صحابہ کرام کو کافر کہتے ہوئے ان سے براءت کا اعلان کرنے لگے۔ وہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ظلم و زیادتی پر مبنی باتیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کرے۔ رہے ناصبی تو وہ ہمارے دور میں بہت کم رہ گئے ہیں۔ میرے علم کے مطابق ان میں سے کوئی بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا کسی اور صحابی کو کافر قرار نہیں دیتا۔"

(سیر أعلام النبلاء: 5/374 ترجمہ شیخ امن پوری)

(12) امام اہل سنت علامہ بربھاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

واعلم أنه من تناول أحداً من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم أنه إنما أراد محمداً، وقد آذاه في قبره۔

جان لیجئے! جس نے بھی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی بھی ایک کے خلاف زبان درازی کی یقینا اس شخص کا ارادہ محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہے اور اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو قبر کے اندر اذیت پہنچائی ہے۔ (شرح السنة: ص 54)

معزز احباب! یقینا صحابہ پر تنقید کرنے والا حقیقت میں رسول اللہ ﷺ کے اوپر ہی تنقید کرتا ہے کیونکہ گویا کہ اس نے یہ دعوی کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر معلم بنا کر بھیجا آپ اس معاملے میں ناکام رہے۔ معاذ اللہ

﴿هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ **(الجمعة:2)**

وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔ یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

نیز بربھاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

والكف عن حرب علي ومعاوية وعائشة وطلحة والزبير – رحمهم الله – أجمعين ومن كان معهم ولا تخاصم فيهم وكل أمرهم إلى الله تبارك وتعالى

علی، معاویہ، عائشہ، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین کے بیچ میں ہونے والی لڑائیوں کے بارے میں اپنی زبان کو روک لے اور ان افراد کے حوالے سے بھی جو جنگوں میں جو ان کے ساتھ تھے۔ اللہ سب پر رحمت نازل فرمائے۔ ان کے حوالے سے بحث مت کر بلکہ ان کے معاملے کو رب العالمین کے حوالے کر۔

(13) مفسر عظیم، حافظ، ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واما شجر بعده عليه الصلاه والسلام فمنهم ما وقع غير قصد كيوم الجمل، ومنه ما كان على اجتهاد كيوم صفين، والاجتهاد يخطئ ويصيب، ولكن صاحبه معذور وان اخطا، وماجور ايضا وَأَما الْمصيبُ فله أجران اثنَان وكان علي واصحابه اقرب الى الحق من معاوية واصحابه رضي الله عنهم اجمعين

''نبی اکرم ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین جو اختلافات ہوئے، ان میں سے بعض ایسے تھے جو بلا قصد وارادہ واقع ہو گئے، جیسا کہ جنگِ جمل والے دن ہوا اور بعض ایسے ہیں جو اجتہادی طور پر سرزد ہوئے، جیسا کہ جنگِ صفین والے دن ہوا۔ اجتہاد کبھی غلط ہوتا ہے اور کبھی درست، لیکن اجتہاد کرنے والا غلطی بھی کرے تو اسے ایک اجر ملتا ہے اور اس کا عذر قبول کیا جاتا ہے اور اگر وہ درست ہو تو اسے دو اجر ملتے ہیں۔''

(الباعث الحثيث ص: 172)

(14) امام ابو الحسن علی بن اسماعیل، اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فأما ما جرى بين علي والزبير وعائشة – رضي الله عنهم – فإنما كان على تأويل واجتهاد وعلي الإمام وكلهم من أهل الاجتهاد وقد شهد لهم النبي – صلى الله عليه وسلم – بالجنة والشهادة فدل على أنهم كلهم على حق في اجتهادهم وكذلك ما جرى بين علي ومعاوية – رضي الله عنهما – كان على تأويل واجتهاد وكل الصحابة أئمة مأمونون غير متهمين في الدين، وقد أثنى الله ورسوله على جميعهم وتعبدنا بتوقيرهم وتعظيمهم وموالاتهم والتبري ممن ينقص أحدا منهم رضي الله عن جميعهم

"سیدنا علی، سیدنا زبیر اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم کے مابین جو اختلافات ہوئے، وہ اجتہادی تھے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے اور سب صحابہ کرام مجتہد تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو جنت اور شہادت کی خوشخبری سنائی ہے۔ اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ سب اپنے اجتہاد میں حق پر تھے۔ اسی طرح سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کے مابین جو اختلافات ہوئے، وہ بھی اجتہادی تھے۔ تمام صحابہ کرام بااعتماد اور باکردار ائمہ تھے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی تعریف کی ہے اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم ان کی عزت و تعظیم کریں، ان سے محبت رکھیں اور جو شخص ان کی تنقیص کرتا ہے، اس سے براء ت کا اعلان کریں۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر راضی ہو چکا ہے۔" (الإبانة عن أصول الديانة: ص 78)

(15) اہل سنت کے اجماعی عقیدہ کو عباسی خلیفہ القادر باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کروایا جو (الاعتقاد القادری) کے نام سے مشہور ہے اس میں ہے:

ومن سب عائشه فلاحظ له في الاسلام، ولا يقول في معاويه الا خيرا ولا يدخل في شيء شجر بينهم ويترحم على جماعتهم. قال الله تعالى ((والذين جاؤوا من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين امنوا ربنا انك رؤوف رحيم)) فقال فيهم ((ونزعنا ما في صدورهم من غل اخوانا على سرر متقابلين))

جس نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دی اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمیشہ اچھی بات کہی جائے گی، جائز نہیں کہ کوئی شخص بھی صحابہ کے مشاجرات کے بیچ میں داخل ہو اور ضروری ہے کہ انسان صحابہ کے لیے رحمت کی دعائیں کریں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو ان کے بعد آئے وہ کہتے ہیں یا اللہ ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو معاف

فرما دینا جو ایمان کے اعتبار سے ہم سے سبقت لے گئے ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لیے کینہ مت پیدا فرمانا اے ہمارے رب بے شک تو مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔

(الاعتقاد ص: 7)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انکے بارے میں فرمایا: ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش تھی ہم سب کچھ نکال دیں گے وہ بھائی بھائی بنے ہوئے ایک دوسرے کے آمنے سامنے (جنت میں) تختوں پر بیٹھے ہونگے۔

(16) مفسر قرآن امام القرطبي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لا يجوز أن يُنسب إلى أحد من الصحابة خطأ مقطوع به، إذ كانوا كلهم اجتهدوا فيما فعلوه، وأرادوا الله عز وجل، وهم كلهم لنا أئمة، وقد تعبدنا بالكف عما شجر بينهم، وألا نذكرهم إلا بأحسن الذكر لحرمة الصحبة، ولنهي النبي صلى الله عليه وسلم عن سبهم، وأن الله غفر لهم، وأخبر بالرضا عنهم.

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کسی بھی صحابی کی طرف خطا کو منسوب کرنا قطعا جائز نہیں ہے، انہوں نے جو کچھ بھی کیا وہ سب کے سب اس میں اجتہاد کرنے والے تھے، اللہ (کی رضا) کو چاہنے والے تھے، وہ سارے ہمارے ائمہ ہیں، یقینا ہم ان کے مشاجرات کے حوالے سے زبان بند رکھنے کو عبادت تصور کرتے ہیں اور ہمیں چاہیے کہ ان کا ذکر بہت ہی عمدہ طریقے سے کریں، صحابیت کی اعزاز کی وجہ سے، اور اس وجہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو برا بھلا کہنے سے روکا ہے، اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا اور ان سے راضی ہونے کی خبر دی ہے۔ (الجامع لأحكام القرآن)) (16/322-321)

معزز قارئین کرام!

اس حوالے سے دیگر کئی اقوال موجود ہیں لیکن طوالت کے ڈر سے انہیں ترک کر دیا گیا ہے۔ یقیناً ایک باشعور مسلمان کے لیے مسئلہ عیاں ہو چکا ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ قرآن کی نظر میں

قرآن مقدس کی کئی آیات ہیں جو دیگر صحابہ کی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں ہم چند آیات کا تذکرہ کرتے ہیں:

فضیلت نمبر: (1)

غزوہ حنین میں شرکت کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ثُمَّ اَنۡزَلَ اللّٰهُ سَكِيۡنَتَهٗ عَلٰى رَسُوۡلِهٖ وَعَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَاَنۡزَلَ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا وَعَذَّبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الۡكٰفِرِيۡنَ﴾

پھر اللہ نے اپنی طرف سے تسکین اپنے نبی پر اور مومنوں پر اتاری اور اپنے وہ لشکر بھیجے جنہیں تم دیکھ نہیں رہے تھے اور کافروں کو پوری سزا دی۔ ان کفار کا یہی بدلہ تھا۔

(التوبة:26)

مذکورہ آیت کے اندر جنگ حنین میں شرکت کرنے والے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے اللہ کی طرف سے سکون نازل ہونے کا ذکر ہے نیز انکو مؤمن کہا گیا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس جنگ میں شامل تھے کیونکہ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے اور جنگ حنین بعد میں ہوئی۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"وقد شهد معاوية؛ وأخوه يزيد؛ وسهيل بن عمرو؛ والحارث بن هشام وغيرهم من مسلمة الفتح مع النبي صلى الله عليه وسلم غزوة حنين؛ ودخلوا في قوله تعالى: {ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى

رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُوداً لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ}، وكانوا من المؤمنين الذين أنزل الله سكينته عليهم مع النبي صلى الله عليه وسلم"

معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی یزید اور سہیل بن عمرو اور حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم وغیرہ جو فتح مکہ کے ٹائم پر مسلمان ہوئے تھے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حنین کی جنگ میں شرکت کی تھی۔ تو اس آیت(ثم انزل الله سکینته علی و رسوله وعلی المؤمنین.....) کے عموم کے اندر داخل ہیں اور وہ مؤمنین میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سکینت (راحت) نازل کی۔

(مجموع الفتاوی، لابن تیمیة: [4/458])

فضیلت نمبر (2)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ پر ایمان لا کر جہاد کرنے والوں کے لئے فضیلت:

﴿لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ٘ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾

لیکن خود رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھ ایمان والے، اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں، یہی لوگ بھلائیوں والے ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔(التوبة:89،88)

انہی کے لئے اللہ نے وہ جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔



وضاحت:

اس آیت کے عموم سے معلوم ہوا کہ جن بھی افراد نے اسلام قبول کرکے آپ علیہ السلام کے ساتھ مل کر کفار سے جہاد کیا، وہی لوگ بھلائی والے ہیں اور ان کے لیے جنت کے باغات ہیں اور معاویہ رضی اللہ عنہ اس لسٹ میں داخل ہیں۔

فضیلت نمبر (3)

غزوہ تبوک میں شرکت کرنے والوں کے لیے فضیلت:

﴿لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت پیغمبر کا ساتھ دیا اس کے بعد کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے۔(التوبہ: **117**)

وضاحت:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تبوک میں شرکت کرنے والے تمام افراد کو اللہ نے معاف کر دیا۔

نیز وہ لوگ جنہوں نے پیچھے رہنے کی اجازت طلب نہ کی ان لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ﴾

اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ویقین رکھنے والے مالی اور جانی جہاد سے رک رہنے کی کبھی بھی تجھ سے اجازت طلب نہیں کریں گے، اور اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کو خوب جانتا ہے۔(التوبہ:44)

اس جنگ کے حوالے سے بڑا سخت حکم تھا کسی کو پیچھے رہنے کی اجازت نہیں تھی علاوہ چند افراد جو معذور تھے معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس غزوہ سے پیچھے رہنا اور گھر بیٹھنے کی اجازت لینا ثابت نہیں ہے، لہذا وہ مذکورہ فضیلتوں کے مستحق بنتے ہیں۔

فضیلت نمبر:(4)

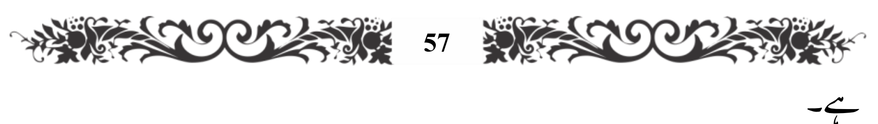
فتح مکہ سے قبل اور بعد میں ایمان لانے والے تمام صحابہ کے لیے (حسنیٰ) جنت کا وعدہ ہے۔

﴿وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ؕ وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾

تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک (تنہا) اللہ ہی ہے تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے فی سبیل اللہ دیا ہے اور قتال کیا ہے وہ (دوسروں کے) برابر نہیں بلکہ ان سے بہت بڑے درجے کے ہیں جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیے، ہاں بھلائی (جنت) کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ان سب سے ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خبردار ہے۔(الحدید:10)

وضاحت:

اس آیت سے پتہ چلا کہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہونے والے صحابہ کو بعد والے صحابہ فضیلت میں نہیں پہنچ سکتے۔ لیکن تمام کے لئے اللہ تعالیٰ نے (حسنیٰ) یعنی جنت کا وعدہ کیا



ہے۔

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب المحلی (ج 1 ص 83) پر فرماتے ہیں: فجاء النص ان من صحب النبي صلى الله عليه و سلم فقد وعده الله بالحسنى وقد نص الله تعالى: إن الله تعالى لا يخلف الميعاد) ال عمران: 9) وصح النص بأن كل من سبقت له الحسنى فإنه مبعد عن النار لا يسمع حسيسها, وهو فيما اشتهى خالد لا يحزنه الفزع الاكبر.

یہ آیت نص ہے کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی بن گیا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے یقینی طور پر (حسنی) کا وعدہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا.

اور صحیح طور پر یہ نص بھی ثابت ہے جس کے لیے (حسنی) کا فیصلہ سبقت لے گیا بے شک وہ آگ سے دور رہے گا وہ اسکی آہٹ بھی نہیں سنے گے۔ اور وہ اس زندگی میں ہو گا جہاں پر جو چاہے گا اسے ملے گا ہمیشہ والی زندگی گزارے گا اسے قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ پریشان نہیں کرے گی۔

یعنی جس کے لیے (حسنی) کا فیصلہ ہو چکا ہے وہ جنتی انسان ہے ابن حزم سورہ انبیاء کی ان آیات سے دلیل لیتے ہیں۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ خَالِدُونَ ﴿١٠٢﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ وَتَتَلَقَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ هَٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ﴿١٠٣﴾

البتہ بیشک جن کے لئے ہماری طرف سے (حسنی) نیکی پہلے ہی ٹھہر چکی ہے وہ سب

جہنم سے دور ہی رکھے جائیں گے۔ وہ تو دوزخ کی آہٹ تک نہ سنیں گے اور اپنی من بھاتی چیزوں میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے۔ وہ بڑی گھبراہٹ (بھی) انہیں غمگین نہ کر سکے گی اور فرشتے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے، کہ یہی تمہارا وہ دن ہے جس کا تم وعدہ دیئے جاتے رہے۔

(الانبیاء 103/102/101)

معزز قارئین ان آیات سے معلوم ہوا جس کے لیے (حسنی) کا فیصلہ ہو چکا ہے وہ جہنم سے آزاد اور جنتی انسان ہے اور بفضل اللہ، معاویہ رضی اللہ عنہ اس لسٹ میں داخل ہیں، مرزا اور اسکے حواری ان کو اپنی خباثت کی وجہ سے اس لسٹ سے خارج نہیں کر سکتے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فإن هؤلاء الطلقاء مسلمة الفتح: هم ممن أنفق من بعد الفتح، وقاتل، وقد وعدهم الله الحسنى فإنهم أنفقوا بحنين والطائف، وقاتلوا فيهما رضي الله عنهم"

بے شک یہ وہ طلقاء تھے جو فتح مکہ کے موقعہ پر مسلمان ہوئے تھے اور (معاویہ رضی اللہ عنہ) ان میں سے تھے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد مال خرچ کیا اور جہاد کیا یقینا اللہ نے ان کے لئے حسنی (جنت) کا وعدہ کیا ہے انہوں نے حنین اور طائف میں اپنا مال خرچ کیا اور ان جنگوں میں شرکت کی۔ (مجموع الفتاوى: [459/4]

فضیلت نمبر (5)

﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیروکار ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے یہ بڑی کامیابی ہے۔(التوبة:100)

وضاحت:

اس آیت میں پہلا افضل ترین گروہ سابقین کو قرار دیا گیا ہے پھر بعد میں ایمان لانے والے افراد کا طبقہ ہے اور معاویہ رضی اللہ عنہ اس دوسرے طبقہ میں داخل ہیں۔

لیکن رب العالمین نے سب کے لیے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

فضیلت نمبر (6)

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۗ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحمدل ہیں تو انہیں دیکھے گا رکوع اور سجدے کر رہے ہیں کہ اللہ تعالٰی کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں ہیں، ان کا نشان ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے ہے، ان کی یہی مثال تورات میں ہے اور ان کی مثال انجیل میں ہے مثل اس کھیتی کے جس نے اپنا انکھوا نکالا پھر اسے مضبوط کیا اور وہ موٹا ہو گیا پھر اپنے تنے پر سیدھا کھڑا ہو گیا اور کسانوں کو خوش کرنے لگا تا کہ ان کی وجہ سے کافروں کو چڑائے، ان ایمان والوں اور نیک اعمال والوں سے

اللہ نے بخشش کا اور بہت بڑے ثواب کا وعدہ کیا ہے۔(الفتح:29)

وضاحت:

اس آیت سے تمام صحابہ کی عبادت وغیرہ کو مثالی کہا گیا ہے اور ان کے دلوں کی سچائی بیان کی گئی ہے کہ ان کا مقصد حیات ربّ العالمین کی رضامندی کی تلاش ہے اور بفضل اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ اس لسٹ میں داخل ہیں۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: قُلْتُ: فَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُولٌ، أَوْلِيَاءُ اللَّهِ تَعَالَى وَأَصْفِيَاؤُهُ، وَخِيرَتُهُ مِنْ خَلْقِهِ بَعْدَ أَنْبِيَائِهِ وَرُسُلِهِ. هَذَا مَذْهَبُ أَهْلِ السُّنَّةِ، وَالَّذِي عَلَيْهِ الْجَمَاعَةُ مِنْ أَئِمَّةِ هَذِهِ الْأُمَّةِ. وَقَدْ ذَهَبَتْ شِرْذِمَةٌ لَا مُبَالَاةَ بِهِمْ إِلَى أَنَّ حَالَ الصَّحَابَةِ كَحَالِ غَيْرِهِمْ، فَيَلْزَمُ الْبَحْثُ عَنْ عَدَالَتِهِمْ.

صحابہ سارے کے سارے عادل ہیں اللہ کے ولی ہیں اور اس کے چنے ہوئے ہیں اور اللہ کی مخلوق میں انبیاء اور رسولوں کے بعد سب سے اعلی انسان ہیں، یہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے اور اسی مذہب پر اس امت کے ائمہ کی جماعت تھی اور ایک چھوٹا سا گروہ جن کی کوئی پرواہ نہیں (انکا کوئی شمار نہیں) اس موقف کی طرف گیا ہے کہ صحابہ کا حال بھی بعد والے افراد کی طرح ہے لہذا ان کی عدالت کے بارے میں تحقیق کی جائے گی.

آگے فرماتے ہیں:

وَمِنْهُمْ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ حَالِهِمْ فِي بُدَاءَةِ الْأَمْرِ فَقَالَ: إِنَّهُمْ كَانُوا عَلَى الْعَدَالَةِ إِذْ ذَاكَ، ثُمَّ تَغَيَّرَتْ بِهِمُ الْأَحْوَالُ فَظَهَرَتْ فِيهِمُ الْحُرُوبُ وَسَفْكُ

الدِّمَاءِ، فَلَا بُدَّ مِنَ الْبَحْثِ. وَهَذَا مَرْدُودٌ، فَإِنَّ خِيَارَ الصَّحَابَةِ وَفُضَلَاءَهُمْ كَعَلِيٍّ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَغَيْرِهِمْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ مِمَّنْ أَثْنَى اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَزَكَّاهُمْ وَرَضِيَ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ وَوَعَدَهُمُ الْجَنَّةَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى "مَغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيماً". وَخَاصَّةً الْعَشَرَةَ الْمَقْطُوعُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ بِإِخْبَارِ الرَّسُولِ هُمُ الْقُدْوَةُ مَعَ عِلْمِهِمْ بِكَثِيرٍ مِنَ الْفِتَنِ وَالْأُمُورِ الْجَارِيَةِ عَلَيْهِمْ بَعْدَ نَبِيِّهِمْ بِإِخْبَارِهِ لَهُمْ بِذَلِكَ. وَذَلِكَ غَيْرُ مُسْقِطٍ مِنْ مَرْتَبَتِهِمْ وَفَضْلِهِمْ، إِذْ كَانَتْ تِلْكَ الْأُمُورُ مَبْنِيَّةً عَلَى الِاجْتِهَادِ، وَكُلُّ مُجْتَهِدٍ مُصِيبٌ.

اور کچھ افراد نے صحابہ کے بیچ میں فرق کیا ہے ان کے ابتدائی معاملے کے اعتبار سے ان کا کہنا ہے: وہ پہلے عدالت پر تھے پھر ان کے احوال تبدیل ہو گئے اور ان کے بیچ جنگیں ظاہر ہو گئی اور خون بہا لہذا ضروری ہے کہ تحقیق کی جائے لیکن یہ موقف مردود ہے بے شک افضل ترین اور اخیر ترین صحابہ جیسے علی، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ جن کی اللہ نے ثنا بیان کی ہے اور ان کو پاک فرمایا ہے اور ان کے لئے رضامندی کا فیصلہ کیا اور ان کے لیے جنت کا فیصلہ کیا ہے۔ اس آیت کے اندر (اللہ نے ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے) اور خاص طور پر دس یقینی جنتی صحابہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں خبر دی کہ وہ نمونہ ہیں۔ ساتھ (میں یہ بات ذہن نشین کریں کہ) وہ (صحابہ) بہت زیادہ علم رکھتے تھے فتنوں کے بارے میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد واقعہ پذیر ہونے والے معاملات کے بارے میں، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ خبر دی تھی، تو یہ (جنگیں وغیرہ) انہیں انکی فضیلت اور مرتبت میں ذرہ برابر کمی نہیں کر سکتی یہ سارے امور ان کے اجتہاد پر مبنی تھے اور ہر مجتہد مصیب ہی ہوتا ہے۔ (تفسیر قرطبي: ج14، ص254)

لہذا تمام صحابہ کا ادب واجب ہے اور انہیں انکی اجتہادی خطاؤں کی وجہ سے طعن کرنا بے ادبی ہے۔ کاش کہ مرزا جہلمی ان چیونٹیوں سے انبیاء کے صحابہ کا ادب سیکھتا جنھوں نے کہا تھا:

﴿حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوۡا عَلٰی وَادِ النَّمۡلِ ۙ قَالَتۡ نَمۡلَۃٌ یّٰۤاَیُّہَا النَّمۡلُ ادۡخُلُوۡا مَسٰکِنَکُمۡ ۚ لَا یَحۡطِمَنَّکُمۡ سُلَیۡمٰنُ وَ جُنُوۡدُہٗ ۙ وَ ہُمۡ لَا یَشۡعُرُوۡنَ﴾

جب وہ (یعنی سلیمان علیہ السلام اور انکے ساتھی) چیونٹیوں کے میدان میں پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ، ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں سلیمان علیہ السلام اور اسکا لشکر تمہیں روند ڈالے۔ (النمل:18)

اس پر غور کریں تو چیونٹیوں نے کیا خوبصورت بات کہی!! جو نبی کے صحابہ کے بارے میں مثالی حسن ظن کی واضح دلیل ہے۔ چناچہ انکا کہنا کہ سلیمان علیہ السلام اور انکے ساتھی جان بوجھ کر تو نہیں لیکن انجانے میں ہمیں روند سکتے ہیں۔

چناچہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ولَيْتَ مَن طَعَنَ في أصْحابِ النَّبِيِّ ﷺ، ورَضِيَ اللَّهُ تَعالى عَنْهم تَأسّى بِها، فَكَفَّ عَنْ ذَلِكَ، وأحْسَنَ الأدَبَ

کاش جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن کرتا ہے ان چیونٹیوں سے ادب سیکھتا اور (طعن کرنے سے) رک جاتا اور ان کے بارے میں اچھا ادب رکھتا۔

مرزا صاحب کی کھوپڑی ہزاروں چیونٹیوں سے بڑی ہے لیکن اسے حق سمجھ نہیں آتا۔

کاش وہ چیونٹیوں سے ادب سیکھتا!! اور صحابہ کی بشری تقاضوں کے مطابق ہونی والی

اجتہادی خطاؤں کے بارے میں کہہ دیتا کہ ان سے صادر ہونے والی خطائیں لاشعوری میں ہوئی تھیں، جان بوجھ کر ایسے عادلین غلطیاں کیسے کر سکتے ہیں؟

فضیلت نمبر (7)

آل ابی سفیان، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے محبوب ہیں۔ رضی اللہ عنہم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

﴿عَسَى اللّٰهُ اَن يَّجعَلَ بَينَكُم وَ بَينَ الَّذِينَ عَادَيتُم مِّنهُم مَّوَدَّةً ؕ وَ اللّٰهُ قَدِيرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾

عنقریب ہی اللہ تعالیٰ تم میں اور تمہارے دشمنوں میں محبت پیدا کر دے اللہ کو سب قدرتیں ہیں اور اللہ (بڑا) گناہوں کو معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔

(ممتحنة آیت: 7)

اس آیت کے تفسیر میں تقریباً تمام مفسرین نے یہی وضاحت کی ہے کہ اس سے مراد سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھی ہیں جو فتح مکہ کے ٹائم مسلمان ہوئے ہیں اس آیت نے ایک خوبصورت انداز میں اس دوستی اور محبت کو بیان کیا اور ساتھ میں فرمایا اللہ تعالیٰ اس کام پر قادر ہے کہ دشمن، دلی دوست بن جائیں نیز فرمایا اللہ تعالیٰ تو گناہوں کو معاف کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔ اس میں اشارہ ہے جب وہ لوگ اسلام قبول کریں گے تو اللہ تعالیٰ بے حد مہربان ہے انکے تمام گناہ بھی معاف کر دے گا اور تمہارے دلوں میں ان کے لیے محبت بھی بسادے گا۔

اس آیت کی وضاحت میں امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَهَذَا بِأَنْ يُسْلِمَ الْكَافِرُ. وَقَدْ أَسْلَمَ قَوْمٌ مِنْهُمْ بَعْدَ فَتْحِ مَكَّةَ وَ خَالَطَهُمْ

الْمُسْلِمُونَ، كَأَبِي سفيان ابن حَرْبٍ، وَالْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ، وَسُهَيْلِ بْنِ عَمْرٍو، وَحَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ

(یہ محبت اس طرح پیدا ہو گی کہ) کافر مسلمان ہو جائے اور ان میں سے ایک قوم فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئی اور مسلمان ان کے ساتھ مل گئے جیسے ابو سفیان بن حرب، حارث بن ہشام، سہیل بن عمرو؛ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہم۔ (تفسير قرطبي: ج18، ص: 53)

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يقول تعالى ذكره: عسى الله أيها المؤمنون أن يجعل بينكم وبين الذين عاديتم من أعدائي من مشركي قريش مودّة، ففعل الله ذلك بهم، بأن أسلم كثير منهم، فصاروا لهم أولياء وأحزابًا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے مومنو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان لوگوں کے بیچ میں محبت پیدا کر دے جن سے تم نے دشمنی کی جن کا تعلق مشرکین مکہ کے قریش سے ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسی طرح کیا اکثر ان میں سے مسلمان ہو گئے اور وہ مسلمانوں کے دوست اور (جنگی) لشکر بن گئے۔

اسی طرح حدیث میں بھی اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے۔

قَالَ عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخبَرَنَا يُونُسُ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: جَاءَتْ هِنْدٌ بِنْتُ عُتْبَةَ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ مِنْ أَهْلِ خِبَاءٍ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يَذِلُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ، ثُمَّ مَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَهْلُ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ، أَنْ

يَعِزُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ، قَالَ: "وَأَيْضًا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ"

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسلام لانے کے بعد) حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! روئے زمین پر کسی گھرانے کی ذلت کرنا آپ کے گھرانے کی ذلت سے زیادہ میرے لیے خوشی کا باعث نہیں تھی لیکن آج (اسلام قبول کرنے کے بعد) کسی گھرانے کی عزت روئے زمین پر آپ کے گھرانے کی عزت سے زیادہ میرے لیے خوشی کی باعث نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (میں بھی) اسی طرح (تمہارے خاندان سے محبت کرتا ہوں) اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ (رواہ البخاری: ح: 3825)

نوٹ: سیدہ ہند رضی اللہ عنہا معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قال ابن التين: فيه تصديق لها فيما ذكرته، كأنه رأى أن المعنى: وأنا أيضا بالنسبة إليك مثل ذلك

محدث ابن تین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اس روایت میں تصدیق ہے اس بات کی جو حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے کہی گویا کہ ابن تین کا مقصد ہے کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا) ہاں میں بھی اسی طرح آپ کے خاندان سے محبت کرتا ہوں۔

نوٹ: اس حدیث کے دیگر مفہوم بھی بیان کیے گئے ہیں لیکن یہ مفہوم بھی معتبر ہے۔

معزز قارئین کرام! یہ محبت کیوں نہ ہو؟؟؟

جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا گھرانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سسرال تھا کیونکہ آپ کی زوجہ محترمہ

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔

اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ابو سفیان رضی اللہ عنہ آپ کے بہت قریبی رشتے دار بھی ہیں۔

ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب یہ ہے:

ابو سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

اسی طرح نبی مکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب یہ ہے:

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑدادا اور جناب ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے پڑدادا آپس میں بھائی تھے جو عبد مناف کے بیٹے تھے۔

نوٹ: جو شخص سیدنا ابو سفیان یا سیدہ ہند رضی اللہ عنہما کے اسلام قبول کرنے کے قبل کے واقعات بیان کر کے ان پر طعن کرتا ہے وہ بدبخت اپنے ایمان اور عقیدے کو خراب کرتا ہے کیونکہ اسلام قبول کرنے کے بعد سابقہ تمام گناہ، اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے.

اس حوالے سے قرآن اور حدیث کے کئی ایک دلائل صحیح موجود ہیں۔

(معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں)

معاویہ رضی اللہ عنہ جنتی صحابی ہیں

أَنَّ عُمَيْرَ بْنَ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيَّ، حَدَّثَهُ أَنَّهُ أَتَى عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ وَهُوَ نَازِلٌ فِي سَاحَلِ حِمْصَ وَهُوَ فِي بِنَاءٍ لَهُ وَمَعَهُ أُمُّ حَرَامٍ، قَالَ عُمَيْرٌ: فَحَدَّثَتْنَا أُمُّ حَرَامٍ أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: ""أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ الْبَحْرَ قَدْ أَوْجَبُوا""، قَالَتْ: أُمُّ حَرَامٍ، قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنَا فِيهِمْ، قَالَ: ""أَنْتِ فِيهِمْ""ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ""أَوَّلُ جَيْشٍ مِنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَهُمْ""، فَقُلْتُ: أَنَا فِيهِمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: ""لَا.""

عمیر بن اسود رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث بیان کی کہ وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کا قیام ساحل حمص پر اپنے ہی ایک مکان میں تھا اور آپ کے ساتھ (آپ کی بیوی) ام حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ عمیر نے بیان کیا کہ ہم سے ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو بحری سفر کر کے جہاد کے لیے جائے گا، اس نے (اپنے لیے جنت) واجب کر لی۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے کہا تھا یا رسول اللہ! کیا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں، تم بھی ان کے ساتھ ہو گی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلا لشکر میری امت کا جو قیصر (رومیوں کے بادشاہ) کے شہر (قسطنطنیہ) پر چڑھائی

کرے گا ان کی مغفرت ہو گی۔ میں نے کہا میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ (رواہ البخاري: ح:2924)

نوٹ: اس حدیث میں جو لفظ ہیں ان کے لئے واجب ہو گئی شارحین حدیث نے اس سے مراد جنت لی ہے. جیسا کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا:

قوله: (قد أوجبوا) أي فعلوا فعلا وجبت لهم به الجنة

یعنی انہوں نے ایسا کام کیا ہے جس کی وجہ سے ان کے لیے جنت واجب ہو چکی ہے

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری کے اندر اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ مہلب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: في هذا الحديث منقبة لمعاوية لأنه أول من غزا البحر

اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوئی کیونکہ سب سے پہلے سمندر میں سوار ہو کر جہاد انہوں نے کیا۔

جبکہ بخاری اور مسلم میں اس روایت کے الفاظ اس انداز میں بھی ملتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُ عَلَى أُمِّ حَرَامٍ بِنْتِ مِلْحَانَ فَتُطْعِمُهُ، وَكَانَتْ أُمُّ حَرَامٍ تَحْتَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَطْعَمَتْهُ وَجَعَلَتْ تَفْلِي رَأْسَهُ، فَنَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: وَمَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: " نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ، يَرْكَبُونَ ثَبَجَ هَذَا الْبَحْرِ مُلُوكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ ". أَوْ " مِثْلَ الْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ ". شَكَّ إِسْحَاقُ. قَالَتْ: فَقُلْتُ:

يَا رَسُولَ اللَّهِ، ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ. فَدَعَا لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ وَضَعَ رَأْسَهُ، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ وَهُوَ يَضْحَكُ، فَقُلْتُ: وَمَا يُضْحِكُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: " نَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوا عَلَيَّ غُزَاةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ ". كَمَا قَالَ فِي الْأَوَّلِ، قَالَتْ: فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، ادْعُ اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ. قَالَ: " أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِينَ ". فَرَكِبَتِ الْبَحْرَ فِي زَمَانِ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ، فَصُرِعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَهَلَكَتْ.

رسول اللہ ﷺ ام حرام رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے (یہ انس رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں جو عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور آپ ﷺ کے محرمات میں سے تھیں بعض نے کہا آپ کی رضاعی خالہ تھیں بعض نے بولا کہ آپ کے والد یا دادا کی خالہ تھیں) ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور آپ ﷺ کے سر کی کھجلی نکالنے لگیں' اس دوران میں آپ ﷺ سو گئے' جب بیدار ہوئے تو آپ ﷺ مسکرا رہے تھے۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کس بات پر آپ ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کئے گئے کہ وہ اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے کے لیے دریا کے بیچ میں سوار اس طرح جا رہے ہیں جس طرح بادشاہ تخت پر ہوتے ہیں یا جیسے بادشاہ تخت رواں پر سوار ہوتے ہیں یہ شک اسحاق راوی کو تھا۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ دعا فرمایئے کہ اللہ مجھے بھی انہیں میں سے کر دے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی پھر آپ ﷺ اپنا سر رکھ کر سو گئے' اس مرتبہ بھی آپ ﷺ بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! کس

بات پر آپ ہنس رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایامیری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے اس طرح پیش کئے گئے کہ وہ اللہ کی راہ میں غزوہ کے لیے جارہے ہیں پہلے کی طرح، اس مرتبہ بھی فرمایا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اللہ سے میرے لیے دعا کیجئے کہ مجھے بھی انہیں میں سے کردے۔ آپ ﷺ نے اس پر فرمایا کہ تو سب سے پہلی فوج میں شامل ہو گی (جو بحری راستے سے جہاد کرے گی) چنانچہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ام حرام رضی اللہ عنہا نے بحری سفر کیا پھر جب سمندر سے باہر آئیں تو ان کی سواری نے انہیں نیچے گرادیااور اسی حادثہ میں ان کی وفات ہوگئی۔

(رواه البخاري ح:2789 ومسلم ح:1912)

بخاری شریف میں ایک جگہ یہ الفاظ بھی ملتے ہیں۔

أَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُونَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ

یعنی یہ مسلمانوں کا پہلا قافلہ تھا جنہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر سمندر میں سوار ہو کر جہاد کیا۔ (رواه البخاري. ح:2800)

اسی طرح ابن ماجہ (حدیث:2776) میں تفصیل دیکھیں۔

نوٹ: یہ غزوہ کب واقع ہوا اس کے بارے میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قال القاضي: قال أكثر أهل السير والأخبار: إن ذلك كان في خلافة عثمان بن عفان – رضي الله عنه – وأن فيها: ركبت أم حرام وزوجها إلى قبرص فصرعت عن دابتها هناك، فتوفيت ودفنت هناك، وعلى هذا يكون قوله: " في زمان معاوية " معناه: في زمان غزوه في البحر لا في أيام خلافته،

قال: وقيل: بل كان ذلك في خلافته، قال: وهو أظهر في دلالة قوله في زمانه

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اکثر اہل سیرت اور اہل اخبار کا کہنا ہے کہ: یہ (غزوۂ بحر) جس کے لیے جنت کی بشارت ہے وہ عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں واقع ہوئی اور اسی جنگ میں حضرت ام حرام اور ان کا خاوند (عبادہ بن صامت) رضی اللہ عنہما قبرص کی طرف سوار ہو کر گئے تھے؛ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا وہیں پر اپنی سواری سے گر گئیں اور ان کی وفات ہو گئی اور وہیں پر انہیں دفن کیا گیا؛ معاویہ کے زمانے میں جنگ کے واقع ہونے کا مقصد یہ ہے کہ معاویہ کے اس دور میں جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے سمندر میں سوار ہو کر جہاد کیا نہ انکی خلافت کے زمانے میں؛ اور یہ بھی کہا گیا کہ یہ جنگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں ہی واقع ہوئی تھی اور الفاظ کا ظاہری معنی یہی بتا رہا ہے.

قال أبو القاسم التيمي رحمۃ اللہ علیہ: « قال علماء السلف: ونشهد أن معاوية من أهل الجنة»

امام ابو القاسم التیمی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: علماء سلف نے فرمایا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اہل جنت میں سے ہیں۔ (الحجة في بيان المحجة ج2ص 282)

امام ابو القاسم تیمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اہل سنت کا اتفاقی نظریہ ذکر فرمایا ہے۔ جو کہ دشمنان معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے قابل فکر بات ہے۔

نوٹ: اتفاقی طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس قافلہ میں موجود تھے جس کے لیے جنت کی بشارت ہے، لہذا انکا جنتی ہونا یقینی ہے۔ بحمد للہ۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن خوشنصیب قابل رشک افراد کو امین اور صادق سمجھتے ہوئے کلام اللہ لکھنے کیلئے منتخب فرمایا ان میں سے خال المؤمنین حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جناب ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: وَمُعَاوِية، تَجْعَلُه كَاتِبًا بَيْنَ يَدَيْكَ؟

”آپ معاویہ کو اپنا کاتب مقرر فرمائیں؟“ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’نَعَمْ‘ ”جی ہاں۔“ (صحيح مسلم: ح: 2501)

ایک روایت میں ہے: وَكَانَ يَكْتُبُ الْوَحْيَ۔

”آپ کاتبِ وحی تھے۔“ (دلائل النبوة للبيهقي رحمه الله: 6/243)

اس روایت میں باقاعدہ وحی کے الفاظ موجود ہیں۔ امام مُعافی بن عمران رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مُعَاوِية، صَاحِبُه، وَصِهْرُهُ، وَكَاتِبُه، وَأَمِينُه عَلٰى وَحْيِ الله

”سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی، آپ کے سالے، آپ کے کاتب اور اللہ کی وحی کے سلسلے میں آپ کے امین تھے۔“

(تاريخ بغداد للخطيب: 1/209، تاريخ ابن عساكر: 59/208، البداية والنهاية لابن كثير: 8/148)

امام ابو منصور معمر بن احمد، اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ اہل حدیث کا اجماعی عقیدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وَأَنَّ مُعَاوِية بْنَ أَبِي سُفْيَانَ كَاتِبُ وَحْيِ الله وَأَمِينُه، وَرَدِيفُ

رَسُولِ اللهِ ﷺ، وَخَالُ الْمُؤْمِنِينَ.

"سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو وحیِ الٰہی کے کاتب و امین ہونے، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سواری پر سوار ہونے اور مؤمنوں کے ماموں ہونے کا شرف حاصل ہے۔"

(الحجة في بيان المحجة:1/248)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"هو واحد من كتاب الوحي"

معاویہ رضی اللہ عنہ وحی لکھنے والوں میں سے ایک تھے۔ (منهاج السنة؛4/442)

اس سے ثابت ہوا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس صادق؛ امین اور بہت قابل اعتماد تھے تبھی تو آپ نے ان کو وحی الہی لکھنے کے لئے منتخب فرمایا اور یاد رکھیں یہ انتخاب رسول اللہ ﷺ نے اپنی مرضی سے نہیں فرمایا ہو گا بلکہ یقینا اللہ کی طرف سے ہی رہنمائی ہو گی۔

معاویہ رضی اللہ عنہ دنیاوی معاملات میں امانتدار اور قوی ہیں

دینی معاملات کی طرح دنیاوی معاملات میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے امین انسان تھے اور ان کے فیصلے عظیم ہوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر مکمل اعتماد تھا اور آپ انہیں امین سمجھتے تھے۔

عَنْ سِمَاكٍ، قَال: سَمِعْتُ عَلْقَمَةَ بْنَ وَائِلٍ يُحَدِّثُ، عَنْ أَبِيهِ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْطَعَهُ أَرْضًا بِحَضْرَمَوْتَ . قَالَ مَحْمُودٌ: أَخْبَرَنَا النَّضْرُ، عَنْ شُعْبَةَ، وَزَادَ فِيهِ: وَبَعَثَ لَهُ مُعَاوِيَةَ لِيُقْطِعَهَا إِيَّاهُ . قَالَ أَبُو عِيسَى: هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سماک فرماتے ہیں میں نے حضرت علقمہ بن وائل رحمۃ اللہ علیہ کو سنا وہ اپنے والد صحابی رسول حضرت وائل رضی اللہ عنہ سے حدیث بیان کر رہے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حضر موت میں ایک زمین بطور جاگیر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا تاکہ وہ زمین انہیں بطور جاگیر دے دیں۔

(امام ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح ہے وصححه الالبانی رحمه الله۔ ح:1382 و رواه ابوداؤد والدارمی وغیرهم)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دنیاوی مسائل میں بھی امین تھے۔

سیدنا عبد اللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے کسی معاملے میں مشورہ طلب کیا جس کا آپ ارادہ رکھتے تھے ان دونوں نے کہا: اللہ اور اس کا رسول، بہتر جانتے ہیں تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "معاویہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ"

'تو جب وہ (معاویہ رضی اللہ عنہ آکر) کھڑے ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس (معاویہ) کو اپنے معاملے میں گواہ بناؤ (اور) اور اپنے معاملہ میں شامل کرو کیونکہ وہ قوی اور امین ہے۔

(مسند البزار:3507،مسند الشاميين:1110وسنده حسن و في سنده نعيم بن حماد وقد تكلم فيه بعض الائمة لكنه حسن الحديث عند الجمهور)

معاویہ رضی اللہ عنہ سچے مؤمن، مسلمان اور قابل تعریف ہیں

قال الحسن ولقد سمعت أَبَا بَكْرَةَ قَالَ: بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ""يَخْطُبُ جَاءَ الْحَسَنُ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ، وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ

حسن بصری نے کہا کہ میں نے ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ حسن رضی اللہ عنہ آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے اور امید ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرا دے گا۔

(رواہ البخاری ح: 7109)

نوٹ: یہ حدیث اتفاقی صحیح ہے اور یہ حدیث کتب شیعہ کے اندر بھی موجود ہے دیکھیں۔

(کشف الغمۃ للاربلی: ج اول ص 528/529، بحار الانوار: ج43، ص298)

اس حدیث کی شرح میں حافظ ابنِ حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

فيها رد على الخوارج الذين كانوا يكفرون عليا ومن معه ومعاوية ومن معه بشهادة النبي صلى الله عليه وسلم للطائفتين بأنهم من المسلمين، ومن ثم كان سفيان بن عيينة يقول عقب هذا الحديث: قوله: " من المسلمين " يعجبنا جدا

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں خوارج پر رد ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی اور معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی تکفیر کرتے ہیں کیونکہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی دی کہ دونوں جماعتیں مسلمان ہیں اسی وجہ سے سفیان بن عیینہ

رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بعد فرماتے تھے کہ: اس میں جو مسلمان کے لفظ ہیں وہ ہمیں بہت پسند ہیں۔

اسی طرح فرمایا:

وفيه فضيلة الإصلاح بين الناس ولا سيما في حقن دماء المسلمين، ودلالة على رأفة معاوية بالرعية، وشفقته على المسلمين، وقوة نظره في تدبير الملك، ونظره في العواقب

اس حدیث میں لوگوں کے بیچ میں صلح کرانے کی فضیلت معلوم ہوئی خصوصی طور پر جب مسئلہ مسلمانوں کے خون کا ہو، اور اس میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی رعیت کے ساتھ نرمی؛ مسلمانوں کی (جانوں) کے حوالے سے ڈر، دور اندیشی خلافت کے حوالے سے اور انکا معاملات کے انجام پر غور و فکر کرنا وغیرہ معلوم ہوا۔(فتح الباری: ج13،ص:84،83)

اس طرح بعض روایات میں مندرجہ ذیل الفاظ ملتے ہیں جو اس مفہوم کو مزید واضح کرتے ہیں۔

أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ""لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَقْتَتِلَ فِئَتَانِ دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک دو جماعتیں (مسلمانوں کی) آپس میں جنگ نہ کرلیں اور دونوں کا دعویٰ ایک ہو گا۔"

(رواه البخاري . ح:3608)

ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا:

(دعواهما واحدة) أي: دينهما واحد

ان دونوں کا دعویٰ ایک ہو گا یعنی دین ایک ہو گا۔(فتح الباری: ج6،ص753)

بعض نے کہا کہ دعویٰ ایک ہونے کا مقصد یہ ہے کہ:

الدعوى واحدة: الخلافة لعلي وحق ولاية الدم لمعاوية

خلافت علی رضی اللہ عنہ کا حق ہے اور عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کی ولایت کا حق معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ہے۔

ایک روایت میں الفاظ ہیں:

لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَقْتَتِلَ فِئَتَانِ عَظِيمَتَانِ يَكُونُ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيمَةٌ، دَعْوَتُهُمَا وَاحِدَةٌ

یعنی ان دونوں لڑنے والی جماعتوں کی دعوت ایک ہی ہو گی۔

(رواہ البخاری ح: 7121)

یعنی: ایمان، اسلام، احکام ومسائل، عقائد و نظریات، اور دیگر سارے دینی معاملات میں دعوت (منہج) ایک ہی ہو گا، یہ الفاظ دشمنان معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے لمحہ فکریہ ہیں اور اس سے پتہ چلا جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے دین، عقیدہ وغیرہ پر اعتراض کرتا ہے وہ گویا کہ حضرت علی اور حسن رضی اللہ عنہما پر ہی اعتراض کرتا ہے کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں جماعتوں کے دین کو ایک قرار دیا ہے۔

اس صلح کے حوالے سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان انتہائی عظیم ہے اور قابل غور ہے۔

وسلّم إليه الحسن بن علي الأمر عام أربعين الذي يقال له العام الجماعة » لاجتماع الكلمة، وزوال الفتنة بين المسلمين .، وهذا الذي

فعله الحسن مما أثنى عليه النبي، كما ثبت في صحيح البخاري وغيره عن أبي بكرة أن النبي قال: « إن ابني هذا سيد سيصلح الله به بين فئتين عظيمتين من المسلمين)،فجعل النبي مما أثنى به على ابنه الحسن، ومدحه أن أصلح الله تعالى به بين فئتين عظيمتين من المسلمين، وذلك حين سلّم الأمر إلى معاوية، وكان قد سار كل منهما إلى الآخر بعساكر عظيمة . فلما أثنى النبي على الحسن بالإصلاح وترك القتال ؛ دل على أن الإصلاح بين تلك الطائفتين كان أحب إلى الله تعالى من فعله، فدل على أن الاقتتال لم يكن مأمورا به، ولو كان معاوية كافرا لم تكن تولية كافر وتسليم الأمر إليه مما يحبه الله ورسوله ؛ بل دل الحديث على أن معاوية وأصحابه كانوا مؤمنين، كما كان الحسن وأصحابه مؤمنين، وأن الذي فعله الحسن كان محمودا عند الله تعالى محبوبا مرضيا له ولرسوله.وهذا كما ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم في الصحيحين من حديث ابي سعيد الخدري رضي الله عنه انه قال تمرق مارقة على حين فرقة من الناس فتقتلهم اولى الطائفتين بالحق وفي لفظ فتقتلهم ادناهم الى الحق فهذا الحديث الصحيح دليل على ان كلا الطائفتين المقتتلتين على و اصحابه ومعاويه و اصحابه علي حق وان عليا واصحابه كانوا اقرب الى الحق من معاوية و اصحابه

چالیس ہجری میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنا معاملہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اسی سال کو عام الجماعت (ایک انجمن جماعت ہونے والا سال) کہا گیا کیونکہ تمام مسلمان ایک بات (یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ پر) متفق ہو گئے اور فتنہ ختم ہو گیا۔ اور یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا وہ کام تھا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف بیان کی ہے جیسا کہ صحیح بخاری شریف کے اندر حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں وضاحت موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے فرمایا میرا یہ بیٹا سردار ہے عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بہت بڑی جماعتوں کے بیچ میں صلح فرمائے گا۔ پس جس کام کی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ثنا اور تعریف بیان کی ان کا وہ کام مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان میں صلح کروانا ہے اور یہ صلح والا معاملہ اس وقت پیش آیا جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنا معاملہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا (اور خود خلافت سے دستبردار ہو گئے) حالانکہ ان میں سے ہر ایک جنگ کے لئے بڑا لشکر لے کر دوسرے کے خلاف پہنچا تھا۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کرنے اور لڑائی کو چھوڑنے کی وجہ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف بیان کی ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ لڑائی کے بنسبت ان دونوں جماعتوں کے بیچ میں صلح کرنا اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب تھا، اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ لڑائی کا حکم (اللہ کی طرف سے) دیا ہوا نہیں تھا، اگر معاویہ کافر ہوتا تو کافر کو ولی (امیر المومنین) مقرر کرنا اور (امت مسلمہ کا معاملہ) اسکے حوالے کرنا کبھی بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب نہیں ہوتا، بلکہ اس حدیث نے دلالت کی کہ جس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مومن ہیں اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی بھی مومن ہیں اور یقیناً وہ کام جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کیا وہ اللہ کے ہاں تعریف شدہ، محبوب اور پسندیدہ کام تھا اسی طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے ہاں بھی،اور یہ بات نبی ﷺ سے ثابت شدہ ہے جیسا کہ صحیحین وغیرہ کے اندر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " مسلمانوں میں افتراق کے وقت تیزی سے ایک گروہ نکلے گا (مسلمانوں کی دو جماعتوں کے بیچ میں سے) دونوں جماعتوں میں سے جو جماعت حق کے زیادہ قریب ہو گی، (وہی) اس (گروہ) کو قتل کرے گی۔ " ایک روایت میں لفظ ہیں ان کو وہی قتل کریں گے جو حق کے زیادہ قریب ہوں گے۔

(فتاوی ابن تیمیة رحمه الله ج 4 ص 235)

نوٹ: مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے بیچ میں سے الگ ہونے والا گروہ خوارج کا ہے اور ان سے علی رضی اللہ عنہ نے جہاد کیا تھا۔

یہ صحیح حدیث دلالت کرتی ہے کہ دونوں لڑنے والی جماعتیں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی، معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی دونوں حق پر ہیں۔ جبکہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حق کے زیادہ قریب ہیں بمقابلہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے، لیکن ہیں دونوں حق پر۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت رحمت والی بادشاہت ہے۔

قال الرسول ﷺ:أول هذا الأمر نبوة ورحمة ثم يكون خلافة ورحمة ثم يكون ملكا ورحمة

یعنی: (اس امت میں اقتدار سنبھالنے کا آغاز) نبوت اور رحمت کے ساتھ ہو گا اس کے بعد خلافت اور رحمت کا دور شروع ہو گا؛اس کے بعد بادشاہت اور رحمت کا دور آئے گا۔

(رواه الطبرانی رحمه الله فی المعجم الکبیر(ج11 ص88) وذکره الالباني رحمة الله عليه في السلسلة الصحيحة ح:3279)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت میں اقتدار سنبھالنے کا جو معاملہ ہے اس کا پہلا دور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ہے جسے نبوت اور رحمت والا دور کہا گیا اس کے بعد جو دور شروع ہو گا وہ خلافت اور رحمت والا دور ہو گا، یہ خلفاء راشدین کا تیس سالہ دور ہے نیز حدیث کے اس جملہ سے چاروں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت برحق ثابت ہوئی۔

اس حدیث میں دور خلافت کے بعد جس دور کا تذکرہ ہے اس کو بادشاہت اور رحمت والا دور کہا گیا اور اس سے مراد معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور ہے مذکورہ حدیث کے اس حصے نے ثابت کر دیا کہ معاویہ کی بادشاہت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رحمت والی بادشاہت ہے اور محمود و تعریف شدہ ہے۔ الحمدللہ

یہ حدیث لمحہ فکریہ ہے ان افراد کے لیے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت پر اعتراضات کرتے ہیں۔

اس حدیث کی وضاحت میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اِتفق العلماء على أن معاوية أفضل ملوك هذه الأمة, فإن الأربعة قبله كانوا خلفاء نبوة, وهو أول الملوك, كان ملكه ملكا ورحمة كما جاء في الحديث (يكون الملك نبوة ورحمة ثم تكون خلافة ورحمة ثم يكون ملك ورحمة ثم ملك وجبرية ثم ملك عضوض) ,وكان في ملكه من الرحمة والحلم ونفع المسلمين ما يعلم أنه كان خيرا من ملك غيره, وأما من قبله فكانوا خلفاء نبوة

علماء متفق ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اس امت کے تمام بادشاہوں میں افضل ترین ہیں جو ان سے پہلے چار گزرے ہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء تھے جبکہ معاویہ پہلے بادشاہ ہیں اور ان کی بادشاہت رحمت والی بادشاہت تھی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ (اس امت میں) ملک (اقتدار) سب پہلے نبوت اور رحمت والا ہے پھر خلافت اور رحمت والا شروع ہو گا پھر بادشاہت اور رحمت والا دور شروع ہو گا (یہ اس وقت تک اور اس کے بعد اتنے بادشاہوں تک سلسلہ چلے گا جتنا اللہ چاہے گا) اسکے بعد پھر بادشاہت اور ظلم والا دور شروع ہو گا اسکے بعد پھر بادشاہت اور دوسروں کو کچلنے، روندنے والا (یعنی ظلم وبربریت کا دور) آئے گا۔

آگے شیخ الاسلام نے فرمایا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت میں جو رحمت، بردباری اور مسلمانوں کے لیے جو منفعت موجود تھی وہ دلالت کرتی ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت تمام بادشاہوں سے اعلی ہے، ہاں جو ان سے پہلے چار (حکمران) تھے (یعنی خلفاء راشدین وہ معاویہ سے ہر اعتبار سے افضل تھے) وہ تو خلفاء نبوت تھے۔

(فتاوی شیخ الاسلام الجزء الرابع ص 248)

امام ابن آبی العز الحنفي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

أول ملوك المسلمين معاوية وهو خير ملوك المسلمين

معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے سب سے پہلے اور بہترین بادشاہ تھے۔

(شرح العقيدة الطحاوية (ص 722)

اس حوالے سے دیگر کئی اہل علم صحابہ وغیرہ کی گواہیاں اس مسئلے میں موجود ہیں جن کا تفصیلی بیان آگے آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

معاویہ رضی اللہ عنہ بھی حق پر ہیں

عن أبي سعيد الخدري ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: تَمْرُقُ مارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ المُسْلِمِينَ، يَقْتُلُها أوْلى الطّائِفَتَيْنِ بالحَقّ

مفہوم حدیث: ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہو جائے گا تو ان (مسلمانوں کی دونوں اختلاف کرنے والی جماعتوں) کے بیچ میں سے ایک گروہ نکلے گا اور اس گروہ کے ساتھ جو مسلمانوں کی جماعت لڑائی کرے گی وہ حق کے زیادہ قریب ہو گی۔ (صحيح مسلم ح:2458)

اس حدیث کا مزید واضح مفہوم صحیح ابن حبان وغیرہ کے اندر موجود ہے؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يكونُ في أمَّتي فِرقتانِ تمرُقُ بيْنَهما مارقةٌ تقتُلُها أَوْلى الطّائفتَيْنِ بالحقِّ

مفہوم حدیث: میری امت میں دو گروہ ہو جائینگے پھر ان دونوں گروہوں کے درمیان میں سے ایک الگ گروہ نکلے گا پھر اس خارجی (نکلنے والا گروہ) سے جو جماعت لڑائی کرے گی، (یعنی) پھر اس (مسلمانوں کی دو جماعتوں کے بیچ سے) نکلنے والے (گروہ) سے جو مسلمان (جماعت) لڑائی کرے گی وہ حق کے زیادہ قریب ہو گی۔

(صحيح ابن حبان بترتيب بلبان الفارسی ح:6744)

اسی طرح ابن حبان میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں:

عن أبي سعيد الخدري أن نبي الله ﷺ ذكر ناسا يكونون في فرقة من الناس سيماهم التحليق هم من شرار الناس أو هم من شر الخلق تقتلهم أدنى

الطائفتين إلى الحق

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کا تذکرہ کیا جو اس وقت پیدا ہوں گے جب لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا آپ نے فرمایا ان کی نشانی ٹنڈ ہو گی وہ سب سے برے انسان ہیں یا وہ سب سے بری مخلوق ہیں (مسلمانوں کی) دو جماعتوں میں سے انہیں جو قتل کرے گا وہ حق کے زیادہ قریب ہو گا۔(رواہ ابن حبان ح:6749)

مذکورہ اتفاقی صحیح احادیث سے پتہ چلا کہ ایک وقت آئے گا جس میں مسلمانوں کی دو جماعتیں ہو جائینگی؛ ان دو جماعتوں سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعتیں ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ روایت کی وضاحت کرتے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

افتراق يقع بين المسلمين، وهو الافتراق الذي كان بين علي و معاوية رضي الله عنهما

یعنی: مسلمانوں کے بیچ میں ہونے والے اختلاف سے مراد حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے بیچ میں ہونے والا اختلاف ہے۔

جو گروہ ان کے بیچ سے نکلا وہ خوارج کا گروہ ہے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کی دو جماعتوں میں سے جو جماعت ان سے الگ ہونے والے گروہ یعنی خوارج سے لڑائی کرے گی وہ حق کے زیادہ قریب ہو گی بنسبت دوسری جماعت کے اور خوارج سے لڑائی کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جیسا کہ بخاری شریف میں وضاحت موجود ہے۔

يخرجون على حين فرقة من الناس ". قال أبو سعيد: فأشهد أني سمعت هذا الحديث من رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأشهد أن علي بن أبي



طالب قاتلهم و أنا معه

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں گواہی دیتا ہوں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس (مسلمانوں کے بیچ سے نکلنے والے تیسرے گروہ) سے لڑائی کی اور میں اس کے ساتھ تھا۔(رواہ البخاری: ح:3610)

اہم ترین نوٹ:

اس حدیث میں صراحت سے وضاحت ہے کہ اختلاف کرنے والی مسلمانوں کی دونوں جماعتیں حق پر ہونگیں بس فرق صرف اتنا ہو گا کہ ان میں سے ایک جماعت حق کے زیادہ قریب ہو گی اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت ہے، جیسے ایک کمرے میں دو بندے کسی ٹیوب لائٹ کے سامنے بیٹھیں ایک قریب ہو اور دسرا کچھ دور ہو لیکن ہیں دونوں روشنی میں کوئی اندھیرے میں نہیں، نیز اس حدیث سے پتہ چلا کہ دونوں جماعتیں مسلمان اور مؤمن ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی وضاحت میں فرمایا:

فهذا الحديث الصحيح دليل على ان كلا الطائفتين المقتتلتين على و اصحابه ومعاويه واصحابه علي حق وان عليا واصحابه كانوا اقرب الى الحق من معاوية و اصحابه

یہ صحیح حدیث دلالت کرتی ہے کہ دونوں لڑنے والی جماعتیں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء اور معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء دونوں حق پر ہیں۔ جبکہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حق کے زیادہ قریب ہیں بمقابلہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے، لیکن ہیں دونوں حق پر۔ (فتاوی ابن تیمیة رحمه الله ج 4 ص 235)

اسی طرح شیخ الاسلام نے فرمایا:

قَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ عَنْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّهُ قَالَ: «تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِنْ الْمُسْلِمِينَ تَقْتُلُهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ» وَهَذَا الْحَدِيثُ يَتَضَمَّنُ ذِكْرَ الطَّوَائِفِ الثَّلَاثَةِ، وَيُبَيِّنُ أَنَّ الْمَارِقِينَ نَوْعٌ ثَالِثٌ لَيْسُوا مِنْ جِنْسِ أُولَئِكَ؛ فَإِنَّ طَائِفَةَ عَلِيٍّ أَوْلَى بِالْحَقِّ مِنْ طَائِفَةِ مُعَاوِيَةَ

اس حدیث میں تین قسم کی جماعتوں کا تذکرہ ہے اور اس حدیث میں وضاحت ہے کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں سے نکلنے والا تیسرا گروہ ان کی جنس سے نہیں ہے (یعنی حق پر نہیں جبکہ وہ دونوں مسلمانوں کی جماعتیں حق پر ہیں) جبکہ یقینی طور پر علی رضی اللہ عنہ کی جماعت حق کے زیادہ تر قریب ہے، بنسبت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے۔ (الفتاوی/3/444)

معزز قارئین کرام! یہ حدیث روافض اور نیم روافض افراد کے لیے لمحہ فکریہ ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دل میں کینہ، دشمنی اور نفرت رکھتے ہیں اور انہیں خارج عن الحق تصور کرتے ہیں. نعوذ باللہ۔

اہم ترین نوٹ:

مذکورہ روایت اتفاقی صحیح ہے اور یہ روایت کتب شیعہ کے اندر بھی موجود ہے چنانچہ شیعہ معتبر ترین عالم باقر مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں:

وقد رواه الحميدي في الحديث الرابع من المتفق عليه من مسند ابى سعيد الخدري في حديث ذي الثدية وأصحابه الذين قتلهم علي بن أبي طالب بالنهروان قال: قال رسول الله ﷺ: تمرق مارقة عند فرقة من المسلمين يقتلها أولى الطائفتين بالحق

چوتھی متفق علیہ (اتفاقی صحیح) حدیث جس کو حمیدی نے روایت کیا ہے مسند ابو سعید

الخذری رضی اللہ عنہ سے اس حدیث میں پستان والے (خارجی) شخص اور ان کے ساتھیوں کا تذکرہ ہے جن کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نہروان جگہ پر قتل کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کے اختلاف کے وقت ایک گروہ مسلمانوں سے الگ ہو جائے گا اور جو جماعت اس گروہ سے لڑے گی وہ دونوں جماعتوں میں سے حق کے زیادہ قریب ہو گی۔

(بحار الانوار طبع جدید ج 32 ص 349 طبع قدیم ج 32 ص310 المجلد السادس عشر)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہادی اور مہدی بدعاء محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

عن عبد الرحمن بن أبي عميرة – وكان من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم – عن النبي صلى الله عليه وسلم، أنه قال لمعاوية: " اللهم اجعله هاديا مهديا، واهد به." حكم الحديث: صحيح

حضرت عبد الرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں کہ؛ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: اے اللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہدایت دینے والا بنانا اور اسے ہدایت یافتہ بنانا اور اسکو ذریعہ ہدایت بنا۔

(رواه الترمذي 3842 و احمد 17895 وغيرهما وصححه الالباني رحمة الله في الصحيحة: 1969)

قال الطيبي رحمة الله عليه: ولا ارتياب أن دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم مستجاب فمن كان حاله هذا فكيف يرتاب فی حقه

امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول کی گئی تھی، جس شخص کا یہ (اعلی ترین) حال ہے (جس کے ہادی مہدی ہونے کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم دعا گو ہوں) تو اس کے (ایمان، اسلام اور سچے ہونے) کے بارے میں شک کیسے کیا جا سکتا ہے؟؟ (شرح المشکوٰۃ للطیبی ص326 ج 7)

معزز قارئین کرام! جب ایک اعلیٰ ظرف انسان سیرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطالعہ کرتا ہے تو اس پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ یقینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی ہے، آپ ہدایت یافتہ اور مرتے دم تک دین حنیف پر قائم تھے۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے اپنے کاتب کے لئے یہ بھی مانگا کہ اے اللہ! اس

کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دینا، تو یہ دعا بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں مقبول ہے۔ اس عظیم اسلامی جرنیل کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے کئی لوگوں کو ہدایت سے ہمکنار کیا، جس کی گواہی پورا عالم اسلام اور تاریخ اسلام ہے۔ خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ فتوحات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں واقع ہوئیں اور کئی ایک ممالک اسلامی سلطنت کے اندر داخل ہوگئے اور کئی لوگوں کے لئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہدایت کا سبب بنے۔

نوٹ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے پناہ محبت اور ہمدردی تھی تبھی تو معاویہ کے لیے آپ نے یہ بہت پیاریں اور عظیم دعائیں فرمائیں ; یہ دعائیں دشمنان معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے لمحہ فکریہ ہیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین نہ ماننے والا گمراہ ہے۔

جب امت نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو (41) ہجری میں اتفاقی طور پر امیر المومنین تسلیم کر لیا تو اسکے بعد کسی مسلمان کے لئے ان کی خلافت یا ذات پر اعتراض کرنا درست نہیں ہے؛ مخالفت کرنے والا اجماع امت کا منکر اور گمراہی کے راستے پر چل رہا ہے۔

مسلمانوں کے تمام فرقوں کے ہاں اجماع امت ایک حجت قاطعہ ہے اور اجماع حق پر ہی ہو سکتا ہے۔

عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما ان النبی ﷺ قال: إن الله لا يجمع أمتي أو قال أمة محمد صلى الله عليه وسلم على ضلالة ،و في رواية لا يجمعُ اللهُ أمَّتي على ضلالةٍ أبدًا، ويدُ اللهِ على الجماعةِ

رسول ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو یا محمد ﷺ کی امت کو کبھی بھی گمراہی پر متفق نہیں کرے گا۔

(رواه الترمذي: ح: 2167 وصححه الالبانی رحمه الله والحاکم ح: 398)

ایک روایت میں اس طرح کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔

إن الله قد أجار أمتي من أن تجتمع على ضلالة

بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کو اس بات سے محفوظ کر لیا ہے کہ وہ کبھی بھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی۔

(رواه ابن ابی عاصم فی السنة وذكره الالباني رحمة الله في الصحيحة و قال حسن بمجموع طرقه: 1331)

قال الامام ابن كثير في ترجمة معاوية رضي الله عنه:"وأجمعت

الرعايا على بيعته في سنة إحدى وأربعين...فلم يزل مستقلاً بالأمر في هذه المدة إلى هذه السنة التي كانت فيها وفاته، والجهاد في بلاد العدو قائم، وكلمة الله عالية، والغنائم ترد إليه من أطراف الأرض، والمسلمون معه في راحة وعدل، وصفح وعفو

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا (41)ہجری میں تمام رعایا (مسلمان، حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سمیت) معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر متفق ہو گئی، مستقل یہ معاملہ چلتا رہا یہاں تک کہ ان کی وفات ہوئی، انکی حکومت میں دشمن ممالک کے ساتھ جہاد جاری تھا، اللہ کا کلمہ بلند تھا، زمین کے گرد ونواح سے غنیمتیں لوٹ رہیں تھیں سارے مسلمان معاویہ کے دور میں انکے ساتھ راحت، سکون، عدل وانصاف، درگزری ومعافی والی زندگی گزار رہے تھے۔

(البداية والنهاية 122/8)

جب خلافت کے مسئلہ پر کسی شخص پر اتفاق ہو جاتا ہے تو اس اتفاق سے اللہ راضی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان شیعہ کی معتبر کتاب نہج البلاغہ وغیرہ میں موجود ہے۔

وَ إِنَّمَا اَلشُّورَى لِلْمُهَاجِرِينَ وَ اَلْأَنْصَارِ فَإِنِ اِجْتَمَعُوا عَلَى رَجُلٍ وَ سَمَّوْهُ إِمَاماً كَانَ ذَلِكَ لِلَّهِ رِضاً

بے شک مجلس شوریٰ مہاجرین اور انصار صحابہ سے مل کر بنتی ہے پس اگر وہ کسی بندے پر جمع ہو جائیں اور اسے اپنا امام مقرر کر لیں تو اس میں اللہ کی رضامندی ہوتی ہے۔

(نهج البلاغة:ص383 بتحقيق صبحى صالح)

معزز قارئین کرام! مذکورہ عبارت کو بار بار پڑھیں اور اندازہ لگائیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں جس شخص پر سارے لوگ اور مہاجر وانصار صحابہ متفق ہو جائیں اور اسے اپنا خلیفہ مقرر فرمالیں تو اس سے اللہ راضی ہوتا ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر

مہاجرین، انصار، اہل بیت اور پوری امت متفق ہو گئی لہذا یقینی طور پر ان کی خلافت سے رب العالمین راضی ہیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ اور انکا خاندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب خاندانوں میں سے تھا

قَالَ عَبْدَانُ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ، أَخْبَرَنَا يُونُسُ، عَنْ الزُّهْرِيِّ، حَدَّثَنِي عُرْوَةُ، أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: جَاءَتْ هِنْدٌ بِنْتُ عُتْبَةَ، قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا كَانَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ مِنْ أَهْلِ خِبَاءٍ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ يَذِلُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ، ثُمَّ مَا أَصْبَحَ الْيَوْمَ عَلَى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَهْلُ خِبَاءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ، أَنْ يَعِزُّوا مِنْ أَهْلِ خِبَائِكَ، قَالَ: وَأَيْضًا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ

عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (اسلام لانے کے بعد) حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں یا رسول اللہ! روئے زمین پر کسی گھرانے کی ذلت کرنا آپ کے گھرانے کی ذلت سے زیادہ میرے لیے خوشی کا باعث نہیں تھی لیکن آج (اسلام قبول کرنے کے بعد) کسی گھرانے کی عزت روئے زمین پر آپ کے گھرانے کی عزت سے زیادہ میرے لیے خوشی کی باعث نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (میں بھی) اسی طرح (تمہارے خاندان سے محبت کرتا ہوں) اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ (رواہ البخاری: ح:3825)

نوٹ: سیدہ ہند رضی اللہ عنہا معاویہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

قال ابن التين: فيه تصديق لها فيما ذكرته، كأنه رأى أن المعنى: وأنا أيضا بالنسبة إليك مثل ذلك

محدث ابن تین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:



اس روایت میں تصدیق ہے اس بات کی جو حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے کہی گویا کہ ابن تین کا مقصد ہے کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا) ہاں میں بھی اسی طرح آپ کے خاندان سے محبت کرتا ہوں۔

نوٹ: اس حدیث کے دیگر مفہوم بھی بیان کیے گئے ہیں لیکن یہ مفہوم بھی معتبر ہے۔

معزز قارئین کرام! یہ محبت کیوں نہ ہو؟؟؟

جناب ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا گھرانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سسرال تھا کیونکہ آپ کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں۔

اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے والد ابو سفیان رضی اللہ عنہ آپ کے بہت قریبی رشتے دار بھی ہیں۔

ابو سفیان رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔

ابو سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

اسی طرح نبی مکرم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ نسب یہ ہے۔

محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑدادا اور جناب ابو سفیان رضی اللہ عنہ کے پڑدادا آپس میں بھائی تھے جو عبد مناف کے بیٹے تھے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ حساب وکتاب کے عالم ہیں اور عذاب سے نجات یافتہ ہیں

عن العرباض بن سارية السلمي قال سمعت رسول الله ﷺ يقول: اللَّهمَّ علِّمْ مُعاوِيَةَ الكتابَ والحِسابَ، وقِهِ العذابَ

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ! معاویہ رضی اللہ عنہ کو حساب وکتاب کا علم عطا فرمانا اور اسے عذاب سے نجات دینا۔

(صحيح ابن حبان: 7210 أخرجه في صحيحه ورواه أحمد: 17152 وذكره الألباني رحمه الله تعالىٰ في الصحيحه ح: 3227)

نوٹ: آپ ﷺ کی یہ دعا بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بہت ہی قریبی اور محبوب رشتے داروں میں سے تھے، اور بفضل اللہ رسول ﷺ کی یہ دعا بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول ہوئی اور وہ علم قرآن اور علم حساب میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ (اول جیش) حدیث کی وجہ سے جنتی اور عذاب سے نجات یافتہ ہیں۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے والا ملعون ہے۔

عن عبداللہ بن عباس: رضی اللہ عنهما مرفوعاً: من سبَّ أصحابي، فعليه لعنةُ اللهِ و الملائكةِ و النّاسِ أجمعين

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میرے کسی بھی صحابی کو گالی دیتا ہے، پس اس پر اللہ؛ ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

(ذکرہ السیوطی رحمہ اللہ فی جامع الصغیر ح: 8715 ورواہ الطبرانی رحمہ اللہ (ج1 ص 173/174) وذکرہ الألباني رحمہ اللہ فی السلسلة الصحيحة: 2340)

اسی طرح یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها، قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا تسبوا أصحابي، لعن الله من سب أصحابي

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے صحابہ کو گالی مت دو، اللہ اس پر لعنت کرے جو میرے صحابہ کو گالی دیتا ہے۔

(الطبراني في ((المعجم الأوسط)) (94/5) (4771). قال الهيثمي في ((مجمع الزوائد)) (24/10): رجاله رجال الصحيح غير علي بن سهل وهو ثقة.)

نوٹ: مذکورہ احادیث سے پتہ چلا کہ جو شخص معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی بھی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتا ہے وہ ملعون ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ دین کو قائم رکھنے والے ہونگے اور ان کے دور میں دین مضبوط رہے گا

عن جابر بن سمرة قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا يزال هذا الدين قائما حتى يكون عليكم اثنا عشر خليفة، كلهم تجتمع عليه الأمة فسمعت كلاما من النبي صلى الله عليه وسلم لم أفهمه، قلت لأبي: ما يقول؟ قال: كلهم من قريش

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: یہ دین (اپنی اصل شکل وحالت میں) قائم رہے گا یہاں تک کہ تم پر بارہ خلیفہ ہوں گے، ان میں سے ہر ایک پر امت اتفاق کرے گی پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی بات سنی جسے میں سمجھ نہیں سکا میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپ نے کیا فرمایا؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: یہ سارے خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔

(رواه ابو داؤد. ح4279 وصححه الالباني رحمة الله عليه)

مسلم شریف کے اندر اس روایت میں الفاظ ہیں۔

لَا يَزَالُ الْإِسْلَامُ عَزِيزًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً " . ثُمَّ قَالَ كَلِمَةً لَمْ أَفْهَمْهَا، فَقُلْتُ لِأَبِي: مَا قَالَ؟ فَقَالَ: " كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ

مفہوم حدیث: اسلام مضبوط رہے گا بارہ خلیفوں تک پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی بات سنی جسے میں سمجھ نہیں سکا میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: یہ سارے خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔

(مسلم: 1822 و رواه ابن حبان 6671 بترتيب بلبان الفارسي)

(حدیث:7223) بخاری میں الفاظ ہیں (یکون اثنا عشر امیرا) بارہ امیر (حکمران) ہونگے۔۔۔۔ آگے ہے وہ سارے قریشی ہونگے۔

طبرانی مستدرک حاکم وغیرہ کے اندر الفاظ ہیں کہ ان بارہ خلیفوں کے دور میں دین صالح (نقص وعیب اور بدعات سے پاک) رہے گا۔

نوٹ: مذکورہ احادیث سے پتہ چلا کہ اس امت میں بارہ قریشی حکمران آئیں گے اور ان پر پوری امت محمدیہ متفق ہو جائے گی اور انکے دور میں دین مضبوط رہے گا اور بدعات و خرافات سے پاک رہے گا یاد رہے کہ تاریخ اسلام گواہ ہے، عظیم قریشی شہزادے امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ پر پوری امت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سمیت متفق ہو گئی اور یقیناً ان کے دور میں اسلام غالب مضبوط رہا بہت زیادہ فتوحات نصیب ہوئیں۔

اور احادیث کے مطابق جو حکمران دین کو قائم رکھے گا اس کے لیے بڑے فضائل ہیں۔

صحیح بخاری اور دیگر کتب کے اندر حدیث ہے سات بندے قیامت کے دن عرش کے سائے کے نیچے ہوں گے ان میں سے ایک عادل حکمران ہے۔ (البخاری: ح6806)

اللہ رب العالمین نے نیک اور اپنے پسندیدہ حکمران کی جو اوصاف حمیدہ قرآن مقدس کے اندر بیان فرمائے ہیں وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اندر مکمل اعتبار سے پائی جاتی ہیں۔

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۗ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾

یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جما دیں (یعنی حکومت دیں) تو یہ پوری پابندی سے نمازیں قائم کریں گے اور زکوٰتیں دیں گے اور اچھے کاموں کا حکم کریں گے اور برے کاموں سے روکیں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے ہاں ہے۔

(سورة الحج: 41)

الحمدللہ مذکورہ سارے اوصاف معاویہ رضی اللہ عنہ کے اندر موجود تھے جیسا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا مسور رضی اللہ عنہ سے ہونے والا ایک دل چسپ مقالہ کتب کے اندر صحیح اسناد کے ساتھ موجود ہے۔

عن عروة: أنَّ المِسْوَرَ بنَ مَخرَمةَ أخبَرَه أنَّه وفَدَ على مُعاويةَ، فقَضى حاجَتَه، ثم خَلا به، فقال: يا مِسوَرُ، ما فَعَلَ طَعنُكَ على الأئِمَّةِ؟ قال: دَعْنا مِن هذا وأحسِنْ. قال: لا واللهِ، لَتُكَلِّمَنِّي بذاتِ نَفْسِكَ بالذي تَعيبُ علَيَّ. قال مِسوَرٌ: فلم أترُكْ شَيئًا أعيبُه عليه إلّا بَيَّنتُ له. فقال: لا أبرَأُ مِن الذَّنبِ، فهل تَعُدُّ لنا يا مِسوَرُ ما نَلي مِنَ الإصلاحِ في أمْرِ العامَّةِ؛ فإنَّ الحَسَنةَ بعَشرِ أمثالِها، أم تَعُدُّ الذُّنوبَ، وتَترُكُ الإحسانَ؟ قال: ما تُذكَرُ إلّا الذُّنوبُ. قال مُعاويةُ: فإنّا نَعتَرِفُ للهِ بكُلِّ ذَنبٍ أذنَبْناه، فهل لكَ يا مِسوَرُ ذُنوبٌ في خاصَّتِكَ تَخْشى أنْ تُهلِكَكَ إنْ لم تُغفَرْ؟ قال: نَعَمْ. قال: فما يَجعَلُكَ اللهُ برَجاءِ المَغفِرةِ أحَقَّ مِنِّي، فواللهِ ما ألي مِنَ الإصلاحِ أكثَرَ ممّا تَلي، ولكنْ -واللهِ- لا أُخيَّرُ بيْنَ أمرَيْنِ بيْنَ اللهِ وبَينَ غَيرِه، إلّا اختَرتُ اللهَ على ما سِواه، وإنِّي لَعَلى دِينٍ يُقبَلُ فيه العَمَلُ ويُجزى فيه بالحَسَناتِ، ويُجزى فيه بالذُّنوبِ، إلّا أنْ يَعفُوَ اللهُ عنها. قال: فخَصَمَني. قال عُروةُ: فلم أسمَعِ المِسوَرَ ذَكَرَ مُعاويةَ إلّا صلّى عليه.

جناب مسور رضی اللہ عنہ کے ذہن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کچھ خدشات

تھے حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے وہ سارے بیان کر دیے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں اپنے آپ کو گناہوں سے پاک نہیں سمجھتا اسکے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

اے مسور! کیا لوگوں کی اصلاح کے حوالے سے جو کام ہم کر رہے ہیں وہ آپ شمار نہیں کرتے؟؟ بے شک نیکی تو دس گنا بڑھتی ہے؛ کیا آپ صرف ہمارے گناہ ہی شمار کرتے ہیں؟ اور نیکیوں کو چھوڑ دیتے ہیں! اسکے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے ہم اللہ کے سامنے ہر اس گناہ کا اعتراف کرتے ہیں جو ہم نے کیا ہے۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگے کہ، کیا آپ کے بھی ایسے کوئی خاص گناہ ہیں کہ اگر آپ کو معاف نہیں کیے گئے تو آپ ہلاک ہو جائیں؟ مسور رضی اللہ عنہ کہنے لگے جی ہاں؛ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اے مسور!! وہ کون سی چیز ہے جس کی وجہ سے آپ اللہ کی بخشش میں مجھ سے زیادہ امیدوار بن رہے ہیں؟ (اور مجھے محروم کر رہے ہیں؟) اللہ کی قسم میں اصلاح کی آپ سے زیادہ کوشش کرتا ہوں اللہ کی قسم مجھے اختیار نہیں دیا جاتا دو کاموں کے بیچ ایک میں اللہ کی رضامندی اور دوسرے کام میں مخلوق کی رضامندی ہوتی ہے تو میں وہی کام اختیار کرتا ہوں جس میں اللہ کی رضامندی ہوتی ہے شاید میں ایسے دین میں ہوں جس میں عمل قبول کیا جاتا ہے اور نیکیوں کا بدلہ دیا جاتا ہے اور گناہوں کا بھی مگر یہ کہ اللہ ان کو معاف کر دے۔

(سير أعلام النبلاء ۳/۱۵۱ رجاله ثقات قال الشيخ شعيب الارناؤط رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح یہ اثر تاریخ بغداد (ج1 ص576) وغیرہ میں بھی موجود ہے)

حضرت مسور رضی اللہ عنہ کہنے لگے وہ بحث میں مجھ پر غالب آ گئے۔

جناب عروہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اس کے بعد جب بھی میں نے مسور رضی اللہ عنہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے سنا تو ضرور ان کے لیے بخشش کی دعائیں کرتے۔

کچھ اسناد کے اندر یہ الفاظ بھی ملتے ہیں۔

قال معاوية: فأنا أحتسب كل حسنة عملتها بأضعافها , وأوازي أمورا عظاما لا أحصيها ولا تحصيها من عمل الله: في إقامة صلوات المسلمين , والجهاد في سبيل الله عز وجل , والحكم بما أنزل الله تعالى , والأمور التي لست تحصيها , وإن عددتها لك , فتفكر في ذلك

قال المسور: ((فعرفت أن معاوية قد خصمني حين ذكر لي))قال عروة فلم يسمع المسور بعد ذلك يذكر معاوية إلا استغفر له

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ؛ جناب مسور رضی اللہ عنہ کو کہنے لگے: میں اللہ تعالیٰ میں امید کرتا ہوں کہ مجھے نیکی کا بڑھا چڑھا کر اجر دیا جائے گا اور میں نے (اللہ کے لیے) بڑے کام کیے ہیں جن کو نہ میں شمار کر سکتا ہوں نہ ہی آپ، جیسے مسلمانوں میں نماز کو قائم کروانا، اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے کرنا اور دیگر کام جن کو آپ شمار نہیں کرتے، اگر میں آپ کے سامنے انکا تذکرہ کروں اور گنوائوں لہذا آپ اس حوالے سے غور فکر کریں (یعنی میری نیکیوں کو بھول جاتے ہو اور میری کوتاہیوں کو ذکر کرتے ہو).

حضرت مسور رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بحث میں مجھ پر غالب آ گئے۔

جناب عروہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسکے بعد جب بھی میں مسور رضی اللہ عنہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے سنتا تھا تو ہمیشہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بخشش کی دعائیں فرماتے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ من جانب اللہ منتخب شدہ شخصیات میں سے ہیں

عن عبد الله بن مسعود قال: إن الله نظر في قلوب العباد، فوجد قلب محمد صلى الله عليه وسلم خير قلوب العباد، فاصطفاه لنفسه، فابتعثه برسالته، ثم نظر في قلوب العباد بعد قلب محمد، فوجد قلوب أصحابه خير قلوب العباد، فجعلهم وزراء نبيه يقاتلون على دينه

بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کے دلوں کو دیکھا پھر اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کے دلوں میں سے سب سے افضل دل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو پایا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی ذات کے لیے منتخب فرمایا اور اسے اپنا رسول مبعوث کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو دیکھا پھر تمام لوگوں کے دلوں میں سے افضل دل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں کو پایا پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی کا وزیر مقرر کیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی خاطر لڑتے ہیں۔

(رواہ احمد وحسنہ الارناؤط ؛3600)

نوٹ: یہ بات ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو گی اسکو مرفوع حکمی کہتے ہیں۔

نوٹ: مذکورہ اثر سے پتہ چلا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہ عظیم جماعت ہیں جس کا انتخاب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خود فرمایا اور انکے دلوں کی سچائی دیکھ کر انہیں اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی بنایا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمل کو کوئی بھی بعد والا نہیں پہنچ سکتا۔

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه، قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا تسبوا أصحابي ؛ فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا، ما بلغ مد أحدهم، ولا نصيفه

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میرے صحابہ کرام کو گالیاں مت دینا اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کر لے پھر بھی صحابہ کے خرچ کیے ہوئے ایک مد یا آدھے مد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

(رواه البخاري رحمه الله: 3673)

نوٹ: ایک مد میں تقریباً آدھا کلو ہوتا ہے۔

نوٹ: اس حدیث سے پتہ چلا کہ صحابہ کے کیے گئے عمل کی اللہ کے ہاں اتنی بڑی فضیلت ہے کہ اس درجہ پر کوئی بعد والا نہیں پہنچ سکتا اسی وجہ سے محدث معافی بن عمران سے پوچھا گیا کہ عمر بن عبد العزیز افضل ہیں یا معاویہ رضی اللہ عنہ ؟

معافی بن عمران رحمۃ اللہ علیہ نے سوال پوچھنے والے سے فرمایا:

كَانَ مُعَاوِيَةُ أَفْضَلَ مِنْ سِتِّمِائَةٍ مِثْلِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جیسے چھ سو افراد سے بھی افضل ہیں۔

(السنة لابی بکر الخلال: 435/2، وسنده صحيح)

لہذا ثابت ہوا کہ انبیاء کے بعد شرف میں دنیا کا کوئی انسان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا نہیں ہو سکتا۔

معاویہ رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں شامل تھے جن کی عبادت کو اور دل کی سچائی کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے فخر محسوس کیا تھا

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى حَلْقَةٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ مَا أَجْلَسَكُمْ قَالُوا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللَّهَ قَالَ آللَّهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَاكَ قَالُوا وَاللَّهِ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذَاكَ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ وَمَا كَانَ أَحَدٌ بِمَنْزِلَتِي مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقَلَّ عَنْهُ حَدِيثًا مِنِّي وَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلَى حَلْقَةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَقَالَ مَا أَجْلَسَكُمْ قَالُوا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللَّهَ وَنَحْمَدُهُ عَلَى مَا هَدَانَا لِلْإِسْلَامِ وَمَنَّ بِهِ عَلَيْنَا قَالَ آللَّهِ مَا أَجْلَسَكُمْ إِلَّا ذَاكَ قَالُوا وَاللَّهِ مَا أَجْلَسَنَا إِلَّا ذَاكَ قَالَ أَمَا إِنِّي لَمْ أَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَكُمْ وَلَكِنَّهُ أَتَانِي جِبْرِيلُ فَأَخْبَرَنِي أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُبَاهِي بِكُمْ الْمَلَائِكَةَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نکل کر مسجد میں ایک حلقے (والوں) کے پاس سے گزرے، انہوں نے کہا: تمہیں کس چیز نے یہاں بٹھا رکھا ہے؟ انہوں نے کہا: ہم اللہ کا ذکر کرنے کے لیے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے کہا: کیا اللہ کو گواہ بنا کر کہتے ہو کہ تمہیں اس کے علاوہ اور کسی غرض نے نہیں بٹھایا؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس کے علاوہ اور کسی وجہ سے نہیں بیٹھے، انہوں نے کہا؛ دیکھو، میں نے تم پر کسی تہمت کی وجہ سے قسم نہیں دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میری حیثیت کا کوئی شخص ایسا نہیں جو حدیث بیان کرنے میں مجھ سے کم ہو، (اس کے باوجود اپنے یقینی علم کی بنا پر میں تمہارے سامنے یہ حدیث بیان کر رہا ہوں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر اپنے ساتھیوں کے

ایک حلقے کے قریب تشریف لائے اور فرمایا: "تم کس غرض سے بیٹھے ہو؟" انہوں نے کہا: ہم بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد کر رہے ہیں کہ اس نے اسلام کی طرف ہماری رہنمائی کی، اس کے ذریعے سے ہم پر احسان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم اللہ کو گواہ بنا کر کہتے ہو کہ تم صرف اسی غرض سے بیٹھے ہو؟" انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس کے سوا اور کسی غرض سے نہیں بیٹھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں نے تم پر کسی تہمت کی وجہ سے تمہیں قسم نہیں دی، بلکہ میرے پاس جبریل آئے اور مجھے بتایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے سے فرشتوں کے سامنے فخر کا اظہار فرما رہا ہے۔ (رواہ مسلم 6857)

ملاحظہ: اس روایت سے پتہ چلا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کا ذکر اور عبادت اس قدر مبارک تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دیکھ کر ملائکہ کے سامنے فخر کا اظہار کیا تھا۔

نیز رسول ﷺ کا معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ پر بے تحاشہ اعتبار تھا تبھی تو فرمایا تھا میں نے تمہارے دل میں موجود سچائی پر شک کرتے ہوئے قسم نہیں لی تھی تو معلوم ہوا کہ جس شخص کے دل کی سچائی اور صداقت اللہ اور رسول ﷺ کے ہاں مسلم ہو تو آج کا نیم رافضی اور رافضی اسے کچھ نہیں کر سکتا۔

نوٹ: رسول اللہ ﷺ اپنے جن ساتھیوں کے پاس آئے اور انہیں یہ فرمایا تھا، ان میں معاویہ رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں، یہاں صرف ایک بات کرنے کا ادبی انداز اختیار کیا گیا ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَلَ عَلَى أَصْحَابِهِ، فَقَالَ: " أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ، وَتَرَاصُّوا، فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے اپنی صفوں کو کو برابر کرو اور مل جاؤ بے شک میں تمہیں اپنے پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

(رواہ أحمد:12884)

ان صحابہ میں انس رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں جیسا کہ انہی سے مروی روایت میں وضاحت موجود ہے۔

حَدَّثَنَا أَنَسٌ، قَالَ: أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَجْهِهِ، فَقَالَ: "أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَتَرَاصُّوا فَإِنِّي أَرَاكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز کے لیے تکبیر کہی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا منہ ہماری طرف کیا اور فرمایا کہ اپنی صفیں برابر کر لو اور مل کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا ہوں۔ (رواہ البخاری:719)

اس کی دوسری مثال یہ روایت ہے؛

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: "نَعَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَصْحَابِهِ النَّجَاشِيَّ، ثُمَّ تَقَدَّمَ فَصَفُّوا خَلْفَهُ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو نجاشی کے وفات کی خبر سنائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ گئے اور لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صفیں بنالیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مرتبہ تکبیر کہی۔ (رواہ البخاری:1318)

ان صحابہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی داخل ہیں جیسا کہ بخاری شریف میں انہی سے مروی روایت موجود ہے؛

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ:"نَعَى لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّجَاشِيَّ صَاحِبَ الْحَبَشَةِ يَوْمَ الَّذِي مَاتَ فِيهِ، فَقَالَ: اسْتَغْفِرُوا

لِأَخِيكُمْ

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے (بادشاہ) نجاشی کی وفات کی خبر دی، اسی دن جس دن اس کا انتقال ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کرو۔ (رواه البخاري 1327)

لہٰذا مذکورہ احادیث کے سیاق سے پتا چلا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اس جماعت کے اندر داخل تھے۔ واللہ اعلم

معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دنیاو آخرت کے کامیابی کی ایک بے مثال دعا

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ قَالَ فَجَاءَ فَحَطَأَنِي حَطْأَةً وَقَالَ اذْهَبْ وَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ هُوَ يَأْكُلُ قَالَ ثُمَّ قَالَ لِيَ اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ هُوَ يَأْكُلُ فَقَالَ لَا أَشْبَعَ اللَّهُ بَطْنَهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ،: میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا، کہا: آپ آئے اور میرے دونوں شانوں کے درمیان اپنے کھلے ہاتھ سے ہلکی سی ضرب لگائی (مقصود پیار کا اظہار تھا) اور فرمایا: " جاؤ، میرے لیے معاویہ کو بلالاؤ۔ " میں نے آپ سے آکر کہا: وہ کھانا کھارہے ہیں۔ آپ نے دوبارہ مجھ سے فرمایا: " جاؤ، معاویہ کو بلالاؤ۔ " میں نے پھر آکر کہا: وہ کھانا کھارہے ہیں، تو آپ نے فرمایا: " اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے۔

(رواہ مسلم۔ ح:6628)

اس روایت میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں اللہ اس کے پیٹ کو نہ بھرے یہ الفاظ معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بیان کر رہے ہیں کیونکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو ان احادیث کے بعد لائے ہیں جن کے الفاظ ہیں۔

اللَّهُمَّ إِنَّما أنا بَشَرٌ، فأيُّما رَجُلٍ مِنَ المُسْلِمِينَ سَبَبْتُهُ، أوْ لَعَنْتُهُ، أوْ جَلَدْتُهُ، فاجْعَلْها له زَكاةً ورَحْمَةً. وفي روايةٍ: عَنِ النبيِّ ﷺ، مِثْلَهُ، إلّا أنَّ فيه زَكاةً وأَجْرً

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میں انسان ہوں جس بھی مسلمان شخص کو میں نے برا بھلا بولا؛ یا اس پر لعنت کی یا اسے سزا

دی تو اس کو اس کے لئے گناہوں سے کفارہ اور رحمت بنادے ایک روایت میں ہے کہ اس کے لیے اجر بنادے۔ (صحیح مسلم: 2601)

اسی طرح یہ واقعہ بھی مسلم شریف میں اسی ضمن میں موجود ہے:

قال حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَتْ عِنْدَ أُمِّ سُلَيْمٍ يَتِيمَةٌ وَهِيَ أُمُّ أَنَسٍ فَرَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَتِيمَةَ فَقَالَ آنْتِ هِيَهْ لَقَدْ كَبِرْتِ لَا كَبِرَ سِنُّكِ فَرَجَعَتْ الْيَتِيمَةُ إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تَبْكِي فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مَا لَكِ يَا بُنَيَّةُ قَالَتْ الْجَارِيَةُ دَعَا عَلَيَّ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنِّي فَالْآنَ لَا يَكْبَرُ سِنِّي أَبَدًا أَوْ قَالَتْ قَرْنِي فَخَرَجَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مُسْتَعْجِلَةً تَلُوثُ خِمَارَهَا حَتَّى لَقِيَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَدَعَوْتَ عَلَى يَتِيمَتِي قَالَ وَمَا ذَاكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ زَعَمَتْ أَنَّكَ دَعَوْتَ أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنُّهَا وَلَا يَكْبَرَ قَرْنُهَا قَالَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ شَرْطِي عَلَى رَبِّي أَنِّي اشْتَرَطْتُ عَلَى رَبِّي فَقُلْتُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَرْضَى كَمَا يَرْضَى الْبَشَرُ وَأَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ فَأَيُّمَا أَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِي بِدَعْوَةٍ لَيْسَ لَهَا بِأَهْلٍ أَنْ يَجْعَلَهَا لَهُ طَهُورًا وَزَكَاةً وَقُرْبَةً يُقَرِّبُهُ بِهَا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یتیم لڑکی تھی اور یہی (ام سلیم رضی اللہ عنہا) ام انس بھی کہلاتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو

دیکھا تو فرمایا: """تو وہی لڑکی ہے، تو بڑی ہو گئی ہے! تیری عمر (اس تیزی سے) بڑی نہ ہو""" وہ لڑکی روتی ہوئی واپس حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس گئی، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے پوچھا: بیٹی! تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے خلاف دعا فرمادی ہے کہ میری عمر زیادہ نہ ہو، اب میری عمر کسی صورت زیادہ نہ ہو گی، یا کہا: اب میرا زمانہ ہر گز زیادہ نہیں ہو گا، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جلدی سے دوپٹہ لپیٹتے ہوئے نکلیں، حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: "ام سلیم! کیا بات ہے؟" حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کے نبی! کیا آپ نے میری (پالی ہوئی) یتیم لڑکی کے خلاف دعا کی ہے؟ آپ نے پوچھا: "یہ کیا بات ہے؟" حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ کہتی ہے: آپ نے دعا فرمائی ہے کہ اس کی عمر زیادہ نہ ہو، اور اس کا زمانہ لمبا نہ ہو، (حضرت انس رضی اللہ عنہ نے) کہا: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے، پھر فرمایا: "ام سلیم! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے اپنے رب سے پختہ عہد لیا ہے، میں نے کہا: میں ایک بشر ہی ہوں، جس طرح ایک بشر خوش ہوتا ہے، میں بھی خوش ہوتا ہوں اور جس طرح بشر ناراض ہوتے ہیں میں بھی ناراض ہوتا ہوں۔ تو میری امت میں سے کوئی بھی آدمی جس کے خلاف میں نے دعا کی اور وہ اس کا مستحق نہ تھا تو اس دعا کو قیامت کے دن اس کے لیے پاکیزگی، گناہوں سے صفائی اور ایسی قربت بنا دے جس کے ذریعے سے تو اسے اپنے قریب فرمالے۔ (رواہ مسلم: 6627)

اس حدیث کے حوالے سے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

قد فهم مسلم رحمه الله من هذا الحديث أن معاوية لم يكن مستحقا للدعاء عليه، فلهذا أدخله في هذا الباب.

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث سے یہی سمجھیں ہیں کہ حضرت معاویہ اس بد دعا کے کبھی بھی مستحق نہیں تھے تبھی اس روایت کو اس باب کے اندر ذکر فرمایا ہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ " البداية والنهاية " میں حضرت معاویہ بن أبي سفیان رضی اللہ عنہما کے ترجمے میں بہت ہی خوبصورت ترین بات فرماتے ہیں:

وقد انتفع معاوية بهذه الدعوة في دنياه وأخراه ؛ أما في دنياه: فإنه لما صار إلى الشام أميراً، كان يأكل في اليوم سبع مرات يجاء بقصعة فيها لحم كثير وبصل فيأكل منها، ويأكل في اليوم سبع أكلات بلحم، ومن الحلوى والفاكهة شيئاً كثيراً، ويقول: والله ما أشبع وإنما أعيا، وهذه نعمة ومعدة يرغب فيها كل الملوك

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یقیناً معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس دعا سے دنیا اور آخرت میں فائدہ لیا ہے؛

دنیا میں فائدہ یوں لیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ جب شام کے امیر بنے تھے تو آپ ایک دن میں سات مرتبہ کھاتے تھے، انکے سامنے ایک بہت بڑا تھال لایا جاتا تھا جس میں بہت زیادہ گوشت اور پیاز ہوتا تھا پھر آپ اس سے کھاتے تھے اور آپ دن میں سات مرتبہ گوشت کھاتے تھے اور بہت زیادہ مٹھائی اور پھل کھاتے تھے اور کہتے تھے: اللہ کی قسم میرا پیٹ نہیں بھرتا میں کھا کھا کے تھک جاتا ہوں اور یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے کہ اس طرح کا معدہ انسان کے پاس ہو جس کے لیے بادشاہ شوق رکھتے اور ترستے ہیں۔

نوٹ: اس میں جو بات ہے کہ آپ دن میں سات مرتبہ کھاتے تھے یہ ابن کثیر نے کہی ہے۔ لیکن باسند صحیح معاویہ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔ واللہ اعلم

اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس دعا سے اخروی فائدہ بھی حاصل کیا۔۔۔ چنانچہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وأما في الآخرة: فقد أتبع مسلم هذا الحديث بالحديث الذي رواه البخاري وغيرهما من غير وجه عن جماعة من الصحابة .أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " اللهم إنما أنا بشر فأيما عبد سببته أو جلدته أو دعوته عليه وليس لذلك أهلاً فاجعل ذلك كفارةً وقربة تقربه بها عندك يوم القيامة

یعنی آخرت میں فائدہ اس طرح لیا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس حدیث کے بعد ذکر کیا ہے جس کو بخاری وغیرہ نے بھی کئی اسناد سے کئی صحابہ کرام سے روایت کیا ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ میں ایک انسان ہوں جس کو بھی میں نے دنیا میں برا بھلا کہا ہے یا سزا دی ہے یا بد دعا دی ہے اور وہ اس کا اہل نہیں ہے تو اس بد دعا کو اس کے لیے گناہوں کا کفارہ بنا دے اور اس کو قیامت کے دن تیرے پاس قریب ہونے کا سبب بنا دینا۔

اسی طرح یہ بات بھی یاد رکھیں کہ عرب ان الفاظ کو غیر ارادی طور پر استعمال کرتے ہیں اصل معنی مراد نہیں ہوتا جس کے لیے کئی مثالیں احادیث میں موجود ہیں

مثلاً:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: اجْتَمَعَتْ غُنَيْمَةٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، ابْدُ فِيهَا، فَبَدَوْتُ إِلَى الرَّبَذَةِ فَكَانَتْ تُصِيبُنِي الْجَنَابَةُ فَأَمْكُثُ الْخَمْسَ وَالسِّتَّ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَبُو ذَرٍّ، فَسَكَتُّ، فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ أَبَا ذَرٍّ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ، فَدَعَا لِي

بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ فَجَاءَتْ بِعُسٍّ فِيهِ مَاءٌ فَسَتَرَتْنِي بِثَوْبٍ وَاسْتَتَرْتُ بِالرَّاحِلَةِ وَاغْتَسَلْتُ فَكَأَنِّي أَلْقَيْتُ عَنِّي جَبَلًا، فَقَالَ: الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلَى عَشْرِ سِنِينَ، فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَأَمِسَّهُ جِلْدَكَ فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ بکریاں جمع ہو گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو ذر! تم ان بکریوں کو جنگل میں لے جاؤ، چنانچہ میں انہیں ہانک کر مقام ربذہ کی طرف لے گیا، وہاں مجھے جنابت لاحق ہو جایا کرتی تھی اور میں پانچ پانچ چھ چھ روز یوں ہی رہا کرتا، پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ نے فرمایا: ابو ذر! میں خاموش رہا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری ماں تم پر روئے، ابو ذر! تمہاری ماں کے لیے بربادی ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے ایک کالی لونڈی بلائی، وہ ایک بڑے پیالے میں پانی لے کر آئی، اس نے میرے لیے ایک کپڑے کی آڑ کی اور (دوسری طرف سے) میں نے اونٹ کی آڑ کی اور غسل کیا، (غسل کر کے مجھے ایسا لگا) گویا کہ میں نے اپنے اوپر سے کوئی پہاڑ ہٹا دیا ہو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کے لیے وضو (کے پانی کے حکم میں) ہے، اگرچہ دس برس تک پانی نہ پائے، جب تم پانی پا جاؤ تو اس کو اپنے بدن پر بہالو، اس لیے کہ یہ بہتر ہے۔ (رواہ ابو داؤد:332)

اس روایت میں جو بد دعا ہے وہ غیر ارادی طور پر ہے۔ اس طرح کئی ایک مثال کتب احادیث میں موجود ہیں۔

جلیل القدر صحابیِ رسول حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور عدالت کے حوالے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خیالات

جلیل القدر صحابی ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کا موقف

سعيد بن عبد العزيز: عن إسماعيل بن عُبيد الله، عن قيس بن الحارث، عن الصنابحي، عن أبي الدرداء، قال: ما رأيت أشبه صلاة برسول الله من أميركم هذا، يعني معاوية

ترجمہ: میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جس کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتی ہو تمہارے اس امیر یعنی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے۔

(سیر اعلام النبلاء ج4 ص 297)

اس واقعہ کو امام سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ (الفوائد المنتقاۃ: ص67) پر نقل کرتے ہیں اور الشیخ غلام مصطفی ظہیر اس کی سند کو صحیح کہتے ہیں۔

اہل بیت کے عظیم شہزادے حبر الامۃ سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا موقف

عن عبدالله بن أبي مليكة: قِيلَ لِابْنِ عَبّاسٍ: هلْ لكَ في أَمِيرِ المُؤْمِنِينَ مُعاوِيَةَ، فإنَّه ما أوْتَرَ إلّا بواحِدَةٍ؟ قالَ: أصابَ، إنَّه فقِيهٌ.

ترجمہ: عبد اللہ بن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ آپ کا کیا خیال ہے؟ معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں وہ ایک رکعت وتر پڑھتے ہیں! تو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انہوں نے درستگی (حق) کو پالیا یقیناوہ (معاویہ رضی اللہ عنہ) تو فقیہ ہیں۔

(رواہ البخاری ح:3765)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہت بڑا اعتماد رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے انکے ہاتھ پر بیعت کی اور انہیں امیر المومنین تسلیم فرمایا۔اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ایک دعائیں فرمائی جن کا تذکرہ ذیل میں ہے۔

(1) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: ضَمَّنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَدْرِهِ، وَقَالَ: " اللَّهُمَّ عَلِّمهُ الْحِكمَةَ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور کہا اے اللہ! اسے حکمت و دانائی کا علم عطا فرما۔ (رواہ البخاری: 3756)

(2) اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " اللَّهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ ". اے اللہ! اس کو دین میں سمجھداری (فقاہت) عطا فرما۔ (رواہ البخاری: 143)

(3) اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " اللَّهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ ". اے اللہ! (ابن عباس رضی اللہ عنہما کو) کتاب یعنی قرآن مجید کا علم عطا فرما۔ (رواہ البخاری:75)

(4) اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" عَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ ". اے اللہ! اس کو تفسیر قرآن کا علم دے۔ (مسند احمد:2397)

نوٹ: معزز قارئین کرام مذکورہ دعاؤں پر غور فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم الامت وفقیہ الامت، مفسر و قارئ قرآن اور اہل بیت کے عظیم سپوت: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المؤمنین تسلیم کرنا ایک مبارک اور پاکیزہ انتخاب ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما، معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات تک انکی اطاعت و خلافت سے دستبردار نہیں ہوئے بلکہ آخر دم تک انہیں امت محمدیہ کا امین، محافظ اور امیر مانتے رہے۔ رضی اللہ عنہما۔ اور انہوں نے

کیا ہی خوب گواہی دی؛فقط یہ گواہی ہی خال المؤمنین رضی اللہ عنہ کے خلاف بولنے والوں کے منہ پر طماچہ ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان عالیشان ہے "ما رأيتُ رجلًا كان أخْلَقَ للمُلكِ من معاويةَ" میں نے ملک (یعنی حکومت اور بادشاہت) کے لیے (خلفاء اربعہ کے بعد) معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ لائق انسان نہیں دیکھا۔

(رواه الامام المحدث عبدالرزاق الصنعانی رحمه الله فی مصنفه 20985 ج11 ص453)

وسنده صحيح)

ذیل میں ہم مذکورہ اثر کے رواۃ کو ذکر کرتے ہیں۔

(1) معمر بن راشد رحمة الله عليه، قال عنه الحافظ ابن حجر رحمة الله عليه: ثقة ثبت فاضل (التقريب: ت6809 ص603)

(2) همام بن منبة رحمه الله، قال عنه الحافظ ابن حجر العسقلانی رحمه الله: ثقة من الرابعة. (التقريب: ت 7317 ص643)

قارئین کرام! ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس گواہی کو بار بار پڑھیں پھر ان لوگوں کے رویے پر غور کریں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خلاف زبان درازی کرتے ہیں؛ جس کو حکیم الامت خلافت کے لیے لائق ترین انسان قرار دیں تو آج کا نیم رافضی انکی ذات و ملوکیت پر طعن کرکے اپنے ہی ایمان کو خراب کر رہا ہے اور بس۔

شہزادۂ اہل بیت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حوالے سے قرآن سے استدلال کرتے تھے۔

ابو مسلم جرمی تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

كُنَّا فِي سَمَرِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: إِنِّي مُحَدِّثُكُمْ بِحَدِيثٍ، لَيْسَ بِسِرٍّ وَّلَا

عَلَانِيةٍ، إِنَّه لَمَّا كَانَ مِنْ أَمْرِ هٰذَا الرَّجُلِ مَا كَانَ، يَعْنِي عُثْمَانَ، قُلْتُ لِعَلِيٍّ: اعْتَزِلْ، فَلَوْ كُنْتَ فِي جُحْرٍ طُلِبْتَ حَتّٰى تُسْتَخْرَجَ، فَعَصَانِي، وَايْمُ اللّٰهِ! لَيَتَأَمَّرَنَّ عَلَيْكُمْ مُعَاوِيةُ، وَذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: ﴿وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ إِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا﴾

ہم ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انھوں نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی بات بیان کرنے والا ہوں کہ جو نہ مخفی ہے اور نہ ظاہر، جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہوا تو میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس معاملے سے دور رہے اگر آپ کسی بل میں بھی ہونگے تو آپ کو خلافت کے لیے تلاش کر کے نکال لیا جائے گا لیکن انہوں نے میری بات نہیں مانی، پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ کی قسم معاویہ رضی اللہ عنہ ضرور تمہارے حکمران بنیں گے اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا﴾

اور جو شخص مظلوم قتل کر دیا جائے، ہم نے اسکے ولی کو اختیار دیا ہے، وہ قتل کرنے میں زیادتی نہ کرے، وہ ضرور مدد کیا جائے گا۔ (الاسراء: 33)

(المعجم الکبیر للطبرانی: 10/320، وسندہ حسن قال الشیخ امن پوری حفظہ اللہ تعالیٰ اسی طرح اس مفہوم کی روایت دوسری سند صحیح کے ساتھ مصنف عبد الرزاق کے اندر بھی موجود ہے دیکھیں المصنف حدیث نمبر: 21894)

اس سے ثابت ہوا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے وارث اور والی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔

جلیل القدر صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں موقف

قال سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه: " ما رأيتُ أحدًا بعد عثمان أقضى بحق من صاحب هذا الباب "يعني معاوية".

مفہوم: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ حق والا فیصلہ کر سکتا ہو۔

(سیر اعلام النبلاء ج4 ص 306 ذکرہ ابن عساکر رحمہ اللہ فی تاریخہ بسندہ الی اللیث ج59 ص 161)

سند کے رواۃ پر کلام پیش ہے۔

(1) لیث بن سعد: قال عنہ الحافظ: ثقة ثبت امام مشهور

(التقریب ت**5684** ص**519**)

(2) بکیر بن عبد اللہ بن الاشج: قال عنہ الحافظ: ثقة

(التقریب ت**760** ص **102**)

(3) بسر بن سعید: قال الحافظ: ثقة جلیل (التقریب ت**666** ص**96**)

نوٹ: اس قول کے اندر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت بیان ہوئی، کیونکہ حق پرستی کے حوالے سے ان کے فیصلے ان کی فضیلت پر واضح دلیل ہیں اور یہ گواہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اور جنتی صحابی حضرت سعد رضی اللہ عنہ دے رہے ہیں۔

جلیل القدر صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں موقف

قَالَ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا بَعْدَ رَسُولِ اللهِ ﷺ أَسْوَدَ مِنْ مُّعَاوِيَةَ

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر سخی اور شان و شوکت والا انسان کوئی نہیں دیکھا۔''

(تاریخ دمشق لابن عساکر: 59/173، وسندہ حسن قال الشیخ امن پوری حفظہ اللہ)

یہاں اسود لفظ استعمال ہوا ہے اسکا معنیٰ ہے سخی، شان و شوکت والا وغیرہ ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور انہیں اپنا اور امتِ محمدیہ کا امیر المؤمنین تسلیم کیا جو کہ بہت ہی بڑا اعتماد ہے۔

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں موقف

عن عروة: أنَّ المِسْوَرَ بنَ مَخرَمةَ أخبَرَه أنَّه وفَدَ على مُعاويةَ، فقَضى حاجَتَه، ثم خَلا به، فقال: يا مِسوَرُ، ما فَعَلَ طَعنُكَ على الأئِمَّةِ؟ قال: دَعْنا مِن هذا وأحسِنْ. قال: لا واللهِ، لَتُكَلِّمَنِّي بذاتِ نَفْسِكَ بالذي تَعيبُ علَيَّ. قال مِسوَرٌ: فلم أترُكْ شَيئًا أعيبُه عليه إلّا بَيَّنتُ له. فقال: لا أبرَأُ مِن الذَّنبِ، فهل تَعُدُّ لنا يا مِسوَرُ ما نَلي مِنَ الإصلاحِ في أمْرِ العامَّةِ؛ فإنَّ الحَسَنةَ بعَشرِ أمثالِها، أم تَعُدُّ الذُّنوبَ، وتَترُكُ الإحسانَ؟ قال: ما تُذكَرُ إلّا الذُّنوبُ. قال مُعاويةُ: فإنّا نَعترِفُ للهِ بكُلِّ ذَنبٍ أذنَبْناه، فهل لكَ يا مِسوَرُ ذُنوبٌ في خاصَّتِكَ تَخْشى أنْ تُهلِكَكَ إنْ لم تُغفَرْ؟ قال: نَعَمْ. قال: فما يَجعَلُكَ اللهُ

برَجاءِ المَغفِرةِ أحَقَّ مِنّي، فواللهِ ما ألي مِنَ الإصلاحِ أكثَرَ ممّا تَلي، ولكنْ – واللهِ– لا أُخيَّرُ بيْنَ أمرَيْنِ بيْنَ اللهِ وبَينَ غَيرِه، إلّا اختَرتُ اللهَ على ما سِواه، وإنّي لَعَلى دِينٍ يُقبَلُ فيه العَمَلُ ويُجزى فيه بالحَسَناتِ، ويُجزى فيه بالذُّنوبِ، إلّا أنْ يَعفُوَ اللهُ عنها. قال: فخَصَمَني. قال عُروةُ: فلم أسمَعِ المِسوَرَ ذَكَرَ مُعاويةَ إلّا صلّى عليه.

جناب مسور رضی اللہ عنہ کے ذہن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کچھ خدشات تھے حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے وہ سارے بیان کر دیے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں اپنے آپ کو گناہوں سے پاک نہیں سمجھتا اسکے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

اے مسور! کیا لوگوں کی اصلاح کے حوالے سے جو کام ہم کر رہے ہیں وہ آپ شمار نہیں کرتے؟ بے شک نیکی تو دس گنا بڑھتی ہے، کیا آپ صرف ہمارے گناہ ہی شمار کرتے ہیں؟ اور نیکیوں کو چھوڑ دیتے ہیں! اسکے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے ہم اللہ کے سامنے ہر اس گناہ کا اعتراف کرتے ہیں جو ہم نے کیا ہے۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگے کہ، کیا آپ کے بھی ایسے کوئی خاص گناہ ہیں کہ اگر آپ کو معاف نہیں کیے گئے تو آپ ہلاک ہو جائیں؟ مسور رضی اللہ عنہ کہنے لگے: جی ہاں؛ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اے مسور! وہ کون سی چیز ہے جس کی وجہ سے آپ اللہ کی بخشش میں مجھ سے زیادہ امیدوار بن رہے ہیں؟ (اور مجھے محروم کر رہے ہیں؟) اللہ کی قسم! میں اصلاح کی آپ سے زیادہ کوشش کرتا ہوں؛ اللہ کی قسم! مجھے اختیار نہیں دیا جاتا دو کاموں کے بیچ، ایک میں اللہ کی رضامندی اور دوسرے کام میں مخلوق کی رضامندی ہوتی ہے تو میں وہی کام اختیار کرتا ہوں جس میں اللہ کی رضامندی ہوتی ہے شاید میں ایسے دین میں ہوں جس میں عمل قبول کیا جاتا ہے اور

نیکیوں کا بدلہ دیا جاتا ہے اور گناہوں کا بھی، مگر یہ کہ اللہ ان کو معاف کر دے۔ حضرت مسور رضی اللہ عنہ کہنے لگے وہ بحث میں مجھ پر غالب آ گئے۔

جناب عروہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اس کے بعد جب بھی میں نے مسور رضی اللہ عنہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے سنا تو ضرور اس کے لیے بخشش کی دعائیں کرتے۔

(سير أعلام النبلاء 151/3، قال الشيخ شعيب الارناؤط رحمة الله عليه: رجاله ثقات،اسی طرح یہ اثر تاریخ بغداد(ج1ص576)وغیرہ میں بھی موجود ہے۔)

کچھ اسناد کے اندر یہ الفاظ بھی ملتے ہیں:

قال معاوية: فأنا أحتسب كل حسنة عملتها بأضعافها , وأوازي أمورا عظاما لا أحصيها ولا تحصيها من عمل الله: في إقامة صلوات المسلمين , والجهاد في سبيل الله عزوجل, والحكم بما أنزل الله تعالى , والأمور التي لست تحصيها , وإن عددتها لك , فتفكر في ذلك.قال المسور: ((فعرفت أن معاوية قد خصمني حين ذكر لي))قال عروة فلم يسمع المسور بعد ذلك يذكر معاوية إلا استغفر له

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جناب مسور رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: میں اللہ تعالیٰ میں امید کرتا ہوں کہ مجھے نیکی کا بڑھا چڑھا کر اجر دیا جائے گا اور میں نے (اللہ کے لیے) بڑے کام کیے ہیں جن کو نہ میں شمار کر سکتا ہوں نہ ہی آپ، جیسے مسلمانوں میں نماز کو قائم کروانا، اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے کرنا اور دیگر کام جن کو آپ شمار نہیں کرتے، اگر میں آپ کے سامنے انکا تذکرہ کروں اور گنوائوں، لہذا آپ اس حوالے سے غور فکر کریں (یعنی میری نیکیوں کو بھول جاتے ہیں اور میری کوتاہیوں کو ذکر کرتے ہیں). حضرت مسور رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بحث میں مجھ پر غالب آ گئے۔

جناب عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسکے بعد جب بھی میں مسور رضی اللہ عنہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے سنتا تھا تو ہمیشہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بخشش کی دعائیں فرماتے۔

نوٹ: اس واقعے پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ ایک غلطی میں مبتلا ہوئے اور انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر کچھ خدشات کا اظہار کیا، مگر انہوں نے اپنی اس غلط فہمی سے فوراً رجوع کیا جب ان کے سامنے حق بات واضح کر دی گئی۔ یہ بات نیم روافض کے لئے لمحہ فکریہ ہے، جن کا کام ہی بن چکا ہے خال المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف زبان درازی کرنا۔ھداھم اللہ

بلاشبہ حکمران بھی انسان ہوتے ہیں، ان سے بھی اسی طرح کوتاہیاں سرزد ہو سکتی ہیں جیسے دوسروں سے ہوتی ہیں، جب وہ اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے ہیں تو بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ان کے لیے بھی بخشش اور رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

اس واقعے کی سند صحیح ہے، تاریخ بغداد میں اسکی سند اس طرح ہے۔

اخبرنا القاضي أبو بكر أحمد بن الحسن الحرشي، قال: أخبرنا أبو العباس محمد بن يعقوب الأصم، قال: حدثنا محمد بن خالد بن خلي الحمصي، قال: حدثنا بشر بن شعيب بن أبي حمزة، عن أبيه، عن الزهري، قال: أخبرني عروة بنْ الزبير

سند میں موجود ہر راوی کے بارے میں تعدیل پیش خدمت ہے:

(1)ابوبکر احمد بن حسن الحرشی: قال الذهبي رحمه الله في ترجمته:

الامام العالم المحدث مسند خراسان (السير ج**13** ص**227** ت**3835**)

(2)محمد بن یعقوب الاصم: قال الذھبی فی ترجمتہ: الامام المحدث مسند العصر رحلۃ الوقت (السیر ص 106 ج12 ت 3501)

(3)محمد بن خالد بن خلی الحمصی: قال الحافظ: صدوق (التقریب ت5844 ص532)

(4)بشر بن شعیب: ثقۃ (التقریب ت688 ص97)

(5)شعیب بن ابی حمزہ الاموی: ثقۃ عابد (التقریب: ت 2798ص 271)

(6)محمد بن مسلم بن شھاب الزھری: قال عنہ الحافظ: الفقیہ الحافظ متفق علی جلالتہ و اتقانہ. (التقریب ت 6296 ص 564)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے موقف

حدثنا أبو موسی، وھلال بن بشر، قالا: ثنا محمد بن خالد بن عثمۃ، أخبرنی سلیمان بن بلال أخبرنی علقمۃ بن أبي علقمۃ، عن أمہ، عن عائشۃ قالت: "ما زال بي ما رأیت من أمر الناس في الفتنۃ حتي إنی لأتمنی أن یزید اللہ عز وجل معاویۃ من عمري في عمرہ

مؤمنوں کی والدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میری ہمیشہ یہ خواہش اور تمنا رہی، جب لوگوں کو میں نے فتنوں میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ میری عمر سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو عطا کرے۔

(کتاب الطبقات لابی عروبۃ الحرانی رحمہ اللہ المکتبۃ الشاملۃ ص: 41، اس کی سند بالکل صحیح ہے۔ شیخ امن پوری حفظہ اللہ نے بھی اسکی سند کو صحیح کہا ہے۔ ماہنامہ السنہ، ستمبر 2017)

نوٹ: ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ خواہش بتاتی ہے کہ فتنوں کی سرکوبی کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کردار مثالی اور عظیم تھا اور آپ فتنوں کے خلاف بڑے ہی ثابت قدم رہے تھے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نظر میں

معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ امیر المؤمنین ملھم من عند اللہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں گورنر (امیر) مقرر فرمایا.

قال الذهبي: حسبك بمن يُؤمَره عمر ثم عثمان على إقليم وهو ثغر فيضبطه، ويقوم به أتم قيام، ويرضي الناس بسخائه وحلمه

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک علاقے کا امیر مقرر کیا اور وہ اس وقت اتنا تجربہ نہیں رکھتے تھے؛ لیکن انہوں نے اس علاقے کو سنبھالا اور اس کا مکمل اعتبار سے خیال کیا اور اپنی سخاوت بردباری کے ساتھ لوگوں کو راضی رکھا۔

(سير أعلام النبلاء: 3 / 132)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ امیر مقرر کرنے کے حوالے سے بڑے ہی ذہین اور عادل ترین انسان تھے، جیسا کہ ان کا فرمان ہے:

اللهُمَّ إِنِّي أُشْهِدُكَ عَلَى أُمَرَاءِ الْأَمْصَارِ، وَإِنِّي إِنَّمَا بَعَثْتُهُمْ عَلَيْهِمْ لِيَعْدِلُوا عَلَيْهِمْ، وَلِيُعَلِّمُوا النَّاسَ دِينَهُمْ، وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَقْسِمُوا فِيهِمْ فَيْئَهُمْ، وَيَرْفَعُوا إِلَيَّ مَا أَشْكَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ أَمْرِهِمْ

اے اللہ! میں شہروں کے گورنروں کے بارے میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میں نے

لوگوں پر انھیں صرف اس لیے مقرر کر کے بھیجا کہ وہ ان سے انصاف کریں اور لوگوں کو ان کے دین اور ان کے نبی ﷺ کی سنت کی تعلیم دیں اور ان کے اموال فئ ان میں تقسیم کریں اور اگر لوگوں کے معاملات میں انھیں کوئی مشکل پیش آئے تو اسے میرے سامنے پیش کریں۔ (ذکرہ مسلم رحمه الله في صحيحه ح1258)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے امراء کو چھان بین اور تحقیق کاملہ کے بعد ہی گورنر مقرر فرماتے اور جن افراد کو لائق سمجھتے تھے انہی کو مقرر فرماتے۔

قال شيخ الإسلام ابن تيمية: " وعمر من أعلم الناس بأحوال الرجال، وأحذقهم في السياسة وأبعد الناس عن الهوى، لم يول في خلافته أحدا من أقاربه، وإنما كان يختار للولاية من يراه أصلح لها، فلم يول معاوية إلا وهو عنده ممن يصلح للإمارة

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے حالات کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے اور سیاسی امور میں سب سے زیادہ ذہین تھے اور اور خواہشات نفسانی سے سب سے زیادہ دور تھے اپنے دورِ خلافت میں کسی بھی اپنے قریبی رشتہ دار کو والی مقرر نہیں کیا، یقیناً وہ تو والی (امیر یا گورنر) صرف اسی کو مقرر کرتے تھے، جس کو وہ لائق سمجھتے تھے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی اسی وجہ سے انہوں نے امیر مقرر کیا کہ وہ انہیں لائق سمجھتے تھے۔

(منهاج السنة ج6 ص239)

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اہل بیت کے عظیم شہزادوں سیدنا حسن و حسین ابنائے علی رضی اللہ عنہم کی نظر میں

ان دونوں شہزادوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین، امت کا محافظ اور

امت کی رہنمائی کرنے والا تسلیم کرتے ہوئے انکے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ بہت ہی بڑا اعتماد ہے جو دشمنانِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی اصلاح کے لیے بہت بڑا پیغام ہے۔ یقیناً حسنین کریمین اور جنتی شہزادے رضی اللہ عنہما ایک امین، امت مسلمہ کے خیر خواہ اور سچے مسلمان انسان کے ہاتھ پر ہی بیعت کر سکتے ہیں۔

اس حوالے سے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان انتہائی عظیم ہے۔

قال: (وسلّم إليه الحسن بن علي الأمر عام أربعين الذي يقال له العام الجماعة » لاجتماع الكلمة، وزوال الفتنة بين المسلمين .، وهذا الذي فعله الحسن مما أثنى عليه النبي، كما ثبت في صحيح البخاري وغيره عن أبي بكرة أن النبي قال: « إن ابني هذا سيد سيصلح الله به بين فئتين عظيمتين من المسلمين)،فجعل النبي مما أثنى به على ابنه الحسن، ومدحه أن أصلح الله تعالى به بين فئتين عظيمتين من المسلمين، وذلك حين سلّم الأمر إلى معاوية، وكان قد سار كل منهما إلى الآخر بعساكر عظيمة . فلما أثنى النبي على الحسن بالإصلاح وترك القتال ؛ دل على أن الإصلاح بين تلك الطائفتين كان أحب إلى الله تعالى من فعله، فدل على أن الاقتتال لم يكن مأمورا به، ولو كان معاوية كافرا لم تكن تولية كافر وتسليم الأمر إليه مما يحبه الله ورسوله ؛ بل دل الحديث على أن معاوية وأصحابه كانوا مؤمنين، كما كان الحسن وأصحابه مؤمنين، وأن الذي فعله الحسن كان محمودا عند الله تعالى محبوبا مرضيا له ولرسوله.وهذا

كما ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم في الصحيحين من حديث ابي سعيد الخدري رضي الله عنه انه قال تمرق مارقة على حين فرقة من الناس فتقتلهم اولى الطائفتين بالحق وفي لفظ فتقتلهم ادناهم الى الحق فهذا الحديث الصحيح دليل على ان كلا الطائفتين المقتتلتين على و اصحابه ومعاويه واصحابه علي حق وان عليا واصحابه كانوا اقرب الى الحق من معاوية و اصحابه.

چالیس ہجری میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنا معاملہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اسی سال کو عام الجماعت کہا گیا کیونکہ تمام مسلمانوں کا کلمہ (معاویہ رضی اللہ عنہ پر) متفق ہو گیا اور فتنہ ختم ہو گیا۔ اور یہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا وہ کام تھا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف بیان کی ہے، جیسا کہ صحیح بخاری شریف کے اندر حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کی مروی روایت میں وضاحت موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بہت بڑی جماعتوں کے بیچ میں صلح فرمائے گا۔

پس جس کام کی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ثنا اور تعریف بیان کی ان کا وہ کام مسلمانوں کی دو جماعتوں کے بیچ میں صلح کروانا ہے۔ اور صلح والا معاملہ اس وقت پیش آیا جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنا معاملہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا (اور خود خلافت سے دستبردار ہو گئے) حالانکہ ان میں سے ہر ایک جنگ کے لئے بڑا لشکر لے کر دوسرے کے خلاف پہنچا تھا۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کرنے اور لڑائی کو چھوڑنے کی وجہ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی تعریف بیان کی ہے تو اسے معلوم ہوا

کہ لڑائی کے بنسبت ان دونوں جماعتوں کے بیچ میں صلح کرنا اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب تھا، اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ لڑائی کا حکم (اللہ کی طرف سے) دیا ہوا نہیں تھا، اگر معاویہ رضی اللہ عنہ کافر ہوتا تو کافر کو ولی (امیر المؤمنین) مقرر کرنا اور (امت مسلمہ کا معاملہ) اسکے حوالے کرنا کبھی بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب نہیں ہوتا۔ بلکہ اس حدیث نے دلالت کی کہ جس طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی مؤمن ہیں، اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی بھی مؤمن ہیں اور یقیناً وہ کام جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کیا، اللہ کے ہاں تعریف شدہ، محبوب اور پسندیدہ کام تھا، اسی طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بھی۔ اور یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ ہے، جیسا کہ صحیحین وغیرہ کے اندر حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مسلمانوں میں افتراق کے وقت تیزی سے ایک گروہ نکلے گا (مسلمانوں کی دو جماعتوں کے بیچ میں سے) دونوں جماعتوں میں سے جو جماعت حق کے زیادہ قریب ہوگی، (وہی) اس (گروہ) کو قتل کرے گی۔" ایک روایت میں لفظ ہیں ان کو وہی قتل کریں گے جو حق کے زیادہ قریب ہوں گے۔

یہ صحیح حدیث دلالت کرتی ہے کہ دونوں لڑنے والی جماعتیں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی، معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی دونوں حق پر ہیں۔ جبکہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حق کے زیادہ قریب ہیں بمقابلہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے۔ (فتاوی ابن تیمیة رحمه الله ج 4 ص 235)

اسی طرح حسنین کریمین رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے وظائف وصول فرماتے تھے۔

وروى الأصمعي قال: وفد الحسن وعبد الله بن الزبير على معاوية فقال

للحسن: مرحبا وأهلا بابن رسول الله، وأمر له بثلاثمائة ألف . وقال لابن الزبير: مرحبا وأهلا بابن عمة رسول الله وأمر له بمائة ألف.

حسن رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما وفد کی صورت میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، حسن رضی اللہ عنہ سے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا "مرحبًا" خوش آمدید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے اور ان کے لیے تین لاکھ دینے کا اعلان کیا اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے بھی فرمایا خوش آمدید "مرحبًا" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کے بیٹے اور انہیں ایک لاکھ دینے کا حکم دیا۔ (تاریخ دمشق ج 59ص 194 وذکرہ الآجری وغیرہ فی الشریعۃ)

نوٹ: یہ وظائف وصول کرنا بتاتا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں مؤمن اور مسلمان تھے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ سلف کی نظر میں

امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت اور فضیلت کے بارے میں سلف صالحین کے کئی اقوال موجود ہیں ہم ان میں سے چند اہم اور ثابت شدہ کا تذکرہ کرتے ہیں۔

1- امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ترجمہ میں فرماتے:

"وأجمعت الرعايا على بيعته في سنة إحدى وأربعين...فلم يزل مستقلاً بالأمر في هذه المدة إلى هذه السنة التي كانت فيها وفاته، والجهاد في بلاد العدو قائم، وكلمة الله عالية، والغنائم ترد إليه من أطراف الأرض، والمسلمون معه في راحة وعدل، وصفح وعفو".

اکتالیس ہجری میں تمام رعایا (مسلمان؛ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سمیت) معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر متفق ہوگئے؛ مستقل یہ معاملہ چلتا رہا یہاں تک کہ ان کی وفات ہوئی؛ انکی حکومت میں دشمن ممالک کے ساتھ جہاد جاری تھا، اللہ کا کلمہ بلند تھا، زمین کے گردونواح سے غنیمتیں لوٹ رہیں تھیں سارے مسلمان معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں انکے ساتھ راحت، سکون، عدل وانصاف، درگزری ومعافی والی زندگی گزار رہے تھے۔ (البداية والنهاية 122/8)

2- شیخ الاِسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"واتفق العلماء على أن معاوية أفضل ملوك هذه الأمة، فإن الأربعة قبله كانوا خلفاء نبوة، وهو أول الملوك، كان ملكه ملكاً ورحمة..وَكَانَ فِي مُلْكِهِ مِنْ الرَّحْمَةِ وَالْحُلْمِ وَنَفْعِ الْمُسْلِمِينَ مَا يُعْلَمُ أَنَّهُ كَانَ خَيْرًا مِنْ مُلْكِ غَيْرِهِ

علماء متفق ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اس امت کے سب سے افضل بادشاہ ہیں جبکہ ان سے پہلے جو چار خلفاء راشدین تھے وہ نبوت کے نہج پر تھے؛ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت میں رحمت؛ بردباری اور مسلمانوں کے لیے جو بہترین منافع تھے جس کی کسی دوسرے بادشاہ کی زندگی میں مثال نہیں ملتی۔ (مجموع الفتاوی 478/4)

3- محدث تابعی ابو اسامہ حماد بن اسامہ رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

ان سے پوچھا گیا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ زیادہ فضیلت والے ہیں یا عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ؟ تو انہوں نے فرمایا:

أَصْحَابُ رَسُولِ اللهِ ﷺ لَا يُقَاسُ بِهِمْ أَحَدٌ۔

"رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام سے کسی کا بھی موازنہ نہیں کیا جا سکتا"

(الشريعة للآجري: 2011، جامع بيان العلم وفضله لابن عبد البرّ: 2/229، وسنده صحيحٌ قال الشيخ امن پوری حفظه الله).

4- امام النووي رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

وأما معاوية رضي الله عنه فهو من العدول الفضلاء والصحابة النجباء رضي الله عنه. وأما الحروب التي جرت فكانت لكل طائفة شبهة اعتقدت تصويب أنفسها بسببها وكلهم عدول رضي الله عنهم ومتأولون في حروبهم وغيرها، ولم يخرج شيء من ذلك أحداً منهم عن العدالة لأنهم مجتهدون اختلفوا في مسائل من محل الاجتهاد كما يختلف المجتهدون بعدهم في مسائل من الدماء وغيرها ولا يلزم من ذلك نقص أحد منهم

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ عادلوں اور فاضلوں میں سے ہیں اور چنے

ہوئے صحابہ میں سے ہیں رضی اللہ عنہ۔ جبکہ وہ جنگیں جو ان کے بیچ میں واقع ہوئی تھیں اس حوالے سے ہر جماعت کے پاس ایک شبہ تھا اور اس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو درست سمجھتا تھا؛ سارے کے سارے صحابہ عادل ہیں اللہ ان سے راضی ہو وہ تو اپنی جنگوں اور دیگر اختلافی امور کے حوالے سے متؤل (تاویل کرنے والے) تھے اس وجہ سے ان میں سے کوئی عدالت کے درجے سے نہیں گر سکتا کیونکہ وہ سارے مجتہد ہیں اور ان کا اختلاف اسی نوعیت کا ہے جس طرح کے بعد میں مجتہدین نے کئی ایک مسائل میں اختلاف کیا ہے جن مسائل کا تعلق خون کے ساتھ ہے لیکن ان پر نقص یا عیب نہیں ہوتا۔

(تحت حدیث رقم 6165 بدایة کتاب الفضائل، شرح النووي على صحيح مسلم ج7ص4)

5- محدث المعافی بن عمران الموصلی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

وقد سئل: أيهما أفضل معاوية أم عمر بن عبد العزيز؟ فغضب، وقال للسائل: "تجعل رجلًا من الصحابة مثل رجل من التابعين، معاوية صاحبه وصهره وكاتبه وأمينه على وحي الله"

محدث معافی بن عمران سے پوچھا گیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ؟؟؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ غصے میں آگئے اور کہنے لگے کہ آپ کسی تابعی کو صحابی کے درجے پر کیسے پہنچا سکتے ہیں؟؟؟ معاویہ رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں اور آپکے سسرال والوں میں سے ہیں آپ کے کاتب وحی الٰہی کے امین ہیں۔

(تاريخ بغداد للخطيب: 1/209، تاريخ ابن عساكر: 59/208، البداية والنهاية لابن كثير: 8/148، وسندهٗ صحيحٌ قال الشيخ امن پوری)

6-امام الذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف: معاویہ رضی اللہ عنہ کے ترجمے میں فرماتے ہیں:

أمیر المؤمنین ملک الاسلام

معاویہ رضی اللہ عنہ تمام مؤمنین کے امیر اور اور اسلامی بادشاہ ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء: ج4ص285)

نیز فرمایا:حسبك بمایؤمره عمر ثم عثمان علي اقلیم وهو ثغر فیضبطه ویقوم به أتم قیامه ویرضی الناس بسخائه وحلمه

بس معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کو حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے کسی خطے کا امیر مقرر کیا حالانکہ اس وقت وہ اتنا تجربہ نہیں رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے اس خطے کو مکمل باضابطہ بنایا اور اس کو مکمل طور پر سنبھالا اور لوگوں کو راضی رکھا اپنی سخاوت اور بردباری کے ساتھ۔۔۔(سیر اعلام النبلاء: ج4 ص294)

7-علامہ، ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ (اول جیش حدیث) پر بحث فرماتے لکھتے ہیں:

وَفِيه فَضْلٌ لِّمُعَاوِية رَحِمَه الله، إِذْ جَعَلَ مَنْ غَزَا تَحْتَ رَايَتِه مِنَ الْـأَوَّلِينَ، وَرُؤْيَا الْـأَنْبِيَاءِ، صَلَوَاتُ الله عَلَيهِمْ، وَحْيٌ۔

"اس حدیث میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (بوحیِ الٰہی) ان کی سرپرستی میں جہاد کرنے والوں کو اولین (جنتی گروہ) قرار دیا ہے اور انبیائے کرام کے خواب وحی ہی ہوتے ہیں۔" (التمهید:1/235)

8-امام حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

واتفق أهل السنة على وجوب منع الطعن على أحد من الصحابة بسبب ما وقع لهم من ذلك ولو عرف المحق منهم لأنهم لم يقاتلوا في تلك الحروب إلا عن اجتهاد وقد عفا الله تعالى عن المخطیء في الاجتهاد ابل ثبت أنه يؤجر أجراً واحداً وأن المصيب يؤجر أجرين.

اہل سنت کے امام حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اہل سنت متفق ہیں کہ کسی بھی صحابی کے بارے میں (دنیا کے معاملات میں) ہونے والی (خطاؤں) کی وجہ سے بدکلامی کرنا منع ہے کیونکہ انہوں نے ان جنگوں کے اندر جو قتال کیا تھا وہ صرف اجتہادی مسئلہ تھا اور اجتہادی مسائل کے اندر خطاء کرنے والے کو بھی اللہ تعالیٰ نے درگزر فرمادیا ہے بلکہ یہ بات ثابت شدہ ہے اس کو بھی ایک اجر ملے گا اور درستگی کو پہنچنے والے کو دوہرا (ڈبل) اجر ملے گا۔ (فتح الباري ج13ص 43)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری میں یہ حدیث ذکر فرمائی کہ میری امت کا پہلا گروہ جو سمندر میں سوار ہو کر جہاد کرے گا ان کے لیے (جنت) واجب ہے۔

مذکورہ حدیث کی شرح میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

قال المهلب: في هذا الحديث منقبة لمعاوية لأنه أول من غزا البحر

مھلب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس حدیث میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے کیونکہ سب سے پہلے یہ جہاد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا.

9-تابعی امام ابو اسحاق السبیعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

ما رايت بعده مثله يعني معاوية۔

میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ان جیسا (افضل) انسان نہیں دیکھا.

(السنة للخلال ج2 ص438 الرقم:670 قال محققه سنده صحيح)

10-امام اہل السنۃ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

من تنقص احدا من اصحاب رسول الله ﷺ فلا ينطوى إلا على بلية،وله خبيئة سوء،اذا قصدت الى خير الناس،وهم اصحاب رسول الله ﷺ حسبك.

جو شخص رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے کسی ایک کی تنقیص کرتا ہے اس نے اپنے اندر مصیبت کو چھپایا ہوا ہے جس کے دل میں برائی ہے اسی وجہ سے وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ پر حملہ کرتا ہے حالانکہ وہ (انبیاء کے بعد) لوگوں میں سب سے بہترین انسان تھے۔ (السنة للخلال ج2 ص477 ص 758 قال المحقق اسناده صحيح)

نیز فرمایا:

ان ابا عبد الله سئل عن رجل شتم معاويه يصيره الى السلطان قال اخلق ان يتعدى عليه.

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا اس شخص کے بارے میں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالی دیتا ہے اس کو کوئی حکمران کے پاس لے جائے امام صاحب نے فرمایا لائق ترین یہی ہے کہ اسے سزا دی جائے۔(السنة للخلال، ج 2 ص، **448** الرقم: **692** قال المحقق اسناده صحيح)

اسی طرح آپ سے ایک شخص نے پوچھا میرے ماموں کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتا ہے میں کبھی کبھار اس کے ساتھ کھاتا ہوں تو ابو عبد اللہ (امام احمد) رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً فرمایا(لا تاكل معه) اس کے ساتھ مت کھانا۔

(السنة للخلال ج2 ص448 الرقم:693 قال المحقق اسناده صحيح)

11- جلیل القدر تابعی ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

أَمَّا بَعْدُ! فَلَا وَاللهِ، مَا أَبْغَضْنَاكَ مُنْذُ أَحْبَبْنَاكَ، وَلَا عَصَيْنَاكَ مُنْذُ أَطَعْنَاكَ، وَلَا فَارَقْنَاكَ مُنْذُ جَامَعْنَاكَ، وَلَا نَكَثْنَا بَيْعَتَنَا مُنْذُ بَايَعْنَاكَ، سُيُوفُنَا عَلٰى عَوَاتِقِنَا، إِنْ أَمَرْتَنَا أَطَعْنَاكَ، وَإِنْ دَعَوْتَنَا أَجَبْنَاكَ، وَإِنْ سَبَقْتَنَا أَدْرَكْنَاكَ، وَإِن سَبَقْنَاكَ نَظَرْنَاكَ۔

"اللہ کی قسم! ہم نے جب سے محبت کرنا شروع کی ہے، آپ سے نفرت نہیں کی۔جب سے آپ کی اطاعت میں آئے ہیں، نافرمانی نہیں کی۔جب سے ملے ہیں، آپ سے جدا نہیں ہوئے۔جب سے آپ کی بیعت کی ہے، بیعت نہیں توڑی۔ہماری تلواریں کندھوں پر ہیں، اگر آپ کا حکم ہوا تو ہم آپ کی اطاعت کریں گے۔اگر آپ نے پکارا تو پیش ہونگے۔اگر آپ ہم سے آگے نکل گئے تو ہم آپ کے پیچھے جائیں گے اور اگر ہم آگے نکل گئے تو آپ کا انتظار کریں گے۔"

(مسائل الإمام أحمد برواية ابنه أبي الفضل صالح: 330، وسندهٗ حسن قال الشيخ امن پوری)

12- امام محدث ابن ابي العز الدمشقي رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اول ملوك المسلمين معاوية، وهو خير ملوك المسلمين لكنه إنما صار إماماً حقا لما فوض إليه الحسن بن علي رضي الله عنهما الخلافة، فإن الحسن بايعه أهل العراق بعد موت أبيه ثم بعد ستة أشهر، فوض الأمر إلى

معاوية، وظهر صدق قول النبي: " إن ابني هذا سيد وسيصلح الله به بين فئتين عظيمتين من المسلمين "

معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے پہلے اور سب سے بہترین بادشاہ ہیں بے شک وہ اس وقت (سب مسلمانوں کے) امام برحق بن گئے جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے خلافت ان کے حوالے کردی تھی کیونکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اہل عراق نے ان کے والد کی وفات کے بعد بیعت کی تھی وہ چھ مہینے تک خلیفہ رہے لیکن اسکے بعد انہوں نے اپنا معاملہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کردیا اور نبی علیہ السلام کا یہ فرمان برحق ثابت ہوا کہ بے شک میرا یہ بیٹا (حسن رضی اللہ عنہ) سردار ہے عنقریب اللہ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ (شرح عقیدۃ طحاویۃ 284)

13-حافظ امام اسماعیل بن محمد التیمی الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

اہل سنت کا عقیدہ ذکر فرماتے ہیں: الكف عن مساويء أصحاب محمّد صلّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سنة لأن تلك المساويء لم تكن على الحقيقة مساويء فالصحابة رضي اللهُ عَنْهُمْ كَانُوا أخير النّاس وهم أَئِمَة لمن بعدهم، والإمام إذا لاحَ لَهُ الخير في شيء حتى فعله لا يجب أن يُسمى ذلك الشيء إساءة . إذ المساويء مَا كَانَ عَلَى اختيار في قصد الحق من غير إمام، فكيف تعد أفعالهم مساويء وقد أمر الله بالاقتداء بهم، طهر الله قلوبنا من القدح فيهم وألحقنا بهم

اہل سنت کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب کی (بشری تقاضہ کے مطابق ہونے والی) کمی کوتاہیوں کے حوالے سے رک جانا (بیان نہ کرنا) ہی سنت ہے کیونکہ وہ کوتاہیاں

حقیقت میں کوتاہیاں نہیں ہیں کیونکہ تمام صحابہ کرام سب سے افضل انسان ہیں اور وہ بعد والوں کے امام ہیں اور امام کو کسی مسئلے میں خیر نظر آئے اور اس نے وہ کام کر دیا اس کو برائی ہر گز نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ کوتاہی تو وہ ہوتی ہے جو حق کے اختیار میں غیر امام افراد کی طرف سے ہو (یعنی جو اشخاص نمونہ نہیں ہیں) تو صحابہ کے افعال کو ہم برائیاں کیسے شمار کر سکتے ہیں؟؟؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو صحابہ کی قدح (بری سوچ) سے پاک بنائے اور ہمیں ان کے ساتھ ملا دے۔

(الحجة فی بیان المحجة ج2 ص545)

14-امام الطحاوي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ونحب أصحاب رسول الله — صلى الله عليه وسلم ولا نفرط في حب أحد منهم ولا نتبرأ من أحدهم، ونبغض من يبغضهم وبغير الخير يذكرهم، ولا نذكرهم إلا بخير،وحبهم دين وإيمان وإحسان، وبغضهم كفر ونفاق وطغيان

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ساتھیوں کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک کی محبت میں حد سے تجاوز نہیں کرتے اور نہ ہی کسی ایک سے بیزاری رکھتے ہیں اور ہم ہر اس سے دشمنی رکھتے ہیں جو صحابہ سے دشمنی رکھتا ہے اور بھلائی کے بغیر انکا تذکرہ کرتا ہے اور ہم صحابہ کا تذکرہ ہمیشہ بھلائی کے ساتھ کرتے ہیں اور صحابہ سے محبت کو دین؛ ایمان اور احسان سمجھتے ہیں اور ان سے بغض رکھنے کو کفر؛ نفاق اور سرکشی سمجھتے ہیں۔

(العقيدة الطحاوية)

15-مؤرخ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" إنّ دولة معاوية و أخباره كان ينبغي أن تلحق بدول الخلفاء الراشدين و أخبارهم، فهو تاليهم في الفضل و العدالة و الصحبة ".

یہ بات لائق ترین ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت اور اخبار کو خلفائے راشدین کی حکومت کے ساتھ ملایا جائے اگرچہ معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے فضل، عدالت اور صحبت میں درجہ کے اعتبار سے کم ہیں۔ (تاریخ ابن خلدون: ج2 ص 188)

16-امام محدث محمد بن مسلم بن شہاب الزہري رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

"عمل معاوية بسيرة عمر بن الخطاب سنين لا يخرم منها شيئاً".

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کئی سالوں تک (حکومت کے معاملے میں) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت کے مطابق عمل کر رہے تھے اس مسئلے میں ذرہ برابر کوتاہی نہیں کی۔

(أخرجه الخلال في السنة 444/1 قال المحقق اسناده صحيح).

17-خلیفہ راشد عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا موقف:

قال إبراهيم بن ميسرة: "ما رأيت عمر بن عبد العزيز ضرب إنسانًا قط إلا إنسانًا شتم معاوية فإنه ضربه أسواطًا"،

ابراہیم بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں نے عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو کسی کو اتنا مارتے نہیں دیکھا جتنا اس شخص کو مارتے تھے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا تھا عمر رحمۃ اللہ علیہ اسکو کوڑے مارتے تھے۔(تاریخ دمشق 62/145 قال الشیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ سندہ صحیح)

نوٹ: امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یہ قول منسوب ہے:

لَا يَصِحُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي فَضْلِ مُعَاوِيَة بْنِ أَبِي سُفْيَانَ

شَيْئٌ۔

"نبی اکرم ﷺ سے سیدنا معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں کچھ بھی ثابت نہیں۔" (تاریخ دمشق لابن عساکر: 59/105، سیر أعلام النبلاء للذهبي: 3/132)

لیکن یہ قول ثابت نہیں ہے، کیونکہ اس کی سند میں ابو العباس اصم کے والد یعقوب بن یوسف بن معقل کی توثیق نہیں ملتی، بعض کتب میں اس سند سے ابو العباس الاصم کے والد کا واسطہ گر گیا ہے۔

اسی طرح بعض لوگ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا انکار کرنے کے لیے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے قصے سے دلیل لیتے ہیں، جس میں مذکور ہے کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کی نفی کی لیکن یہ واقعہ باسند صحیح ثابت نہیں اس کی سند میں مجہول اور غیر معتبر راوی موجود ہیں لہٰذا ایسی جھوٹے واقعات کا کوئی اعتبار نہیں۔

18- محدث امام حسن بن یسار البصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا:

يا أبا سعيد إن هاهنا قوما يشتمون أو يلعنون معاوية وابن الزبير رضي الله عنهما فقال: "على أولئك الذين يلعنون لعنة الله.

ابو سعید! یہاں کچھ لوگ سیدنا معاویہ اور سیّدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو گالی دیتے یا اُن پر لعنت کرتے ہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"اِن لعنت کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو۔"

(تاريخ مدينة دمشق لابن عساكر الدمشقي ج59 ص206 وسنده صحيح)

(معاویہ کی ذات پر انجنیئر مرزا جہلمی کے اعتراضات اور انکے جوابات)

معاویہ رضی اللہ عنہ پر مرزائی الزام کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے اور دلواتے تھے

مرزا محمد علی جہلمی اور انکے حواری عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے یہ جھوٹی افواہیں پھیلاتے رہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ خود اور انکے ساتھی معاذ اللہ علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتے تھے اور لعن طعن کرتے تھے۔

مرزا صاحب اپنے ریسرچ پیپر واقعہ کربلا کے ص:16 پر عنوان قائم کرتے ہیں اور لکھتے ہیں:

(چوتھے خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے فضائل کا بیان اور ان پر ممبروں سے لعنت کرنے کی بدعت کب اور کس نے ایجاد کی؟)

مرزا صاحب مذکورہ عنوان قائم کرنے کے بعد جو روایات لائے ہیں گالیاں اور لعن کو ثابت کرنے کے لیے ان روایات پر تبصرہ اور حقیقت کی عکاسی پیش خدمت ہے۔

دلیل نمبر:01

(سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت سے دلیل)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبَّادٍ - وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ - قَالَا: حَدَّثَنَا حَاتِمٌ وَهُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ - عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ

أَبِي وَقَّاصٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: أَمَّرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ سَعْدًا فَقَالَ: مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسُبَّ أَبَا التُّرَابِ؟ فَقَالَ: أَمَّا مَا ذَكَرْتُ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنْ أَسُبَّهُ، لَأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهُ، خَلَّفَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: يَا رَسُولَ اللهِ خَلَّفْتَنِي مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ؟ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى؟ إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي» وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرَ «لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ، وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ» قَالَ فَتَطَاوَلْنَا لَهَا فَقَالَ: «ادْعُوا لِي عَلِيًّا» فَأُتِيَ بِهِ أَرْمَدَ، فَبَصَقَ فِي عَيْنِهِ وَدَفَعَ الرَّايَةَ إِلَيْهِ، فَفَتَحَ اللهُ عَلَيْهِ، وَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ: ﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ﴾ [آل عمران: 61] دَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ: «اللهُمَّ هَؤُلَاءِ أَهْلِي»

بکیر بن مسمار نے عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے، انھوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کیا اور کہا: آپ کو اس سے کیا چیز روکتی ہے کہ آپ ابوتراب (حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) پر رد کریں۔ انھوں نے جواب دیا: جب تک مجھے وہ تین باتیں یاد ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے کہی تھیں، میں ہرگز انھیں برا نہیں کہوں گا۔ ان میں سے کوئی ایک بات بھی میرے لئے ہوتو وہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند ہوگی، میں نے

رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، آپ ان سے (اس وقت) کہہ رہے تھے جب آپ ایک جنگ میں ان کو پیچھے چھوڑ کر جا رہے تھے اور علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تھا: اللہ کے رسول ﷺ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: "تمھیں یہ پسند نہیں کہ تمہارا میرے ساتھ وہی مقام ہو جو حضرت ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا، مگر یہ کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔" اسی طرح خیبر کے دن میں نے آپ ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا: "اب میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ! سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔" کہا: پھر ہم نے اس بات (کا مصداق جاننے) کے لئے اپنی گردنیں اٹھا اٹھا کر (ہر طرف) دیکھا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "علی کو میرے پاس بلاؤ۔" انھیں شدید آشوب چشم کی حالت میں لایا گیا۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور جھنڈا انھیں عطا فرما دیا۔ اللہ نے ان کے ہاتھ پر خیبر فتح کر دیا۔ اور جب یہ آیت اتری: "(تو آپ کہہ دیں: آؤ) ہم اپنے بیٹوں اور تمھارے بیٹوں کو بلالیں۔" تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ، اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: "اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔

صحیح مسلم حدیث نمبر: 6220. اور یہ روایت دیگر کئی ایک جگہوں پر موجود ہے۔

وضاحت: مرزا صاحب اس راویت کو مختلف جگہوں سے نقل کرتے ہیں لوگوں کے سامنے تعداد بڑھانے کے چکر میں، لیکن ان تمام روایات میں (سب) کے الفاظ ہیں مرزا جہلمی صاحب اس کا معنی کرتے ہیں (گالیاں دینا) حالانکہ اس لفظ کا ہر وقت یہ معنی نہیں ہوتا۔

جبکہ حقائق یہ ہیں کہ جب ایک شخص، دوسرے کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے اس پر رد کرے اور اسکے موقف کی تنقید کرے اور اپنے دلائل پیش کرے، تو اسے بھی

'سبّ' کہا جاتا ہے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا مسئلہ بھی یہی ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اجتہادی خطاء پر تصور کرتے تھے اس وجہ سے کہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ ان سے جلدی قصاص لینے کا مطالبہ کر رہے تھے اور یاد رہے یہ صرف ایک معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطالبہ نہیں تھا بلکہ دیگر کئی ایک کبار صحابہ کا بھی تھا۔

جن میں ام المؤمنین عائشہ، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی شامل ہیں۔

(سب) کی اس معنی کی طرف اشارہ بخاری شریف کی اس روایت میں موجود ہے کہ جب حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما باغ فدک کے مسئلے میں آپس میں بہت زیادہ اختلاف اور ٹکراؤ کرنے کے بعد، فیصلہ کروانے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تھے اس روایت کے الفاظ ہیں۔

(فاستب علي و عباس) بخاری حدیث:4033؛وغیرہ۔

عباس اور علی رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے پر (سب) کیا یعنی ایک دوسرے کی ذات اور موقف کی تنقید کی اور رد کیا.

وضاحت: نعوذ باللہ اب کوئی رافضی یا نیم رافضی کہہ سکتا ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے کو گالیاں دیں!!!!

مرزا جہلمی ان کے معتقدین اگر عدل پسند ہیں تو اس روایت کو ان کے بیان کردہ سب کے ترجمہ کے ساتھ لوگوں کے سامنے کیوں نہیں بیان کرتے؟؟

مرزا صاحب!! یہاں سب کا معنی گالیاں کریں اور لوگوں کے سامنے بیان کریں تو آپ کا تقیے والا پردہ چاک ہو جائے گا اور آپ کے معتقدین آپ کو ملامت کریں گے۔

مرزا صاحب!!

آپ تو کہتے ہیں دیگر علماء حق چھپاتے ہیں اور آپ ظاہر کرتے ہیں آخر یہ روایت آپ

نے کیوں نہیں بیان کی؟؟

مرزا صاحب!

عباس یا علی رضی اللہ عنہما میں سے کس پر حکم لگائیں گے؟ چچا پر یا بھتیجے پر؟؟؟

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا (یعنی باپ) کو گالیاں دے رہے تھے؟؟

معاذاللہ۔ کیونکہ چچا باپ کے قائم مقام ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أن عم الرجل صنو أبيه۔ (رواه مسلم، باب في تقديم الزكوة و منعها)

مرزا صاحب!

تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تو چیخ چیخ کر بولتا ہے کہ اس نے فلاں کو گالیاں دیں، یہاں کیوں خاموش ہے؟؟

کیا یہ منافقت نہیں؟؟؟

قابل توجہ بات:

اس حدیث کے بارے میں مرزا صاحب شاید اہل سنت والجماعت کے اصولوں کو تسلیم کرتے ہیں کہ مشاجرات صحابہ کے بارے اپنی زبان کو بند ہی رکھا جائے، کاش اگر مرزا صاحب اس اصول کو تمام صحابہ کے لیے مقرر فرماتے!! لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے لہذا معلوم ہوا کہ مرزا کا مشن ہی عداوت صحابہ پھیلانا ہے نہ کہ حقائق بیان کرنا۔

نوٹ: ہمارا منہج ہے کہ اس طرح کی روایات کو عوام کے سامنے اس سیاق میں نہ ہی بیان کیا جائے کیونکہ عوام میں ان روایات کی حقیقت سمجھنے کی اہلیت نہیں ہوتی وہ انکی چھوٹی چھوٹی بشری تقاضوں کے مطابق ہونے والی اجتہادی خطاؤں کو دیکھ کر انکے فضائل، مغفرت اور جنتی ہونے والے ادلہ بھلا دیتے ہیں اور الحمدللہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا دلائل سے ثابت

ہے جس حوالے سے ہم بیان کر چکے ہیں اسی طرح علی رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا بھی یقینی ہے۔

یاد رکھیں اگر عوام کو بات سمجھانا مقصود نہیں ہوتا تو میں اس عباس اور علی رضی اللہ عنہما کے اختلاف والی روایت کو اس سیاق میں کبھی نہ بیان کرتا۔

(سب) کا یہ معنی (کسی کو غلطی پر تصور کرتے یا دیکھتے ہوئے اس پر تنقید کرنا) دیگر کئی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ تبوک کے سفر کے بارے میں تفصیلی روایت مسلم (5947) میں موجود ہے آپ نے فرمایا تھا:

«إِنَّكُمْ سَتَأْتُونَ غَدًا، إِنْ شَاءَ اللهُ، عَيْنَ تَبُوكَ، وَإِنَّكُمْ لَنْ تَأْتُوهَا حَتَّى يُضْحِيَ النَّهَارُ، فَمَنْ جَاءَهَا مِنْكُمْ فَلَا يَمَسَّ مِنْ مَائِهَا شَيْئًا حَتَّى آتِيَ» فَجِئْنَاهَا وَقَدْ سَبَقَنَا إِلَيْهَا رَجُلَانِ، وَالْعَيْنُ مِثْلُ الشِّرَاكِ تَبِضُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ، قَالَ فَسَأَلَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «هَلْ مَسَسْتُمَا مِنْ مَائِهَا شَيْئًا؟» قَالَا: نَعَمْ، فَسَبَّهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ لَهُمَا مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ. قَالَ: ثُمَّ غَرَفُوا بِأَيْدِيهِمْ مِنَ الْعَيْنِ قَلِيلًا قَلِيلًا، حَتَّى اجْتَمَعَ فِي شَيْءٍ، قَالَ وَغَسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ، ثُمَّ أَعَادَهُ فِيهَا، " فَجَرَتِ الْعَيْنُ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ أَوْ قَالَ: غَزِيرٍ - شَكَّ أَبُو عَلِيٍّ أَيُّهُمَا قَالَ - حَتَّى اسْتَقَى النَّاسُ، ثُمَّ قَالَ «يُوشِكُ، يَا مُعَاذُ إِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ، أَنْ تَرَى مَا هَاهُنَا قَدْ مُلِئَ جِنَانًا»

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کل تم لوگ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تبوک کے چشمے پر پہنچو گے اور دن نکلنے سے پہلے نہیں پہنچ سکو گے اور جو کوئی تم میں سے اس چشمے کے پاس جائے، تو اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے جب تک میں نہ آؤں۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر ہم اس

چشمے پر پہنچے اور ہم سے پہلے وہاں دو آدمی پہنچ گئے تھے۔ چشمہ کے پانی کا یہ حال تھا کہ جوتی کے تسمہ کے برابر ہو گا، وہ بھی آہستہ آہستہ بہہ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں آدمیوں سے پوچھا کہ تم نے اس کے پانی میں ہاتھ لگایا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، تو آپ ﷺ نے ان کو برا کہا (اس لئے کہ انہوں نے حکم کے خلاف کیا تھا) اور اللہ تعالیٰ کو جو منظور تھا وہ آپ ﷺ نے ان کو سنایا۔ پھر لوگوں نے چلوؤں سے تھوڑا تھوڑا پانی ایک برتن میں جمع کیا تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اور منہ اس میں دھویا، پھر وہ پانی اس چشمہ میں ڈال دیا تو وہ چشمہ جوش مار کر بہنے لگا اور لوگوں نے (اپنے جانوروں اور آدمیوں کو) پانی پلانا شروع کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے معاذ! اگر تیری زندگی رہی تو تو دیکھے گا کہ یہاں جو جگہ ہے وہ گھنے باغات سے لہلہا اٹھے گی۔"

وضاحت: اس روایت میں الفاظ ہیں جلدی کرنے والے دو افراد کو آپ علیہ السلام نے (سب) کیا، اب ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کوئی شخص یہ بدگمانی نہیں کر سکتا کہ آپ نے انہیں معاذ اللہ گالیاں دی ہوں گی۔ اس حدیث کا مطلب یہی ہے کہ آپ نے ان پر تنقید فرمائی ہو گی اور انہیں اپنی اصلاح کا کہا ہو گا۔

جیسا کہ ایک اور حدیث میں اس معنی کی طرف اشارہ موجود ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ، حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ المُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «اللَّهُمَّ فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ سَبَبْتُهُ، فَاجْعَلْ ذَلِكَ لَهُ قُرْبَةً إِلَيْكَ يَوْمَ القِيَامَةِ»

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں نے جس مومن کو بھی (سب کیا ہو) یعنی برا بھلا کہا ہو تو

اس کے لئے اسے قیامت کے دن اپنی قربت کا ذریعہ بنادے۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر : 6361)

اس حدیث کے عربی الفاظ پر غور کریں تو سب الفاظ کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف بھی ہو رہی ہے، اب کیا کوئی گمان کر سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گالی دی تھی۔

نستغفر اللہ، نعوذ باللہ

اسی طرح (سب) کا لفظ ہر چھوٹے بڑے اختلاف کے لیے بھی آتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری (ح 2411) میں ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

اسْتَبَّ رَجُلاَنِ رَجُلٌ مِنَ المُسْلِمِينَ وَرَجُلٌ مِنَ اليَهُودِ

مسلمانوں میں سے ایک شخص اور یہودیوں میں سے ایک شخص نے ایک دوسرے کو (سب) کیا اب وہ (سب) والے جملے کیا تھے؟ اس کی وضاحت اسی حدیث کے اگلے جملے میں موجود ہے:

قَالَ المُسْلِمُ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُحَمَّدًا عَلَى العَالَمِينَ، فَقَالَ اليَهُودِيُّ: وَالَّذِي اصْطَفَى مُوسَى عَلَى العَالَمِينَ،

مسلمان نے کہا: کہ مجھے اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے، اور یہودی نے کہا مجھے اس ذات کی قسم کہ جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔

اس حدیث میں ان دو مذکورہ جملوں کو سب کہا گیا ہے ایک جملہ مسلمان کا تھا اور دوسرا یہودی کا، کیا کوئی ان جملوں کا معنی گالیاں کر سکتا ہے؟؟ ہر گز نہیں۔

لہذا حدیث نے ہم کو یہ بتایا کہ کبھی کبھار (سب) کا معنی تنقید کرنا بھی ہوتا ہے، یا دلائل کے اعتبار سے ایک دوسرے پر رد کرنا بھی ہوتا ہے۔

معزز قارئین!

مذکورہ وضاحت سے پتہ چلتا ہے کہ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یا دیگر صحابہ کی طرف منسوب (سب) لفظ کا ترجمہ گالیاں کرتے ہیں وہ صرف اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں اور ان کے دِل بغض صحابہ سے بھرے ہوئے ہیں۔

مذکورہ وضاحت کو سمجھنے کے بعد مرزا کی طرف سے اس پیش کردہ روایت کی وضاحت پیش خدمت ہے۔

اولا: یہاں مراد یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ سے کہنا چاہتے تھے کہ آپ بھی یہ موقف بیان کریں کہ قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں، علی رضی اللہ عنہ کا اجتہاد ٹھیک نہیں اور علی رضی اللہ عنہ پر رد کریں تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جو فضائل بتائے ان میں یہ بھی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہارون علیہ السلام کی جگہ دی، جس کا مطلب ہے وہ بلند پائے کے عالم ہیں، وہ اجتہاد میں غلط نہیں ہو سکتے۔

جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

أن معناه: ما منعك أن تخطئه في رأيه واجتهاده، وتظهر للناس حسن رأينا واجتهادنا، وأنه أخطأ؟

معاویہ نے سعد رضی اللہ عنہما سے کہا کہ: کیا مسئلہ ہے کہ آپ علی رضی اللہ عنہ کے رائے اور اجتہاد کو خطاء قرار نہیں دیتے؟؟؟ اور لوگوں کے سامنے ہمارے رائے اور اجتہاد کی اچھائی ظاہر نہیں کرتے؟؟ اور کیوں بیان نہیں کرتے کہ علی رضی اللہ عنہ خطاء پر ہیں؟۔

(شرح نووي: ج7ص27، 28)

ثانیاً: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فقول معاوية هذا ليس فيه تصريح بأنه أمر سعدا بسبه، وإنما سأله عن

السبب المانع له من السب، كأنه يقول: هل امتنعت تورعا، أو خوفا، أو غير ذلك، فإن كان تورعا وإجلالا له عن السب فأنت مصيب محسن، وإن كان غير ذلك فله جواب آخر

معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فرمان میں کوئی صراحت نہیں ہیں کہ انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو برا بھلا بولنے کا حکم دیا تھا بلکہ پوچھا تھا کہ آپ تنقید کیوں نہیں کرتے؟؟ گویا کہ کہا: کیا آپ خوف اور ڈر کی وجہ سے تنقید نہیں کرتے یا تورعا (احتیاطا) نہیں کرتے؟ یا کوئی دوسرا مسئلہ ہے؟؟ (شرح نووي: ج7ص28)

اگر آپ علی رضی اللہ عنہ کے اجلال (عزت) کی وجہ سے اور تورعا (احتیاطا) تنقید نہیں کرتے تو آپ درست اور اچھا کرنے والے ہیں، اگر یہ نہیں تو جواب دوسرا ہو گا۔

ثالثا: اس روایت میں موجود ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تنقید یعنی علمی رد کا حکم دیا لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جب انکار کر دیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے سعد رضی اللہ عنہ پر کوئی سختی نہیں کی، نہ ہی مجبور کیا!!!

بلکہ خاموش ہو گئے۔

رابعاً: اس روایت کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے بیچ میں موجود تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تنقید کر رہے تھے جبکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نہیں کر رہے تھے اور ان پر رد کرنے سے عاجز تھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھ لیا آپ کیوں نہیں تنقید کر رہے؟؟ تو اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان تنقید کرنے والوں پر رد کرتے ہوئے فضائل علی رضی اللہ عنہ بیان کرنا شروع کر دیے۔ اشار الیہ النووی بقولہ

(لعل سعدا قد كان في طائفة يسبون فلم يسب معهم، وعجز عن



الإنکار، و أنکر علیهم، فسأله هذا السؤال)　　　　(شرح نووي: ج7ص27)

خامسا: اگر بالرضا والمحال سب کا معنی گالیاں مان لیں تو، کیا ہم جنتی شہزادوں حسن، حسین رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دیگر بیٹوں سے یہ توقع کر سکتے ہیں کہ وہ خاموشی سے سنتے رہتے تھے!!! کوئی رد نہ کیا!! معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنا امیر تسلیم کیا!! یہ کیسے ممکن ہے کہ جو شخص علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا ہو حسنین رضی اللہ عنہما اس سے وظائف وصول کرتے ہوں؟؟ اسے امیر المؤمنین اور مسلمانوں کا قائد اعلی مانتے ہوں؟؟ نعوذ باللہ۔

جبکہ آج کا رافضی و نیم رافضی تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف زبان درازی کر رہا ہے!!

یعنی حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا منہج اور مرزا کا منہج الگ ہے۔

نوٹ: اسی طرح سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کچھ دیگر روایات بھی ہیں لیکن ان کے اندر (سب) کے الفاظ ہیں جسکا مفہوم ہے کسی کے موقف کی تنقید کرنا یارائے کو رد کرنا۔ وغیرہ ان الفاظ کا یہاں پر معنی گالیاں کبھی نہیں ہو سکتا کیونکہ سعد رضی اللہ عنہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بے حد تعریف فرماتے تھے:

قال سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه: "ما رأيتُ أحدًا بعد عثمان أقضى بحق من صاحب هذا الباب " يعني معاوية۔

مفہوم: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ حق والا فیصلہ کر سکتا ہو۔

(سیر اعلام النبلاء ج4 ص 306 ذکرہ ابن عساکر رحمہ اللہ فی تاریخہ بسندہ الی اللیث ج59 ص 161)

سند کے رواۃ پر کلام پیش ہے۔

(1) لیث بن سعد۔ قال عنہ الحافظ: ثقة ثبت امام مشهور

(التقریب ت5684 ص519)

(2) بکیر بن عبد اللہ بن الاشج۔ قال عنہ الحافظ: ثقة

(التقریب ت760 ص 102)

(3) بسر بن سعید۔ قال الحافظ: ثقة جلیل (التقریب ت666 ص96).

نوٹ: اس قول کے اندر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت بیان ہوئی کیوں کہ حق پرستی کے حوالے سے ان کے فیصلے ان کی فضیلت پر واضح دلیل ہیں اور یہ گواہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اور جنتی صحابی حضرت سعد رضی اللہ عنہ دے رہے ہیں۔

نوٹ: مرزا صاحب اپنے ریسرچ پیپر کے ص:20 پر مستدرک حاکم کے حوالے سے روایت ذکر کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی مجہول شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا بولا تو سعد رضی اللہ عنہ نے بد دعا کی وہ وہیں گر کر مر گیا۔ اب کوئی عدل پرست مرزا صاحب سے پوچھے کہ اس واقعے کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف پیش کرنے کا کیا مقصد؟؟؟

مرزا صاحب! اللہ کا خوف کریں، اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے.

دلیل نمبر:02

(سعد رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک اور روایت)

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ مُسْلِمٍ، عَنِ ابْنِ سَابِطٍ وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ، عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ، قَالَ: قَدِمَ مُعَاوِيَةُ فِي بَعْضِ حَجَّاتِهِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِ سَعْدٌ، فَذَكَرُوا عَلِيًّا، فَنَالَ مِنْهُ، فَغَضِبَ سَعْدٌ، وَقَالَ: تَقُولُ هَذَا لِرَجُلٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ:

«مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ» وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي»، وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: «لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ الْيَوْمَ رَجُلًا يُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ»

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ایک بار سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے لئے تشریف لائے تو سعد رضی اللہ عنہ ان کے پاس (ملاقات کے لئے) گئے۔ (اثنائے گفتگو میں) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ چھڑ گیا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے متعلق کچھ تنقیدی الفاظ کہے۔ سعد رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا اور فرمایا: آپ ایسے شخص کے بارے میں یہ بات کہہ رہے ہیں جس کے متعلق میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے: "جس کا مولیٰ میں ہوں، علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا مولیٰ (دوست) ہے۔" اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے (علی رضی اللہ عنہ سے) فرمایا: "تیرا مجھ سے وہی تعلق ہے جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام سے تھا، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔" اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے بھی سنا: "آج میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ سے اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ (اور وہ جھنڈا علی رضی اللہ عنہ کو ملا)۔ (سنن ابن ماجه حديث نمبر: 121)

اولا: یہ سند ضعیف ہے۔

پہلی علت:

عبد الرحمن بن سابط کا سعد رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے۔

قيل ليحيى: سمع عبد الرحمن بن سابط من سعد؟ قال: من سعد ابن إبراهيم؟. قالوا: لا، من سعد بن أبي وقاص؟ قال: لا. قيل ليحيى: سمع من

أبی أمامة؟ قال: لا. قیل لیحیی: سمع من جابر؟ قال: لا، هو مرسل.

کان مذهب یحیی، أن عبد الرحمن بن سابط یرسل عنهم، و لم یسمع منهم.

یعنی: عبد الرحمن بن سابط نے سعد بن ابی وقاص، ابو امامۃ اور جابر رضی اللہ عنہم سے نہیں سنا۔

(التاریخ یحییٰ بن معین جزء الاول ص112)

نوٹ: جابر رضی اللہ عنہ سے اسکا سماع ثابت ہے۔

جیسا کہ امام ابن ابي حاتم الرازي الجرح والتعديل کے اندر فرماتے ہیں:

عبد الرحمن بن سابط الجمحي مكي روى عن عمر رضي الله عنه مرسلا وعن جابر بن عبد الله متصلا

دیگر کئی علماء کے اقوال بھی اس حوالے سے موجود ہیں اس کی صراحت اس روایت کے اندر موجود ہے جسے ابن العدیم نے ذکر کیا ہے۔

من طريق يعقوب بن سفيان حدثنا محمد بن عبدالله بن نمير حدثنا أبي حدثنا ربيع بن سعد عن عبدالرحمن بن سابط قال:" كنت مع جابر، فدخل حسين بن علي رضي الله عنهما فقال جابر:من سرّه أن ينظر إلى رجل من أهل الجنة فلينظر إلى هذا، فأشهد لسمعت رسول الله صلى الله عليه و سلم۔

(اخرجه ابن العدیم فی کتاب (بغیة الطلب فی تاریخ حلب) (6\2583) **یہ حوالہ شاملہ سے دیا گیا ہے** وصححه الالبانی هذالحدیث (السلسلة الصحیحة: 4003) وأخرجه ابن حبان في صحيحه بدون تصریح السماع: 6975 بترتیب ابن بلبان)

دوسری علت:

اسکی سند میں ابو معاویہ محمد بن خازم ہیں انکے بارے میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ثقة احفظ الناس لحديث الأعمش وقد يهم في غيره۔

ثقہ ہیں اعمش کی حدیث کو زیادہ رکھنے والا ہے جبکہ باقی راویوں سے وہم کا شکار ہو جاتا تھا۔ (التقريب، ت:5841)

اور یہاں ابو معاویہ اعمش سے بیان نہیں کر رہے لہذا وہم کا شبہ ہے، اسی وجہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسکی تفرد والی وہ روایات ذکر کی ہیں جو اس نے اعمش سے بیان کی ہیں باقی متابعت میں ذکر کی ہیں۔

جیسا کہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری کے مقدمہ میں اس بات کی وضاحت فرماتے ہیں۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ثبت في الاعمش۔ **وہ اعمش سے روایت کرنے میں ثبت ہے۔** (الكاشف:532)

ثانیاً: اس ضعیف روایت میں بھی گالیوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

دلیل نمبر:03

(مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت)

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنِالْحُرِّ بْنِ الصَّيَّاحِ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْأَخْنَسِ، قَالَ: خَطَبَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ، فَنَالَ مِنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، فَقَامَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدٍ، فَقَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " النَّبِيُّ فِي الْجَنَّةِ، وَأَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ

عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ، وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ" . وَلَوْ شِئْتُ أَنْ أُسَمِّيَ الْعَاشِرَ.

ترجمہ: عبدالرحمن کہتے ہیں کہ ہمیں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کچھ تنقیدی جملے کہے تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔۔۔۔ آگے پوری حدیث سنائی دس جنتی صحابہ والی جس میں علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ موجود ہے۔

(مسند أحمد: 1631)

اولا: اس روایت کی سند ضعیف ہے اس میں موجود راوی عبدالرحمن بن اخنس مجہول الحال ہے جیسا کہ ذھبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لا یعرف (الکاشف ص: 356)

ابن حجر فرماتے ہیں: مستور من الثالثۃ (التقریب ت: 3795)

جب روایت کی سند ضعیف ہے تو مرزا صاحب کی عداوت صحابہ میں پیش کردہ کاوش مردو ہو گئی۔

ثانیاً: اس ضعیف حدیث میں گالیوں کا کوئی تذکرہ نہیں ہے بس یہ الفاظ ہیں (فنال منہ) ان کا تذکرہ کیا انکے موقف واجتہاد پر تنقید وتردید کی۔

دلیل نمبر: 04

(مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے خطباء کی طرف منسوب روایت)

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ، قَالَ حُصَيْنٌ: أَخْبَرَنَا، عَنْ هِلَالِ بْنِ يِسَافٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ قَالَ: لَمَّا خَرَجَ مُعَاوِيَةُ مِنَ الْكُوفَةِ اسْتَعْمَلَ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ، قَالَ: فَأَقَامَ خُطَبَاءَ يَقَعُونَ فِي عَلِيٍّ، قَالَ: وَأَنَا إِلَى جَنْبِ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ، قَالَ: فَغَضِبَ فَقَامَ فَأَخَذَ بِيَدِي فَتَبِعْتُهُ، فَقَالَ: أَلَا تَرَى إِلَى هَذَا الرَّجُلِ الظَّالِمِ لِنَفْسِهِ الَّذِي يَأْمُرُ بِلَعْنِ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ

الْجَنَّةِ، فَأَشْهدُ عَلَى التِّسْعَةِ أَنَّهُمْ فِى الْجَنَّةِ، وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَمْ آثَمْ، قَالَ: قُلْتُ: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((اثْبُتْ حِرَاءُ فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ۔)) قَالَ: قُلْتُ: مَنْ ہُمْ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ ((وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ وَطَلْحةُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ مَالِكٍ۔)) قَالَ ثُمَّ سَكَتَ قَالَ: قُلْتُ: وَمَنِ الْعَاشِرُ؟ قَالَ: قَالَ: أَنَا۔ وَفِیْ لَفْظٍ: اِهْتَزَّ حِرَاءُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: ((اثْبُتْ حِرَاءُ. . . ۔)) فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ۔

عبد اللہ بن ظالم مازنی سے مروی ہے کہ جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ سے باہر تشریف لے گئے تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کر گئے، انہوں نے بعض ایسے خطباء کا تقرر کر دیا جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتے تھے۔ عبد اللہ بن ظالم کہتے ہیں کہ میں سعید بن زید کے پہلو میں بیٹھا تھا۔ وہ شدید غصے میں آئے اور اٹھ گئے۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا تو میں بھی ان کے پیچھے چل دیا۔ انہوں نے کہا: کیا تم اس آدمی کو دیکھ رہے ہو جو اپنے اوپر ظلم کر رہا ہے اور ایک جنتی آدمی پر لعنت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ میں نو آدمیوں کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سب جنتی ہیں۔ اور اگر میں دسویں کے بارے میں بھی گواہی دے دوں کہ وہ بھی جنتی ہے تو میں گنہگار نہیں ہوں گا۔ عبد اللہ کہتے ہیں: میں نے ان سے دریافت کیا: وہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اے حرا! تو سکون کر جا، تجھ پر اس وقت جو لوگ موجود ہیں وہ یا تو نبی ہیں یا صدیق یا شہید۔ میں نے دریافت کیا: یہ کون کون تھے؟ انھوں نے کہا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر، سیدنا عثمان، سیدنا علی، سیدنا زبیر، سیدنا طلحہ، سیدنا عبد الرحمن بن عوف اور سیدنا سعد بن

مالک رضی اللہ عنہم، اس سے آگے وہ خاموش رہے۔ میں نے پوچھا اور دسواں آدمی کون تھا؟ انھوں نے کہا: میں خود۔ دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ حراء خوشی سے حرکت کرنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حراء، سکون کر۔

(مسند احمد: 1644)مسند احمد:11592. دوسرا نسخہ:1644 و رواہ ابوداؤد:4648 وغیرہ)

اولا: مرزا صاحب نے اس راویت کو کئی حوالوں کے ساتھ ذکر کیا ہے لیکن تمام روایات کا مقصد تقریباً ایک ہی ہے لیکن یاد رکھیں یہ روایت منقطع یعنی ضعیف ہے، جیسا کہ اسکے بارے میں محقق اہل حدیث، وکیل صحابہ ابو یحییٰ نور پوری حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

(سب سے پہلے یہ جو دلیل سنن ابی داود (4648) سے ہے اس کی سند میں انقطاع ہے، ہلال بن یساف نے عبد اللہ بن ظالم مازنی سے نہیں سنا، شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ اور ہمارے استادِ محترم علامہ غلام مصطفٰی ظہیر امن پوری حفظہ اللہ بھی اس کو صحیح سمجھتے تھے کیونکہ یہ علت ان کے سامنے نہیں آئی تھی، میں نے جب تحقیق کی تو میرے سامنے یہ بات آئی اور میں نے یہ بات شیخ امن پوری صاحب حفظہ اللہ کے سامنے پیش کی کہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے (سنن الکبریٰ للنسائی:8135) میں خود فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ہلال بن یساف نے عبد اللہ بن ظالم مازنی سے نہیں سنا، اس میں ایک راوی گرا ہوا ہے اور ان کی یہ بات درست بھی ہے کیونکہ دوسری سند میں ہلال کے اور مازنی کے درمیان ایک مجہول شخص کا واسطہ آتا ہے، لہٰذا آپ کی یہ پہلی دلیل تو ہوگئی ضعیف، جب یہ روایت ہی منقطع ہے تو آپ کا سارا مقدمہ خود ہی ڈھیر ہو گیا ہے، اب آپ کے لیے یہ لازم ہے کہ آپ اس روایت کی سند کو صحیح ثابت کریں یا اگر آپ انصاف پسند ہیں تو اس جھوٹ سے اعلانیہ رجوع کریں۔

اس سے اگلی کاروائی آپ نے یہ کی کہ آپ نے تحریف کرتے ہوئے ترجمے میں ڈنڈی

ماری، آپ نے ترجمہ کرتے ہوئے کہا کہ "جب معاویہ رضی اللہ عنہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کو ملنے آیا تو معاویہ نے مغیرہ کو خطبے کے لیے کھڑا کیا اور اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوپر لعنت کی۔"

ہم کہتے ہیں کہ "لعنة الله على الكاذبين" سنن الکبریٰ للنسائی کی اس ضعیف روایت کے الفاظ ہم آپ کو بتاتے ہیں۔

لَمَّا قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْكُوفَةَ أَقَامَ مُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ خُطَبَاءَ يَتَنَاوَلُونَ عَلِيًّا

جب سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ آئے تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کچھ خطباء مقرر کیئے، وہ خطیب جو تھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں تنقیص کرتے تھے (ہم بتا چکے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے ایسی کوئی بات قطعا ثابت نہیں ہے)

الفاظ بلکل بر عکس ہیں، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کھڑا کرنا بلکل ثابت نہیں ہے بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کچھ خطباء مقرر کیئے اور آپ کا یہ جھوٹ باندھنا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے اور اپنی موجودگی میں سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے لعنت کروائی، استغفر اللہ۔ یہ جھوٹ ہے، اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہو)

انتہی کلام الشیخ۔۔۔ حفظہ اللہ

ثانیاً: امام المحدثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے (التاریخ الکبیر ج5 ص 31) میں اس روایت میں موجود راوی عبد اللہ بن ظالم کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

عبداللہ بن ظالم عن سعيد بن زيد عن النبی ﷺ (عشرة فی الجنة)

بخاری رحمۃ اللہ علیہ آگے فرماتے ہیں:

(ولم يصح وليس له حديث الا هذا وحديث بحسب اصحابی القتل)

اس کی روایت صحیح نہیں ہے، اسکی دو ہی حدیثیں ہیں ایک یہ دوسری (بحسب أصحابی القتل). (التاریخ الکبیر ج5 ص 31 رقم الترجمة6437)

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ اسے اپنے کتاب الضعفاء میں ذکر کرتے ہوئے بخاری کے اس فرمان کو ذکر کرتے ہیں۔ (الضعفاء العقیلی ج2 ص267 رقم الترجمة: 827)

اسی طرح ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ الکامل فی الضعفاء میں اس کو ذکر کرتے ہیں اور امام بخاری کے مذکورہ فرمان کولاتے ہیں، اسی طرح محدث ازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لایتابع علیہ۔

نوٹ: عبداللہ بن ظالم المازنی کی یہ روایت تو اول مذکور علت کی وجہ سے ہی ضعیف ہے جبکہ راجح قول کے مطابق وہ صدوق، حسن الحدیث ہیں کما قال ابن حجر فی التقریب صدوق لینه البخاري (التقریب: 3400)

وقال ابو حاتم فی الجرح والتعدیل: صدوق۔

معزز قارئین کرام!

روایات پر حکم لگانا مرزا جہلمی کے بس کی بات نہیں جو صرف مترجم کتب پر ہی گذارا فرماتا ہے، اس مذکورہ حدیث کی اسنادی حیثیت آپ نے دیکھ لی، جب روایت ضعیف ہے تو مرزا صاحب کی صحابہ دشمنی میں کی گئی پوری کوشش ان پر وبال ہے۔

دلیل نمبر: 05

(سہل رضی اللہ عنہ کی روایت)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ هَذَا فُلَانٌ لِأَمِيرِ الْمَدِينَةِ يَدْعُو عَلِيًّا عِنْدَ الْمِنْبَرِ قَالَ فَيَقُولُ مَاذَا قَالَ يَقُولُ لَهُ أَبُو تُرَابٍ فَضَحِكَ قَالَ وَاللَّهِ مَا سَمَّاهُ إِلَّا

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا كَانَ لَهُ اسْمٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْهُ فَاسْتَطْعَمْتُ الْحَدِيثَ سَهْلًا وَقُلْتُ يَا أَبَا عَبَّاسٍ كَيْفَ ذَلِكَ قَالَ دَخَلَ عَلِيٌّ عَلَى فَاطِمَةَ ثُمَّ خَرَجَ فَاضْطَجَعَ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ قَالَتْ فِي الْمَسْجِدِ فَخَرَجَ إِلَيْهِ فَوَجَدَ رِدَاءَهُ قَدْ سَقَطَ عَنْ ظَهْرِهِ وَخَلَصَ التُّرَابُ إِلَى ظَهْرِهِ فَجَعَلَ يَمْسَحُ التُّرَابَ عَنْ ظَهْرِهِ فَيَقُولُ اجْلِسْ يَا أَبَا تُرَابٍ مَرَّتَيْنِ ۔

ہم سے عبد اللہ بن مسلمہ نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد العزیز بن ابی حازم نے بیان کیا، ان سے ان کے والد نے کہ ایک شخص حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کے یہاں آیا اور کہا کہ یہ فلاں شخص اس کا اشارہ امیر مدینہ کی طرف تھا، بر سر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا ہے، ابو حازم نے بیان کیا کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا کہتا ہے؟ اس نے بتایا کہ انہیں "ابو تراب" کہتا ہے، اس پر حضرت سہل ہنسنے لگے اور فرمایا کہ خدا کی قسم! یہ نام تو ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس نام سے زیادہ اپنے لیے اور کوئی نام پسند نہیں تھا۔ یہ سن کر میں نے اس حدیث کے جاننے کے لیے حضرت سہل رضی اللہ عنہ سے خواہش ظاہر کی اور عرض کیا اے ابو عباس! یہ واقعہ کس طرح سے ہے؟ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں آئے اور پھر باہر آکر مسجد میں لیٹ رہے تھے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) دریافت فرمایا، تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ مسجد میں ہیں۔ آپ مسجد میں تشریف لائے، دیکھا تو ان کی چادر پیٹھ سے نیچے گر گئی ہے اور ان کی کمر پر اچھی طرح سے خاک لگ چکی ہے۔ آپ مٹی ان کی کمر سے صاف فرمانے لگے اور بولے، اٹھو اے ابو تراب اٹھو

(دو مرتبہ آپ نے فرمایا) (صحیح بخاری حدیث نمبر: 3703)

وضاحت:

اس روایت پر غور کریں تو کئی مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

حضرت سہل رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بندہ جب شکایت لے کر آیا کہ امیر مدینہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا بول رہا ہے حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے استفسار کیا کہ وہ کیا کہتا ہے؟

تو جواب میں اس شخص نے کہا وہ علی رضی اللہ عنہ کو ابو تراب بول رہا ہے۔ سہل رضی اللہ عنہ نے وضاحت کی یہ تو کوئی گالی نہیں ہے اور نہ ہی برا بھلا بولنا ہے۔ یہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا وہ نام ہے جو انہیں اصل نام سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

اس روایت سے پتہ چلا کہ جن راویوں نے (سب) وغیرہ کے الفاظ ذکر کیے ہیں اس سے مراد گالیاں نہیں بلکہ اس طرح کے القابات سے یاد کرنا ہے اور بعض لوگ انکا اصل مطلب سمجھ نہیں سکتے تھے تو اس وجہ سے انکا غلط مفہوم مراد لیتے تھے۔

دلیل نمبر:06

(سہل رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک اور روایت)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ، قَالَ: اسْتُعْمِلَ عَلَى الْمَدِينَةِ رَجُلٌ مِنْ آلِ مَرْوَانَ قَالَ: فَدَعَا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ، فَأَمَرَهُ أَنْ يَشْتِمَ عَلِيًّا قَالَ: فَأَبَى سَهْلٌ فَقَالَ لَهُ: أَمَّا إِذْ أَبَيْتَ فَقُلْ: لَعَنَ اللهُ أَبَا التُّرَابِ فَقَالَ سَهْلٌ: مَا كَانَ لِعَلِيٍّ اسْمٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَبِي التُّرَابِ، وَإِنْ كَانَ لَيَفْرَحُ إِذَا دُعِيَ بِهَا، فَقَالَ لَهُ: أَخْبِرْنَا عَنْ قِصَّتِهِ، لِمَ سُمِّيَ أَبَا تُرَابٍ؟ قَالَ: جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ فَاطِمَةَ،

فَلَمْ يَجِدْ عَلِيًّا فِي الْبَيْتِ، فَقَالَ «أَيْنَ ابْنُ عَمِّكِ؟» فَقَالَتْ: كَانَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ شَيْءٌ، فَغَاضَبَنِي فَخَرَجَ، فَلَمْ يَقِلْ عِنْدِي، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِإِنْسَانٍ «انْظُرْ، أَيْنَ هُوَ؟» فَجَاءَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ هُوَ فِي الْمَسْجِدِ رَاقِدٌ، فَجَاءَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُضْطَجِعٌ، قَدْ سَقَطَ رِدَاؤُهُ عَنْ شِقِّهِ، فَأَصَابَهُ تُرَابٌ، فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسَحُهُ عَنْهُ وَيَقُولُ «قُمْ أَبَا التُّرَابِ قُمْ أَبَا التُّرَابِ»

ابو حازم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہا: کہ مدینہ میں مروان کے آل میں سے ایک شخص کو (کسی جگہ کسی سرکاری عہدہ پر) مقرر کیا گیا تو اس نے سیدنا سہل رضی اللہ عنہ کو بلایا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا بولنے کا حکم دیا۔ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو وہ شخص بولا کہ اگر تو برا بھلا کہنے سے انکار کرتا ہے تو کہہ کہ ابو تراب پر اللہ کی لعنت ہو۔ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ابو تراب سے زیادہ کوئی نام پسند نہ تھا اور وہ اس نام کے ساتھ پکارنے والے شخص سے خوش ہوتے تھے۔ وہ شخص بولا کہ اس کا قصہ بیان کرو کہ ان کا نام ابو تراب کیوں ہوا؟ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گھر میں نہ پایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تیرے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ وہ بولیں کہ مجھ میں اور ان میں کچھ باتیں ہوئیں اور وہ غصہ ہو کر چلے گئے اور یہاں نہیں سوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے فرمایا کہ دیکھو وہ کہاں ہیں؟ وہ آیا اور بولا کہ یا رسول اللہ! علی مسجد میں سو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے، وہ لیٹے ہوئے تھے اور چادر ان کے پہلو سے الگ ہو گئی تھی اور (ان کے بدن سے) مٹی لگ گئی تھی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مٹی پونچھنا شروع کی اور

فرمانے لگے کہ اے ابوتراب! اٹھ۔ اے ابوتراب! اٹھ۔ (صحيح مسلم حديث نمبر: 6229)

وضاحت:

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مروان کے خاندان کا ایک شخص، جس کا نام معلوم نہیں، وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا۔ روایت میں نہ تو اس کا نام مذکور ہے اور نہ ہی اس کا عہدہ نیز یہ واضح ہے کہ وہ گورنر نہیں تھا، اسی طرح اس نے اپنے بغض کا اظہار بر سر منبر نہیں کیا بلکہ نجی محفل میں کیا۔ اس دور میں چونکہ ناصبی فرقہ ظاہر ہو رہا تھا، اس وجہ سے ایسے لوگوں کی موجودگی کا امکان موجود ہے۔

تاہم یہ نہ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقرر کردہ گورنر تھا اور نہ ہی کوئی اور اہم عہدے دار تھا کسی چھوٹے موٹے عہدے پر فائز رہا ہو گا اور وہ اپنے زعم میں علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کروانے چلا تھا لیکن حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے اسے منہ توڑ جواب دے کر خاموش کر دیا، سہل رضی اللہ عنہ کے اس مبارک رد والے عمل پر حکومتی طور پر کوئی رد نہیں کیا گیا، اس سے واضح معلوم ہو رہا ہے وہ ایک کسی ناصبی شخص کا ذاتی عمل تھا معاویہ رضی اللہ عنہ اس سے پاک ہیں۔

نیز اس روایت میں یہ نہیں کہ اس شخص نے یہ کام معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے کیا تھا اسی طرح یہ بھی نہیں کہ اس شخص کی شکایت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچی ہو اور آپ نے صرف نظر کی ہو۔

انتہائی اہم ترین نوٹ:

اس میں موجود مجہول شخص ناصبیت والا مردود ذہن رکھتا تھا جو اہل بیت کی دشمنی میں نمایاں رہے تھے اور انکے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں کچھ لوگ رافضیت والی ذہنیت رکھتے تھے جو معاویہ رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ تمام بنو امیہ، عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر کبار صحابہ، طلحہ،

زبیر رضی اللہ عنہما وغیرہ پر سب کرتے تھے بلکہ علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بعض تو قاتلین عثمان، طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے اور آج تک مرزا اور اسکے حواری روافض، معاویہ رضی اللہ عنہ اور ازواج مطہرات وغیرہ پر نقطہ چینی کرتے ہوئے آرہے ہیں۔

لیکن!! معاذاللہ ہم اس وجہ سے سیدنا ومحبوبنا علی المرتضی، شیر خدا، اسد اللہ رضی اللہ عنہ کی ذات کے بارے میں کوئی ذرہ برابر شک نہیں کرسکتے کہ ان کے حکم یا رضامندی سے یہ سب کچھ ہوتا تھا بلکہ علی رضی اللہ عنہ روافض کے اس کام سے بریٔ الذمہ ہیں۔

لیکن افسوس کے ساتھ مرزا صاحب اپنے پیشوا روافض کی مشن پر چلتے ہوئے صحابی رسول معاویہ رضی اللہ عنہ کو بریٔ قرار دینے کے بجائے اسکے خلاف زبان درازی کررہے ہیں۔

یاد رہے ہم اہل سنت ناصبیوں اور رافضیوں دونوں سے بیزار ہیں۔

علامہ قرطبی ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " يبعد على معاوية أن يصرح بلعنه وسبّه، لما كان معاوية موصوفاً به من العقل والدين، والحلم وكرم الأخلاق، وما يروى عنه من ذلك فأكثره كذب لا يصح، وأصح ما فيها قوله لسعد بن أبي وقاص: ما يمنعك أن تسب أبا تراب؟

وهذا ليس بتصريح بالسب، وإنما هو سؤال عن سبب امتناعه ليستخرج ما عنده من ذلك، أو من نقيضه، كما قد ظهر من جوابه، ولما سمع ذلك معاوية سكت وأذعن، وعرف الحق لمستحقه ... وأما التصريح باللّعن، وركيك القول، كما قد اقتحمه جهّال بني أمية وسفلتهم، فحاش معاوية منه، ومن كان على مثل حاله من الصحبة، والدّين، والفضل، والحلم، والعلم، والله تعالى أعلم " انتهى من "

(المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم " (6 / 278 – 279) من المكتبة الشاملة)

یہ بات ناممکن ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صراحت کریں(بولیں) حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لعن طعن کرنے کے لیے یا گالیاں دینے کے لیے کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ متصف تھے اعلی عقل، دین، بردباری اور اچھے اخلاق کے ساتھ جو کچھ ان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ اکثر جھوٹ ہے صحیح ثابت نہیں، اس مسئلہ میں (مخالفین کی طرف سے پیش کردہ دلائل میں سے)سب سے صحیح ترین دلیل سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے۔(اس روایت کے حوالے سے ہم نے تفصیلی بحث پہلے گذر چکی ہے)

آگے قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جن روایتوں کے اندر لعن اور نامناسب الفاظ کی صراحت ہے وہ بنی امیہ کے بعض جاہلوں اور ہلکے قسم کے افراد کی طرف سے سرزد ہوئے ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ اس سے پاک ہیں، کیونکہ ان کی جو حالت ہے صحابیت، دین، فضل، بردباری وغیرہ کی (وہ اسکے منافی ہے).

معزز قارئین کرام!

آپ غور فکر کریں تو حقیقت بھی یہی ہے معاویہ رضی اللہ عنہ تو فضیلت علی رضی اللہ عنہ کے قائل تھے وہ کیسے ان پر لعن طعن کر سکتے ہیں؟ یا کرواسکتے ہیں؟

جیسا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا مندرجہ ذیل فرمان ملاحظہ فرمائیں:

جاء أبو مسلم الخولاني وأناس معه إلى معاوية فقالوا له: أنت تنازع علياً أم أنت مثله؟ فقال معاوية: لا والله! إني لأعلم أن علياً أفضل مني، وإنه لأحق بالأمر مني، ولكن ألستم تعلمون أن عثمان قتل مظلوماً وأنا ابن عمه؟ وإنما أطلب بدم عثمان، فأتوه فقولوا له، فليدفع إلي قتلة عثمان،

و أسلم له "

ابو مسلم الخولانی رحمۃ اللہ علیہ چند افراد کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جھگڑا کر رہے ہیں کیا آپ ان جیسے ہیں؟؟؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اللہ کی قسم نہیں؛ یقینا میں جانتا ہوں علی رضی اللہ عنہ میرے سے افضل ہیں اور خلافت کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں؛ لیکن تم نہیں جانتے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو مظلومانہ انداز میں قتل کیا گیا ہے؟؟ میں ان کے چچا کا بیٹا ہوں میں تو صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کر رہا ہوں تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور اسے کہہ دو کہ وہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو میرے حوالے کر دیں میں اس کی اطاعت کروں گا۔

(ابن عساکر 59 / 132 و ذکرہ الذهبی فی السیر ج4 ص300 و سندہ حسن)

دلیل نمبر:07

(اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب روایت)

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ الْجَدَلِيِّ، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقَالَتْ لِي: أَيُسَبُّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيكُمْ؟ قُلْتُ: مَعَاذَ اللَّهِ – أَوْ: سُبْحَانَ اللَّهِ. أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا – قَالَتْ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: " مَنْ سَبَّ عَلِيًّا، فَقَدْ سَبَّنِي "

یحیی بن ابی بکیر نے ہم سے بیان کیا کہ اسرائیل نے ابو اسحاق سے بحوالہ ابو عبد اللہ الجدلی ہم سے بیان کیا کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ کیا تم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تنقید کی جاتی ہے؟ میں نے کہا کہ معاذ اللہ یا سبحان اللہ یا اسی قسم کا

کوئی کلمہ کہا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ جس نے علی رضی اللہ عنہ پر تنقید کی اس نے مجھ پر تنقید کی۔رواہ احمد بن حنبل، حدیث: 26627)

مسند احمد کی سند تو ضعیف ہے۔

ابو اسحاق السبیعی مدلس ہیں اور عن سے بیان کر رہے ہیں۔

جبکہ یہی روایت مسند ابی یعلیٰ میں حسن سند کے ساتھ موجود ہے لیکن اسکا متن کچھ تبدیل ہے اسکے الفاظ یہ ہیں:

عن ابي عبد الله الجدلي قال قالت ام سلمة ايسب رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنابر؟ قلت وأنى ذلك؟ قالت: يسب علي ومن يحبه فاشهد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يحبه

ابو عبد اللہ الجدلی کہتے ہیں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا رسول اللہ ﷺ پر تنقید کی جاتی ہے ممبروں پر میں نے کہا وہ کیسے؟ توانہوں نے فرمایا: کیا علی رضی اللہ عنہ اور ان سے محبت کرنے والوں پر تنقید نہیں کی جاتی؟ اور میں گواہی دیتی ہوں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ان سے محبت کرتے تھے۔ (ذکرہ ابو یعلیٰ فی مسندہ: 7007 وسندہ حسن)

اولا: یہاں سب کا لفظ ہے اور (سب) لفظ کا معنی ہر وقت گالی نہیں ہوتا جیسا کہ اس حوالے سے تفصیلی بحث گذری۔

(سب) کا یہ بھی معنی کسی کو غلطی پر تصور کرتے یا دیکھتے ہوئے اس پر تنقید کرنا) دیگر کئی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ تبوک کے سفر کے بارے میں تفصیلی روایت مسلم میں موجود ہے آپ نے فرمایا تھا:

«إِنَّكُمْ سَتَأْتُونَ غَدًا، إِنْ شَاءَ اللهُ، عَيْنَ تَبُوكَ، وَإِنَّكُمْ لَنْ تَأْتُوهَا حَتَّى

يُضْحِيَ النَّهَارُ، فَمَنْ جَاءَهَا مِنْكُمْ فَلَا يَمَسَّ مِنْ مَائِهَا شَيْئًا حَتَّى آتِيَ» فَجِئْنَاهَا وَقَدْ سَبَقَنَا إِلَيْهَا رَجُلَانِ، وَالْعَيْنُ مِثْلُ الشِّرَاكِ تَبِضُّ بِشَيْءٍ مِنْ مَاءٍ، قَالَ فَسَأَلَهُمَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ «هَلْ مَسَسْتُمَا مِنْ مَائِهَا شَيْئًا؟» قَالَا: نَعَمْ، فَسَبَّهُمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَقَالَ لَهُمَا مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ. قَالَ: ثُمَّ غَرَفُوا بِأَيْدِيهِمْ مِنَ الْعَيْنِ قَلِيلًا قَلِيلًا، حَتَّى اجْتَمَعَ فِي شَيْءٍ، قَالَ وَغَسَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ يَدَيْهِ وَوَجْهَهُ، ثُمَّ أَعَادَهُ فِيهَا، " فَجَرَتِ الْعَيْنُ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ أَوْ قَالَ: غَزِيرٍ - شَكَّ أَبُو عَلِيٍّ أَيُّهُمَا قَالَ - حَتَّى اسْتَقَى النَّاسُ، ثُمَّ قَالَ «يُوشِكُ، يَا مُعَاذُ إِنْ طَالَتْ بِكَ حَيَاةٌ، أَنْ تَرَى مَا هَاهُنَا قَدْ مُلِئَ جِنَانًا»

آپ ﷺ نے فرمایا: کہ کل تم لوگ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو تبوک کے چشمے پر پہنچو گے اور دن نکلنے سے پہلے نہیں پہنچ سکو گے اور جو کوئی تم میں سے اس چشمے کے پاس جائے، تو اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے جب تک میں نہ آؤں۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر ہم اس چشمے پر پہنچے اور ہم سے پہلے وہاں دو آدمی پہنچ گئے تھے۔ چشمہ کے پانی کا یہ حال تھا کہ جوتی کے تسمہ کے برابر ہو گا، وہ بھی آہستہ آہستہ بہہ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں آدمیوں سے پوچھا کہ تم نے اس کے پانی میں ہاتھ لگایا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، تو آپ ﷺ نے ان کو برا کہا (اس لئے کہ انہوں نے حکم کے خلاف کیا تھا) اور اللہ تعالیٰ کو جو منظور تھا وہ آپ ﷺ نے ان کو سنایا۔ پھر لوگوں نے چلوؤں سے تھوڑا تھوڑا پانی ایک برتن میں جمع کیا تو آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اور منہ اس میں دھویا، پھر وہ پانی اس چشمہ میں ڈال دیا تو وہ چشمہ جوش مار کر بہنے لگا اور لوگوں نے (اپنے جانوروں اور آدمیوں کو) پانی پلانا شروع کیا۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے معاذ! اگر تیری زندگی رہی تو تو دیکھے گا کہ یہاں جو جگہ ہے وہ گھنے باغات سے لہلہا اٹھے گی۔ (رواہ المسلم: 5947)

وضاحت: اس روایت میں الفاظ ہیں جلدی کرنے والے دو افراد کو آپ ﷺ نے (سب) کیا، اب ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کوئی شخص یہ بدگمانی نہیں کر سکتا کہ آپ نے انہیں معاذ اللہ گالیاں دی ہوں گی۔ اس حدیث کا مطلب یہی ہے کہ آپ نے ان پر تنقید فرمائی ہو گی اور انہیں اپنی اصلاح کا کہا ہو گا۔

ثانیاً: اس روایت کے اندر کوئی وضاحت نہیں کہ وہ تنقید کرنے والے کون تھے؟ اور یہ بھی وضاحت نہیں کہ وہ کس کے حکم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتے تھے؟؟ پھر اس معاملہ کا الزام شہزادہ جنت معاویہ رضی اللہ عنہ پر لگانا بہت بڑی جرأت اور خیانت ہے۔

ثالثاً: اس سے مراد خوارج بھی ہو سکتے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں ہی ظاہر ہوئے تھے اور ایک علاقے پر انکی حکومت بھی قائم ہو گئی تھی اور یہ خارجی بدبخت تو نعوذ باللہ جنتی شہزادے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی تکفیر تک کرتے تھے۔

رابعاً: شیعہ حضرات کے لیے تو اس طرح کی روایات پیش کرنا جائز ہی نہیں ہے کیونکہ ان کی کتب کے اندر موجود ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

{من سبني فهو في حل من سبي} جو شخص مجھے "سب" کرتا ہے وہ میری "سب" سے حلال ہے (یعنی اس کو میں نے معاف کر دیا ہے)۔ (بحار الأنوار 19/34)

جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر کیے سب کو معاف کر دیا ہے تو آج یہ لوگ اس کو کیوں اچھالتے ہیں؟ جبکہ ان کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ معصوم عن الخطا ہیں وہ حق ہی کہتے ہیں۔۔۔!!

حدیث عمار رضی اللہ عنہ اور مرزا کا غلط استدلال

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدٌ الحَذَّاءُ، عَنْ عِكْرِمَةَ، قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهِ عَلِيٍّ: انْطَلِقَا إِلَى أَبِي سَعِيدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيثِهِ، فَانْطَلَقْنَا فَإِذَا هُوَ فِي حَائِطٍ يُصْلِحُهُ، فَأَخَذَ رِدَاءَهُ فَاحْتَبَى، ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا حَتَّى أَتَى ذِكْرُ بِنَاءِ المَسْجِدِ، فَقَالَ: كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً وَعَمَّارٌ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ، فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ، وَيَقُولُ: «وَيْحَ عَمَّارٍ، تَقْتُلُهُ الفِئَةُ البَاغِيَةُ، يَدْعُوهُمْ إِلَى الجَنَّةِ، وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ» قَالَ: يَقُولُ عَمَّارٌ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الفِتَنِ

ہم سے مسدد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے عبد العزیز بن مختار نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے خالد حذاء نے عکرمہ سے، انھوں نے بیان کیا کہ مجھ سے اور اپنے صاحبزادے علی سے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاؤ اور ان کی احادیث سنو۔ ہم گئے۔ دیکھا کہ ابو سعید رضی اللہ عنہ اپنے باغ کو درست کر رہے تھے۔ ہم کو دیکھ کر آپ نے اپنی چادر سنبھالی اور گوٹ مار کر بیٹھ گئے۔ پھر ہم سے حدیث بیان کرنے لگے۔ جب مسجد نبوی کے بنانے کا ذکر آیا تو آپ نے بتایا کہ ہم تو (مسجد کے بنانے میں حصہ لیتے وقت) ایک ایک اینٹ اٹھاتے۔ لیکن عمار دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا تو ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرمایا، افسوس! عمار کو ایک باغی جماعت قتل کرے گی۔ جسے عمار جنت کی دعوت دیں گے اور وہ جماعت عمار کو جہنم کی دعوت دے رہی ہو گی۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں فتنوں سے خدا کی

پناہ مانگتا ہوں۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر: 447 وروا ہ مسلم:7320)

معزز قائین کرام!

عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں اختلاف وانتشار پیدا ہو گیا، اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے لہذا حضرت عائشہ، طلحہ، زبیر، معاویہ، مغیرہ بن شعبہ، عمر بن عاص وغیرہ رضی اللہ عنہم سب کا مطالبہ تھا کہ مظلوم، شہید مدینہ، امیر المومنین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے فوراقصاص لیاجائے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حالت اس وقت کمزور تھی قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ بہت زیادہ تھے آپ فوراقصاص لینے سے عاجز تھے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کے حوالہ سے حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لیے بصرہ کا ارادہ کیا اور جنگ کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ جیسا کہ علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے منہاج السنۃ کے اندر تفصیلی بحث فرمائی ہے۔

اسکے بعد فریقین میں مصالحت ہو گئی لیکن بعض سرکشوں اور بالخصوص قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا مسلمان سارے علی رضی اللہ عنہ پر متفق ہو جائینگے تو ہماری خیر نہیں تو انہوں نے شرارت کرتے ہوئے اچانک جھوٹی افواہیں پھیلادیں کہ فریق ثانی نے عہد شکنی کر دی ہے اور فریق ثانی پر تیر اندازی شروع کر دی اور اسی وجہ سے معاملہ جنگ تک پہنچ گیا اور نتیجے میں جنگ جمل اور پھر جنگ صفین برپا ہوئی۔

جب نوبت جنگ تک پہنچی تو ان جنگوں کے حوالے سے صحابہ کے تین موقف بن گئے کیونکہ معاملہ مشتبہ تھا۔

پہلا موقف:

اکثر صحابہ خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔

ان صحابہ میں سے سعد بن ابي وقاص، ومحمد بن مسلمہ، واسامہ بن زید، وعبد اللہ بن عمر

وغیرہ کبار صحابہ شامل ہیں رضی اللہ عنہم۔

قال محمد بن سيرين، قال: " هاجت الفتنة وأصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم عشرة آلاف، فما حضر فيها مائة، بل لم يبلغوا ثلاثين

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب جنگوں کا فتنہ عروج پر پہنچا اس وقت دس ہزار صحابہ زندہ تھے تو ان میں سے جنگوں کے اندر ایک سو کے قریب بھی شریک نہیں ہوئے بلکہ تیس کے قریب شریک ہوئے۔

(السنة لأبي بكر الخلال " (466/2) رقم المسلسل728۔ وسنده صحيح)

دوسرا موقف:

علی رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق ہیں ان کی مدد کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔

تیسرا موقف:

عثمان رضی اللہ عنہ مظلومانہ انداز میں شہید کئے گئے ان کا قصاص لینا ہم پر فرض ہے کیونکہ قرآن کہتا ہے (كتب عليكم القصاص)۔

معزز قارئین کرام!

ہم یہ کہتے ہیں کہ ان جنگوں میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ حق بجانب تھے، لیکن دوسرے لڑائی کرنے والے صحابہ صرف اجتہادی خطا پر تھے۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ:

قَالَ الْعُلَمَاءُ هَذَا الْحَدِيثُ حُجَّةٌ ظَاهِرَةٌ فِي أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانَ مُحِقًّا مُصِيبًا وَالطَّائِفَةُ الْأُخْرَى بُغَاةٌ لَكِنَّهُمْ مُجْتَهِدُونَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِمْ لِذَلِكَ

علماء فرماتے ہیں یہ حدیث (عمار) حجت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ حق پر ہیں اور درستگی پر ہیں اور دوسری جماعت باغی ہے مگر وہ مجتھد ہیں اس لئے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔

انہیں لغت عربی کے اعتبار سے باغی کہا گیا ہے اور اس خطاء کو اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے ہی معاف فرما دیا تھا

اسی وجہ سے جب علی رضی اللہ عنہ سے جنگ جمل میں شرکت کرنے فریق ثانی کے لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ منافق ہیں یا مشرک؟؟؟ تو آپ نے فرمایا(اخواننا بغوا علینا) یہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے (غلط فہمی کی وجہ سے) ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبة ج7ص535 رقم المسلسل: 37752 و سنده صحیح)

نوٹ: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل میں شریک ہونے والے سارے لوگوں کو اپنا بھائی قرار دے دیا ہے؛ اور علی رضی اللہ عنہ حق بجانب ہیں تو یہاں ایک بڑا سوال پیدا ہوتا ہے کہ: ایک عام مسلمان؛ جب اس سے جان بوجھ کر ہی غلطی ہو جائے؛ تو کیا توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ اسے معاف نہیں کر سکتا!؟؟ کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے توبہ کے دروازے نہیں کھولے ہوئے؟؟؟ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش سے مسلمانوں کو محروم کر دے؟؟؟؟ کوئی نہیں کر سکتا یقینا کوئی نہیں؛ کیونکہ یہ اختیار مخلوق کے پاس نہیں ہے اس رب کا تو اعلان ہے۔ان ربك واسع المغفرة۔۔۔۔بے شک تیرے رب کی بخشش بہت ہی کشادہ ہے.

اسی طرح ارشاد فرمایا:و من یغفر الذنوب الا الله .

کون ہے؟؟ اللہ کے سوا گناہوں کو معاف کرنے والا۔

یہاں تک کہ مشرک؛ قاتل؛ زانی اور اس جیسے بھیانک گناہوں کا مرتکب عام انسان بھی جب توبہ کرتا ہے تو رب العالمین کی طرف سے اعلان ہے(یبدل الله سیئاتهم حسنات) اللہ اس گنہگار کے گناہوں کو مٹا کر نیکیاں لکھ دیتا ہے۔

جب یہ بخشش کے اعلان عام مسلمان افراد کے لیے ہیں تو کیا یہ معاویہ، عائشہ رضی اللہ عنہما اور بنو اُمیہ کے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے نہیں ہو سکتے؟؟؟ جن سے بسا اوقات بشری تقاضوں

کے مطابق اجتہادی خطائیں صادر ہو گئیں!!!!

جن کی فضیلت و عظمت اور بخشش کا اعلان پہلے ہی قرآن نے فرما دیا ہے، تو آج کے نیم رافضی یا رافضی کون ہو سکتے ہیں؟؟؟ جو معاویہ رضی اللہ عنہ یا دیگر صحابہ سے یہ بخشش اور جنت کی فضیلت چھین لیں!!! یقیناً جو بھی ان کے خلاف زبان درازی کرے گا وہ اپنے ایمان کو تو خراب کر سکتا ہے معاویہ رضی اللہ عنہ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ امام اہل سنت ابو زرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا!!! جب ایک شخص ان کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے میں معاویہ سے نفرت اور بغض رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: لِمَ؟ قال: لأنه قاتَل عليا . فقال أبو زرعة: إن ربَّ معاوية ربّ رحيم وخصم معاوية خصمٌ كريم فما دخولك أنت بينهما ــ رضي الله عنهم ــ أجمعين

ابو زرعہ الرازی رحمہ اللہ نے اس دشمن معاویہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تم اس سے کیوں نفرت کرتے ہو؟؟ اس نے کہا اس لیے کہ انہوں نے علی رضی اللہ عنہ سے قتال کیا تھا۔ ابو زرعہ الرازی نے کہا بے شک معاویہ رضی اللہ عنہ کا رب بڑا ہی مہربان ہے اور معاویہ رضی اللہ عنہ سے اختلاف کرنے والے یعنی علی رضی اللہ عنہ بھی بڑے کرم کرنے والے ہیں تمہارا ان کے بیچ میں کیا جاتا ہے۔؟ (رواہ ابن عساکر 141/59 وانظر فتح الباری 86/13 عمدة القاری 215/24)

(اس اثر کی سند پر کچھ کلام ہے لیکن معنی بالکل درست ہے)۔

یہاں باغی سے مراد لغوی باغی ہیں نہ کہ اصطلاحی باغی، جن کے لیے سخت ترین احکامات ہیں۔

مرزا جہلمی اور انکے معتقدین سے اہم ترین سوال اور التماس: مندرجہ ذیل اتفاقی صحیح روایت پر غور کریں۔

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ

حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَام لَيْلَةً فَقَالَ أَلَا تُصَلِّيَانِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللَّهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا فَانْصَرَفَ حِينَ قُلْنَا ذَلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ وَهُوَ يَقُولُ وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا

ترجمہ: ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، کہا کہ ہمیں شعیب نے زہری سے خبر دی، کہا کہ مجھے حضرت زین العابدین علی بن حسین نے خبر دی، اور انہیں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ان کے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، آپ نے فرمایا کہ کیا تم لوگ (تہجد کی) نماز نہیں پڑھو گے؟ میں عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری روحیں اللہ کے قبضہ میں ہیں، جب وہ چاہے گا ہمیں اٹھادے گا۔ ہمارے اس عرض پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن واپس جاتے ہوئے میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ران پر ہاتھ مار کر (سورہ کہف کی یہ آیت پڑھ رہے تھے) آدمی سب سے زیادہ جھگڑالو ہے ﴿وکان الانسان اکثر شئی جدلا﴾ (بخاری:1127)

اس حدیث کے معنی پر غور کریں، اب اگر کوئی ناصبی اٹھ کر اس حدیث کو بیان کرے اور کہے کہ قرآن کے اندر جو آیت ہے (وکان الانسان اکثر شیء جدلا) سے مراد معاذاللہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ خاتون جنت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں۔ معاذ اللہ

پوری آیت اس طرح ہے

﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ لِلنَّاسِ مِن كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَكَانَ الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ

جَدَلًا﴾

ہم نے اس قرآن میں ہر ہر طریقے سے تمام کی تمام مثالیں لوگوں کے لئے بیان کردی ہیں لیکن انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔ (الکھف: 54)

مرزاصاحب! ناصبی کے اس اعتراض کا آپ کے پاس کیا جواب ہو گا؟؟

اور آپ کو پتہ ہونا چاہیئے کہ اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن پر اعتراض کریں اور قرآنی احکامات کے ساتھ ٹکراؤ کریں اور جھگڑا کریں اس طرح کے افراد کا حکم تو ہر ایک کو معلوم ہی ہے۔

مرزاصاحب! حقیقت یہ ہے کہ ہم تو اس حدیث کو پیش کرنے والے ناصبی کو منہ توڑ جواب دینگے اور ناصبی کے اس استدلال پر اسے ملامت کرتے ہوئے گستاخ علی رضی اللہ عنہ کا حکم لگائینگے اور کہیں گے کہ یہاں لغت عربی کے اعتبار سے جدل کہا گیا ہے۔ ورنہ آیت کے اصل معنی اور سیاق کلام کے ساتھ معنوی اعتبار سے، سیدہ خاتون جنت فاطمہ رضی اللہ عنہا، اور شیر خدا علی رضی اللہ عنہ کا ذرہ برابر بھی تعلق نہیں ہے۔

کیونکہ ہم اہلسنت اہل بیت کی گستاخی کبھی نہیں برداشت کرسکتے۔

مرزاصاحب آپ کا کیا جواب ہو گا؟؟

اس طرح کے نصوص جب دیگر صحابہ کے بارے میں ملتے ہیں تو آپ تاویل نہیں کرتے؟

یہاں آپ تاویل کیے بغیر کیا جواب دیں گے؟

معززاحباب!

اگر یہاں بات سمجھانا مقصود نہیں ہوتی تو میں اس روایت کو کبھی بھی اس سیاق میں ذکر نہ کرتا کیوں کہ لوگ اس کا مفہوم اور مقصد سمجھ نہیں سکتے اور اہل جنت، مغفور افراد

کے بارے میں بدگمان ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ معاذ اللہ۔

لیکن اپنے آپ کو عدل پرست اور حق پرست سمجھنے والا مرزا اور اس کے حواریوں کو اگر اس طرح کی حدیث معاویہ رضی اللہ عنہ یا کسی اور اموی صحابی کے خلاف مل جاتی تو چیخ چیخ کہ، زبان درازی کرتے ہوئے، غلط مفہوم نکالتے ہوئے، عوام کے سامنے بیان کرتے اور نعرہ لگاتے ہم بڑے حق پرست ہیں باقی علماء حق کو چھپاتے ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم کے اندر اس پر کلام فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

" واعلم أن الدماء التي جرت بين الصحابة رضي الله عنهم ليست بداخلة في هذا الوعيد — يعني قول النبي صلى الله عليه وسلم: إذا التقى المسلمان بسيفيهما فالقاتل والمقتول في النار.ومذهب أهل السنة والحق إحسان الظن بهم، والإمساك عما شجر بينهم، وتأويل قتالهم، وأنهم مجتهدون متأولون لم يقصدوا معصية، ولا محض الدنيا، بل اعتقد كل فريق أنه المحق، ومخالفه باغ، فوجب عليه قتاله ليرجع إلى أمر الله، وكان بعضهم مصيبا وبعضهم مخطئا معذورا في الخطأ، لأنه لاجتهادٍ، والمجتهد إذا أخطأ لا إثم عليه "

مفہوم: جان لیں کو وہ خون جو صحابہ کے بیچ میں اختلافات کی وجہ سے بہے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی اس وعید کے اندر داخل نہیں۔

دو مسلمان جب آپس میں تلواروں کے ساتھ لڑتے ہیں تو قاتل مقتول دونوں جہنمی ہیں۔

اہل سنت اور اہل حق کا مذہب یہی ہے کہ ان کے بارے میں اچھا گمان رکھا

جائے۔اور جو ان کے بیچ میں اختلافات ہوئے اس حوالے سے خاموش رہا جائے، ان کے بیچ میں جو لڑائیاں ہوئیں تھیں اس حوالے سے (صحیح) توجیہ بیان کی جائے، بے شک وہ سارے کے سارے مجتہد اور توجیہ کرنے والے تھے ان کا نافرمانی کا کوئی ارادہ نہیں تھا اور نہ ہی دنیا کی لالچ تھی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے ہر جماعت کا یہی خیال تھا کہ وہ حق پر ہیں اور اس کا مخالف باغی ہے اسی لیے ان سے قتال کرنا واجب ہے تا کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں جبکہ حقیقت میں تو کچھ ان میں درستگی پر تھے اور کچھ اجتہادی خطا پر تھے اور اللہ کے ہاں وہ اس اجتہادی خطا میں معذور ہیں کیونکہ یہ غلطیاں اجتہاد کی وجہ سے صادر ہوئی اور مجتہد جب اجتہاد کرتا ہے اس سے خطا صادر ہو جائے تو (پھر بھی اسے ثواب ملتا ہے) اور اسکی غلطی پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔(المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج " (11/18)

معزز قارئین کرام!

نووی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کو بار بار غور سے پڑھیں تو حق عیاں ہو جاتا ہے کہ دونوں جماعتیں آپ کو حق پر سمجھتی تھی جی ہاں نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حق فرمایا یہ بات محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی بیان فرمادی تھی۔

عن أبي سعيد الخدري ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: تَمْرُقُ مارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ المُسْلِمينَ، يَقْتُلُها أَوْلى الطّائِفَتَيْنِ بالحَقّ.

ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مسلمانوں کے درمیان اختلاف ہو جائے گا تو ان (مسلمانوں کی دونوں اختلاف کرنے والی جماعتوں) کے بیچ میں سے ایک گروہ نکلے گا اور اس گروہ کے ساتھ جو مسلمانوں کی جماعت لڑائی کرے گی وہ حق کے زیادہ قریب ہو گی۔ (صحیح مسلم ح:2458)

اس حدیث کا مزید واضح مفہوم صحیح ابن حبان وغیرہ کے اندر موجود ہے؛ چنانچہ آپ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

يكونُ في أمَّتي فِرقتانِ تمرُقُ بيْنَهما مارقةٌ تقتُلُها أَوْلى الطّائفتَيْنِ بالحقِّ.

میری امت میں دو گروہ ہو جائینگے پھر ان دونوں گروہوں کے درمیان میں سے ایک الگ گروہ نکلے گا پھر اس (مسلمانوں کی دو جماعتوں کے بیچ سے) نکلنے والے (گروہ) سے جو مسلمان (جماعت) لڑائی کرے گی وہ حق کے زیادہ قریب ہو گی۔

(صحیح ابن حبان بترتیب بلبان الفارسی ح:6744)

اسی طرح ابن حبان میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں

عن أبي سعيد الخدري أن نبي الله ﷺ ذكر ناسا يكونون في فرقة من الناس سيماهم التحليق هم من شرار الناس أو هم من شر الخلق تقتلهم أدنى الطائفتين إلى الحق۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے کچھ لوگوں کا تذکرہ کیا جو اس وقت پیدا ہوں گے جب لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا آپ نے فرمایا ان کی نشانی ٹنڈ ہو گی وہ سب سے برے انسان ہیں یا وہ سب سے بری مخلوق ہیں (مسلمانوں کی) دو جماعتوں میں سے انہیں جو قتل کرے گا وہ حق کے زیادہ قریب ہو گا۔(رواہ ابن حبان ح:6749)

مذکورہ اتفاقی صحیح احادیث سے پتہ چلا کہ ایک وقت آئے گا جس میں مسلمانوں کی دو جماعتیں ہو جائینگی؛ ان دو جماعتوں سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعتیں ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ روایت کی وضاحت کرتے علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

افتراق يقع بين المسلمين، وهو الافتراق الذي كان بين علي ومعاوية

رضي الله عنهما.

یعنی: مسلمانوں کے بیچ میں ہونے والے اختلاف سے مراد حضرت علی اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے بیچ میں ہونے والا اختلاف ہے۔(شرح نووي: ج3 ص454)

جو گروہ ان کے بیچ سے نکلا وہ خوارج کا گروہ ہے

اسی طرح آپ نے فرمایا مسلمانوں کی دو جماعتوں میں سے جو جماعت اس الگ ہونے والے گروہ یعنی خوارج سے لڑائی کرے گی وہ حق کے زیادہ قریب ہوگی بنسبت دوسری جماعت کے اور خوارج سے لڑائی کرنے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ جیسا کہ بخاری شریف میں وضاحت موجود ہے۔

يخرجون على حين فرقة من الناس ". قال أبو سعيد: فأشهد أني سمعت هذا الحديث من رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأشهد أن علي بن أبي طالب قاتلهم وأنا معه.

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

میں گواہی دیتا ہوں کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس (مسلمانوں کے بیچ سے نکلنے والے تیسرے گروہ سے) لڑائی کی میں ان انکے ساتھ تھا۔(رواه البخاری: ح:3610)

اہم ترین نوٹ:

اس حدیث سے پتہ چلا کہ اختلاف کرنے والی مسلمانوں کی دونوں جماعتیں حق پر ہونگیں بس فرق صرف اتنا ہوگا کہ ان میں سے ایک جماعت حق کے زیادہ قریب ہوگی اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت ہے؛ جیسے ایک کمرے میں دو بندے کسی ٹیوب لائٹ کے سامنے بیٹھیں ایک قریب ہو اور دسرا کچھ دور ہو لیکن ہیں دونوں روشنی میں کوئی اندھیرے میں نہیں، نیز اس حدیث سے پتہ چلا کہ دونوں جماعتیں مسلمان اور مؤمن ہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی وضاحت میں فرمایا:

فهذا الحديث الصحيح دليل على ان كلا الطائفتين المقتتلتين على و اصحابه ومعاويه واصحابه علي حق وان عليا واصحابه كانوا اقرب الى الحق من معاوية و اصحابه.

یہ صحیح حدیث دلالت کرتی ہے کہ دونوں لڑنے والی جماعتیں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی؛ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی دونوں حق پر ہیں۔ جبکہ علی رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حق کے زیادہ قریب ہیں بمقابلہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے؛ لیکن ہیں دونوں حق پر۔ (فتاوی ابن تیمیة رحمه الله ج 4 ص 235)

اسی طرح شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

قَدْ ثَبَتَ فِي الصَّحِيحِ عَنْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّهُ قَالَ: «تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عَلَى حِينِ فُرْقَةٍ مِنْ الْمُسْلِمِينَ تَقْتُلُهُمْ أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ» وَهَذَا الْحَدِيثُ يَتَضَمَّنُ ذِكْرَ الطَّوَائِفِ الثَّلَاثَةِ، وَيُبَيِّنُ أَنَّ الْمَارِقِينَ نَوْعٌ ثَالِثٌ لَيْسُوا مِنْ جِنْسِ أُولَئِكَ؛ فَإِنَّ طَائِفَةَ عَلِيٍّ أَوْلَى بِالْحَقِّ مِنْ طَائِفَةِ مُعَاوِيَةَ

اس حدیث میں تین قسم کی جماعتوں کا تذکرہ ہے اور اس حدیث میں وضاحت ہے کہ مسلمانوں کی دو جماعتوں سے نکلنے والا تیسرا گروہ ان کی جنس سے نہیں ہے (یعنی حق پر نہیں جبکہ وہ دونوں مسلمانوں کی جماعتیں حق پر ہیں) جبکہ یقینی طور پر علی رضی اللہ عنہ کی جماعت حق کے زیادہ تر قریب ہے؛ بنسبت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت کے۔

(فتاوی ابن تیمیة رحمه الله ج 3 ص 444)

معزز قارئین کرام! یہ حدیث روافض اور نیم روافض افراد کے لیے لمحہ فکریہ ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے دل میں کینہ؛ دشمنی اور نفرت رکھتے ہیں اور انہیں دشمن حق تصور کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔

اہم ترین نوٹ:

مذکورہ روایت اتفاقی صحیح ہے اور یہ روایت کتب شیعہ کے اندر بھی موجود ہے چنانچہ شیعہ معتبر ترین عالم باقر مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہیں:

وقد رواه الحميدي في الحديث الرابع من المتفق عليه من مسند ابى سعيد الخدري في حديث ذي الثدية وأصحابه الذين قتلهم علي بن أبي طالب بالنهروان قال: قال رسول الله ﷺ: تمرق مارقة عند فرقة من المسلمين يقتلها أولى الطائفتين بالحق .

چوتھی متفق علیہ (اتفاقی صحیح) حدیث جس کو حمیدی نے روایت کیا ہے مسند ابو سعید الخذری رضی اللہ عنہ سے اس حدیث میں میں پستان والے (خارجی) شخص اور ان کے ساتھیوں کا تذکرہ ہے جن کو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نہروان جگہ پر قتل کیا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کے اختلاف کے وقت ایک گروہ مسلمانوں سے الگ ہو جائے گا اور جو جماعت اس گروہ سے لڑے گی وہ دونوں جماعتوں میں سے حق سے زیادہ قریب ہو گی۔

(بحار الانوار طبع جديد ج 32 ص 349 طبع قديم ج 32 ص310 المجلد السادس عشر)

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اپنی عظیم کتاب (الملل والنحل 77/3) پر فرماتے ہیں:

المجتهد المخطئ إذا قاتل على ما يرى أنه الحق قاصداً إلى الله تعالى

بنيته غير عالم بأنه مخطئ فهو فئة باغية وإن كان مأجوراً ولا حد عليه إذا ترك القتال۔

مخطئ مجتہد جب کسی سے لڑائی کرے اس بنیاد پر کہ وہ اپنے آپ کو حق پر تصور کرتا ہے اور اسکی نیت اللہ کی طرف (قربت) کا ارادہ ہو اور اسے پتا نہیں کہ وہ خطا پر ہے وہ باغی جماعت ہے اگرچہ وہ اس (بغاوت) والے عمل میں بھی ماجور ہیں اور جب وہ لڑائی کو چھوڑ دیں ان پر کوئی حد نہیں۔

مرزائی شبہ: اس روایت میں یہ بھی ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ انکو جنت کی طرف بلا رہا ہو گا وہ اسے آگ کی طرف۔

جواب شبہ:

اس جملے کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ انہیں جنت کی طرف بلا رہا ہے کیوں کہ عمار رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ واضح تھا کہ علی رضی اللہ عنہ حق پر ہیں۔ وہ انہیں آگ کی طرف بلا رہے تھے، مقصد یہ ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کے سامنے حق واضح تھا اور جب انسان کے سامنے حق واضح ہو جائے پھر بھی حق کو چھوڑ کر جائے تو وہ اپنے آپ کو آگ کی طرف ہی لے جا رہا ہے۔ جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے لشکر کے سامنے یہ حق واضح نہیں تھا بلکہ وہ اپنے آپ کو ہی حق پر سمجھتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین سے فی الفور قصاص نہ لینے کی وجہ سے خطا پر تصور کرتے تھے۔

حدیث عمار رضی اللہ عنہ پر بحث کرتے ہوئے علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فإن قيل: كان قتله بصفين وهو مع علي والذين قتلوه مع معاوية وكان معه جماعة من الصحابة فكيف يجوز عليهم الدعاء إلى النار؟

فالجواب أنهم كانوا ظانين أنهم يدعون إلى الجنة، وهم مجتهدون لا لوم عليهم في اتباع ظنونهم، فالمراد بالدعاء إلى الجنة الدعاء إلى سببها وهو طاعة الإمام، وكذلك كان عمار يدعوهم إلى طاعة علي وهو الإمام الواجب الطاعة إذ ذاك، وكانوا هم يدعون إلى خلاف ذلك لكنهم معذورون للتأويل الذي ظهر لهم.

اگر کہا جائے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت صفین کی جنگ میں ہوئی اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور جن لوگوں نے اسے قتل کیا وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور لشکر معاویہ رضی اللہ عنہ میں صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ آگ کی طرف بلا رہے تھے؟؟

تو اس شبہے کا جواب یہی ہے کہ (معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ موجود دیگر صحابہ) کا گمان یہ تھا کہ وہ جنت کی طرف بلا رہے ہیں اور وہ مجتہد تھے ان پر اس مسئلے میں اپنے افہام (اجتہادی سوچ) کی پیروی کرنے کی وجہ سے کوئی بھی ملامت نہیں۔

یہاں جنت کی طرف بلانے سے مراد جنت کے اسباب کی طرف بلانا ہے وہ یہ کہ علی رضی اللہ عنہ کی اطاعت کریں کیونکہ اس وقت وہی واجب الاطاعت امام تھے، جبکہ باقی صحابہ اس کے خلاف کی طرف بلا رہے تھے لیکن وہ سارے اس مسئلے میں معذور ہیں (یعنی اللہ کے ہاں انکا عذر مقبول ہے) (اجتہادی) توجیہ کی وجہ سے۔ (فتح الباري: ج1ص107)

معزز قارئین کرام!

ہم نے جو توجیہ بیان کی ہے وہی حق ہے کیونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں وہ صحابہ بھی تھے جن کے لیے باقاعدہ خصوصی طور پر جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔

جیسے وہ صحابہ جو صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے جیسے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ یہ تو اس موقعہ پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خواص میں سے تھا۔ جیسا کہ (بخاری شریف:2732) کے اندر الفاظ ہیں

(وَجَعَلَ يُكَلِّمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكُلَّمَا تَكَلَّمَ أَخَذَ بِلِحْيَتِهِ، وَالْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ السَّيْفُ وَعَلَيْهِ الْمِغْفَرُ، فَكُلَّمَا أَهْوَى عُرْوَةُ بِيَدِهِ إِلَى لِحْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ يَدَهُ بِنَعْلِ السَّيْفِ وَقَالَ لَهُ: أَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

(روایت میں ہے کہ عروہ بن مسعود الثقفی کفار مکہ کا نمائندہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر گفتگو کرنے لگے اور گفتگو کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک پکڑ لیا کرتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے تھے' تلوار لٹکائے ہوئے اور سر پر خود پہنے۔ عروہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کی طرف اپنا ہاتھ لے جاتے تو مغیرہ رضی اللہ عنہ تلوار کی کوتہی کو ان کے ہاتھ پر مارتے اور ان سے کہتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی سے اپنا ہاتھ الگ رکھ۔ عروہ رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اٹھایا اور پوچھا یہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ۔

صلح حدیبیہ کے شرکاء کیے لیے رب کا قرآن میں فیصلہ ہے۔

﴿لَّقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں جو تھا اسے (اللہ) نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور

انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔ (الفتح:18)

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے۔

عن جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: أَخْبَرَتْنِي أُمُّ مُبَشِّرٍ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ عِنْدَ حَفْصَةَ: «لَا يَدْخُلُ النَّارَ، إِنْ شَاءَ اللهُ، مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ، الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا»

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔مجھے ام مبشر رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں یہ فرماتے ہوئے سنا، "ان شاء اللہ اصحاب شجرہ (درخت والوں) میں سے کوئی ایک بھی جس نے اس کے نیچے بیعت کی تھی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ (مسلم:6404)

اس حدیث اور قرآن سے پتہ چلا کہ اہل بیعت رضوان سے اللہ ہمیشہ کے لیے راضی ہو گیا، انکے دلوں میں موجود سچا ایمان اللہ تعالیٰ نے جان لیا، اور وہ کبھی جہنم میں داخل نہیں ہوں گے۔

اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھے۔

اور دیگر کئی بزرگ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس لشکر میں موجود تھے جن کے لیے جنت کا وعدہ رب العالمین نے قرآن مقدس کے اندر کیا ہے۔

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾

تمہیں کیا ہو گیا ہے جو تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے؟ دراصل آسمانوں اور زمینوں کی میراث کا مالک (تنہا) اللہ ہی ہے تم میں سے جن لوگوں نے فتح سے پہلے فی سبیل

اللہ دیا ہے اور قتال کیا ہے وہ (دوسروں کے) برابر نہیں بلکہ ان کے بہت بڑے درجے ہیں ان سے جنہوں نے فتح کے بعد خیراتیں دیں اور جہاد کیے، ہاں بھلائی (جنت) کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ کا ان سب سے ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اس سے اللہ خبر دار ہے۔ (الحدید:10)

اس آیت کے اندر الفاظ ہیں (و کلا وعد اللہ الحسنی) اللہ تعالیٰ نے سب کے ساتھ حسنی کا وعدہ کیا ہے علماء فرماتے ہیں حسنی سے مراد جنت ہے.

کل کا لفظ تمام صحابہ کو شامل ہے۔

آخری التماس:

اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی کشادہ ہے کہ ایک انسان غلط فہمی اور ان جانے میں کفریہ جملہ بھی ادا کر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی معاف کر سکتا ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کا وہ شخص جس نے اپنے آپ کو جلوایا اور کہا تھا (لئن قدر اللہ علی) اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پہ قدرت رکھی تو بڑا سخت عذاب کرے گا۔

اس کا ذہن تھا کہ اگر میں نے اپنے آپ کو جلوا دیا تو اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں ہے۔

اللہ کی قدرت کا انکار کفر ہے لیکن اس شخص نے غلط فہمی کی بنیاد پر یہ کام کیا تھا کیونکہ شاید اس کو اللہ تعالیٰ کی قدیر صفت کا علم نہیں تھا، لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا۔ دیکھیں (بخاری:7506)

معزز قارئین!

آپ کا کیا خیال ہے ؟؟ اس امت محمدیہ کے افضل طبقہ، صحابہ کے بارے میں جن کے جنتی ہونے کا اللہ نے پہلے ہی تذکرہ فرما دیا ہے اللہ تعالیٰ انہیں اجتہادی خطاء در گزر نہیں کرے گا؟؟

خدارا اصحابہ پر طعن کر کے اپنے آپ کو قیامت کے دن رسوا نہ بنائیں۔

اس حدیث کے الفاظ ہیں (تقتلك الفئة الباغية).

عمار، آپ کو باغی گروہ شہید کرے گا.

ان الفاظ پر غور کریں کہ آپ ﷺ نے قتل کرنے والے افراد کو باغی کہا ہے یعنی جس نے قتل کیا، وہی باغی ہو گا، دوسرے نہیں، یاد رہے کہ کسی صحابی کا سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنا ثابت نہیں. جیسا کہ تفصیلاً آگے آرہا ہے۔

اس حدیث عمار رضی اللہ عنہ کو سمجھنے کے لیے اس فرمان علی رضی اللہ عنہ اور حدیث کا مطالعہ ضروری ہے:

حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ، قَالَ: اسْتَأْذَنَ ابْنُ جُرْمُوزٍ عَلٰى عَلِيٍّ وَأَنَا عِنْدَهُ، فَقَالَ عَلِيٌّ: بَشِّرْ قَاتِلَ ابْنِ صَفِيَّةَ بِالنَّارِ، ثُمَّ قَالَ عَلِيٌّ رضى الله عنه: سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ يَقُولُ: ((إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ۔)) سَمِعْت سُفْيَانَ يَقُولُ: الْحَوَارِيُّ النَّاصِرُ

زر بن جیش سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں: میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ابن جرموز نے ان سے اندر آنے کی اجازت طلب کی، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے یعنی سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے قاتل کو جہنم کی بشارت دے دو۔ اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔ امام سفیان نے کہا: حواری سے مراد مددگار ہے۔ (مسند احمد: 11701 وحسنه الشيخ زبير رحمه الله تعالىٰ في فضائل الصحابة)

نوٹ: **یہ فرمان علی رضی اللہ عنہ اتفاقی مقبول ہے اور کتب شیعہ کے اندر بھی موجود ہے۔**

دیکھیں بحار الانوار ج32 ص336 / مستدرک سفینۃ البحار ج2 ص38 وغیرہ۔

معزز قارئین کرام!

حدیث عمار رضی اللہ عنہ کو سمجھنے کے لیے یہ روایت انتہائی معاون ثابت ہوتی ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے صرف قاتل کے لیے جہنمی ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں حالانکہ قاتل زبیر، علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھا اور آپ کے حامیوں میں سے تھا۔

اب جو لوگ عمار رضی اللہ عنہ کے قاتلین کی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پورے لشکر پر حکم لگاتے اور طعن کرتے ہیں، تو وہ لوگ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے جہنمی قاتل کی وجہ سے، جن کو خود علی رضی اللہ عنہ نے جہنمی قرار دیا ہے وہ لوگ اس قاتل زبیر کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پورے لشکر پر حکم لگا سکتے ہیں؟!

ہم اہل سنت، محب اہل بیت تو ہرگز نہیں لگائیں گے۔

ہم تو علی رضی اللہ عنہ کے منہج پر عمل کرتے ہوئے صرف قاتل زبیر و عمار رضی اللہ عنہما کے لیے ہی حکم بیان کریں گے۔

اس مسئلہ کو مزید سمجھنے کے لئے دوسری روایت:

سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو مظلوم سمجھتے تھے جیسا کہ بخاری شریف کے اندر روایت ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: لَمَّا وَقَفَ الزُّبَيْرُ يوم الجمل دعاني فقمت إلى جنبه، فقال: يا بني إنه لا يقتل اليوم إلا ظالم أو مظلوم، وإني لا أراني إلا سأقتل اليوم مظلوما.

عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جمل کی جنگ کے موقع پر جب زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو مجھے بلایا میں ان کے پہلو میں جا کر کھڑا ہو گیا' انہوں نے کہا بیٹے! آج کی لڑائی میں

ظالم مارا جائے گا یا مظلوم میں سمجھتا ہوں کہ آج میں مظلوم قتل کیا جاؤں گا۔

(بخاری:3129)

معزز قارئین کرام!

اس روایت پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مظلوم اور ان کو قتل کرنے والے ظالم ہے، اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا قاتل حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں تھا، اب جو لوگ حدیث عمار رضی اللہ عنہ کی وجہ سے امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے پورے لشکر پر فتوی داغتے ہیں تو وہ لوگ اس حدیث کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پورے لشکر پر ظالم ہونے کا حکم لگا سکتے ہیں ؟!

ہم اہل سنت تو ہر گز نہیں لگائیں گے بلکہ ظالم صرف وہ ہے جس نے زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے سچے ساتھی ان سے بری اور بیزار ہیں بلکہ علی رضی اللہ عنہ بھی حق پر ہیں۔ واللہ اعلم۔

چنانچہ اس حوالے سے شیخ ابو یحییٰ نور پوری حفظہ اللہ صاحب لکھتے ہیں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ پر غور فرمائیں، قتل کرنے والے کو باغی کہا گیا، نہ کہ قتال کرنے والے کو۔

قتل اور قتال میں فرق ہے، کسی عربی لغت سے استفادہ کر لیجئے۔

قتل کا معنی جان سے مارنا، قتال کا معنی لڑائی کرنا۔

قتل یعنی شہید کرنے والے باغی ہیں، قتال یعنی لڑائی کرنے والے نہیں۔

ایک مثال سے سمجھیے؛

جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گروہ سے لڑائی کی تو اس میں سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے جو کہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے۔

لیکن اس قتل کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ذمے لگا کر انہیں قاتل طلحہ کہنا درست نہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما سمیت دیگر صحابہ سے

قتال کیا تھا، سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کیا۔

بالکل ایسے ہی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سمیت دیگر صحابہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمار رضی اللہ عنہ سے قتال کیا تھا، سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کیا۔

جس نے قتل کیا، وہی باغی ہو گا، دوسرے نہیں۔

یادرہے کہ کسی صحابی کا سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو شہید کرنا ثابت نہیں۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ جیسے خوارج بھی موجود تھے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان پر سخت غصہ بھی آتا تھا، ایک دفعہ مالک اشتر کو قتل کروانے کا ارادہ بھی کر لیا، لیکن کچھ عرصہ مصلحتاً اپنے ساتھ رکھنے پر مجبور رہے، اس پر ہمارا ویڈیو لیکچر بھی موجود ہے۔ اسی تناظر میں دیکھیں تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں کسی باغی گروہ کا ہونا بھی بعید نہیں)۔

(عمار کا قاتل جہنمی) حدیث کی تحقیق اور مرزا کے باطل استدلال کا رد

رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

(قاتل عمار و سالبه فی النار)

عمار کو قتل کرنے والا اور اس کے سامان کو چھیننے والا آگ میں جائے گا۔

(مستدرک الحاکم:5712)

اس روایت کی تمام اسناد ضعیف ہیں۔

لیکن کچھ علماء اس روایت کو صحیح سمجھتے ہیں اور قاتل صحابی رسول ﷺ ابو غادیہ رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے ہیں انکا نام یسار بن سبع تھا۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس روایت کی تمام اسناد ضعیف ہیں اس روایت کی مختلف کتابوں کے اندر چار کے قریب اسناد موجود ہیں اس روایت پر بحث کرتے ہوئے محدث، علامہ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جس روایت میں آیا ہے کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والا اور سامان چھیننے والا جہنم میں ہے، اس کی تخریج و تحقیق درج ذیل ہے۔

(1) لیث بن أبی سلیم عن مجاهد عن عبد الله بن عمرو بن العاص ....الخ

ثلاثة مجالس من الامالی لابی محمد المخلدی، 75/2.1،السلسلة الصحیحة5/18 الآحاد و المثانی لابن ابی عاصم 102/2 ح 803)

یہ سند ضعیف ہے۔ لیث بن ابی سلیم جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے، بوصیری نے

کہا: جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔(زوائد ابن ماجه: 230/208)، ابن الملقن نے کہا: وہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔(خلاصة البر المنیر: 78، البر المنیر: 2/104) امام نسائی نے فرمایا: ضعیف کوفی (کتاب الضعفاء: 511)

(اس روایت کی دو سندیں مزید شیخ نے ذکر کیں اور انکے بارے میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں)

(2) المعتمر بن سليمان التيمى عن أبيه عن مجاهد عن عبد الله بن عمر ۔۔۔ إلخ

(المستدرک للحاکم 3/378 ح 5661 و قال الذهبی فی التلخیص: علیٰ شرط البخاری و مسلم)

یہ سند سلیمان بن طرخان التیمی کے "عن" کی وجہ سے ضعیف ہے۔ سلیمان التیمی مدلس تھے۔ دیکھئے جامع التحصیل (ص 106) کتاب المدلسین لابی زرعة ابن العراقی (24) اسماء من عرف بالتدلیس للسیوطی (20) التبیین لأسماء المدلسین للحلبی (ص 29) قصیدة المقدسی و طبقات المدلسین للعسقلانی (2/52) امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "سلیمان التیمی تدلیس کرتے تھے۔" (تاریخ ابن معین، رواۃ الدوری: 3600)

امام ابن معین کی اس تصریح کے بعد سلیمان التیمی کو طبقۂ ثانیہ یا اولیٰ میں ذکر کرنا غلط ہے بلکہ حق یہ ہے کہ وہ طبقۂ ثالثہ کے مدلس ہیں لہٰذا اس روایت کو " صحیح علیٰ شرط الشیخین" نہیں کہا جا سکتا۔

(3) أبو حفص و كلثوم عن أبى غادية قال۔۔۔۔ فقيل قتلت عمار بن ياسر و أخبر عمر و بن العاص فقال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: إن قاتله و سالبه فى النار۔۔۔ إلخ"

(طبقات ابن سعد: 3/261 و اللفظه له، مسند احمد 4/198، الصحیحة: 5/19)

اس روایت کے بارے میں شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "وھٰذا أسناد صحیح، رجاله ثقات رجال مسلم۔۔۔"

عرض یہ ہے کہ ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ تک اس سند کے صحیح ہونے کا مطلب نہیں ہے کہ "قاتله و سالبه فی النار" والی روایت بھی صحیح ہے۔

ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "فقیل۔۔۔ إلخ" پس کہا گیا کہ تو نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے۔ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی ہے تو انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: بے شک اس (عمار رضی اللہ عنہ) کا قاتل اور سامان لوٹنے والا آگ میں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس روایت کا راوی "فقیل" کا فاعل ہے جو نامعلوم (مجہول) ہے۔ راوی اگر مجہول ہو تو روایت ضعیف ہوتی ہے لہٰذا یہ "فی النار" والی روایت بلحاظِ سند ضعیف ہے۔ "إسناده صحیح" نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ سے روایت دوراوی بیان کر رہے ہیں: (ا) ابو حفص: مجھول (ب) کلثوم بن جبر: ثقہ

امام حماد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ وضاحت نہیں فرمائی کہ انھوں نے کس راوی کے الفاظ بیان کئے ہیں؟ ابو حفص (مجہول) کے یا کلثوم بن جبر (ثقہ) کے اور اس بات کی بھی کوئی صراحت نہیں ہے کہ کیا دونوں راویوں کے الفاظ من و عن ایک ہی ہیں یا ان میں اختلاف ہے۔

انتھی کلام الشیخ زبیر رحمۃ اللہ علیہ۔

اہم ترین وضاحت:

شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کی ذکر کردہ اس طبقات ابن سعد اور مسند احمد والی سند نمبر تین کے بارے میں علامہ، محدث ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:" روى حماد بن سلمة عن كلثوم عن أبي الغادية ثم ساق الحديث، وقال رحمه الله " إسناده فيه انقطاع "

پوری حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس میں انقطاع ہے۔

(سير أعلام النبلاء 2/ 544)

جس انقطاع کی طرف ذہبی نے اشارہ کیا ہے اسکی یہ مندرجہ ذیل صورت بھی ہو سکتی ہے۔

اس روایت میں جملہ ہے (فاخبر عمرو) حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کو خبر دی گئی کہ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کا گیا ہے۔

سوال یہ ہے یہ جملہ کہنے والا کون ہے؟؟

گویا کہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا اشارہ اس طرف ہے کہ یہ جملہ کہنے والا کلثوم بن جبر ہے۔ یعنی کلثوم بن جبر کہہ رہے ہیں کہ عمرو رضی اللہ عنہ کو بتایا گیا کہ عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا ہے تو اس وقت عمرو رضی اللہ عنہ فرمایا: قاتل عمار۔۔۔۔۔ الخ

اور کلثوم بن جبر کا جابر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں لہذا سند منقطع ہے.

اہم ترین نوٹ:

اس حوالے سے جو طبقات ابن سعد کا متن ہے وہ سخت ترین معلول ہے۔ اس میں دو علتیں ہیں۔

پہلی علت:

اس مذکورہ روایت کے حوالے سے طبقات ابن سعد کے الفاظ ہیں (قتلت عمارا بن یاسر) تم نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے۔ جبکہ مسند احمد میں امام احمد نے یہ الفاظ ذکر نہیں کیے بلکہ وہاں الفاظ ہیں (قتل عمار بن یاسر) عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔(مسند احمد/17776) یعنی مسند احمد اور ابن سعد کے متن میں ٹکراؤ ہے، جبکہ سند ایک ہی ہے۔

دونوں جملوں کے مفہوم میں بڑا فرق ہے۔

مسند میں ہے عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا ہے یعنی قاتل کا پتہ نہیں جبکہ دوسری روایت کے مطابق قاتل ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

تو ٹکراؤ کی صورت میں بھی ترجیح مسند احمد والی روایت کو ہو گی کیونکہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ سے کئی گنا زیادہ احفظ، اور اوثق ہے لہذا طبقات ابن سعد کا متن بھی معلول ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ التقریب میں احمد بن حنبل کے ترجمے میں کہتے ہیں: «أحد الأئمة ثقة حافظ فقيه حجة»

اور ابن سعد کے ترجمے میں فرماتے ہیں: «صدوق فاضل»

دونوں شخصیتوں کا فرق واضح ہے۔

دوسری علت قادحہ:

طبقات ابن سعد کے اندر الفاظ ہیں ابو غادیہ کہتے ہیں کہ: «سمعت عمار بن ياسر يقع في عثمان يشتمه بالمدينة قال: فتوعدته بالقتل قلت: لئن أمكنني الله منك لأفعلن ...۔۔الخ

میں نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو سنا وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو گالیاں دے رہا تھا مدینہ کے اندر۔

اب آپ بتائیں کہ خلیفہ بر حق سیدنا امیر المومنین عثمان رضی اللہ عنہ کو عمار رضی اللہ عنہ گالیاں کیسے دے سکتے ہیں؟؟

یہ بھی قادح نکارت موجود ہے اس متن میں۔

اس روایت کی ایک اور بھی سند بھی ہیں لیکن وہ بھی ضعیف ہیں۔

سند نمبر:(4)

القاسم بن الليث الرسعني بتنيس وعبد الصمد بن عبد الله الدمشقي قال ثنا هشام بن عمار ثنا سعيد بن يحيى حدثنا الحسن بن دينار عن كلثوم بن جبر المرادي عن أبي الغادية قال: سمعت رسول الله (يقول: قاتل عمار في النار وهو الذي قتل عمار۔

(رواه ابن أبي حاتم في العلل (2/ 421 رقم الاثر:2769) وابن عدي في الكامل (3/123)

ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وهذا الحديث لا يعرف إلا بالحسن بن دينار من هذا الطريق أبو الغادية اسمه يسار بن سبع.

اس روایت کو نہیں جانا جاتا مگر حسن بن دینار کی اس سند کے ساتھ۔

اور حسن بن دینار سخت ضعیف ترین راوی ہے۔

اسکے بارے میں ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: متروک الحدیث۔

(العلل لابن ابی حاتم ج6 ص233 رقم المسلسل:2479)

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اسے (کتاب المجروحين ج 1 ص206 الرقم: 206) میں ذکر

کرتے ہیں اور کئی محدثین کے اقوال ذکر کرتے ہیں جو اسے مردود کہتے ہیں ان میں سے یحییٰ بن معین بھی ہیں۔

عقیلی رحمۃ اللہ علیہ اس کو ضعفاء میں ذکر فرماتے ہیں اور ابن مبارک اور وکیع رحمۃ اللہ علیہم کے اقوال نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اس کی روایت کو ترک کر دیا۔

(الضعفاء: 1 ص 271)

اسی طرح ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے الضعفاء میں ذکر کیا ہے۔

اسی طرح دیگر محدثین مثلا ابوداؤد، نسائی، فلاس، ابو خیثمہ رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اسکی سخت جرح کی ہے۔

(تفصیل کے لیے لسان المیزان اور تہذیب الکمال وغیرہ دیکھیں).

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل آگ میں ہے یہ روایت اپنی تمام اسناد کے ساتھ ضعیف اور مردود ہے۔

سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا قاتل کون؟

اس حوالے سے کچھ علماء کا خیال ہے کہ وہ ابو غادیہ رضی اللہ عنہ تھا۔

لیکن صحیح موقف یہ ہے کہ اس کے بارے میں کوئی حتمی معلومات نہیں ہے۔

جیسا کہ مسند احمد میں صحیح سند کے ساتھ ایک روایت ہے، جناب حنظلہ بن خولید عنبری کہتے ہیں کہ؛

بَيْنَمَا أَنَا عِنْدَ مُعَاوِيَةَ، إِذْ جَاءَهُ رَجُلَانِ يَخْتَصِمَانِ فِي رَأْسِ عَمَّارٍ، يَقُولُ: كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَنَا قَتَلْتُهُ.

میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا جب دو بندے جھگڑا کرتے ہوئے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے دونوں میں سے ہر ایک کا دعوی یہ تھا کہ میں نے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو شہید کیا ہے۔ (مسند احمد: ح6538 وفی نسخة 6929)

مذکورہ روایت پر غور کیا جائے تو تین صورتیں ہیں، وکیل صحابہ ابو یحییٰ حفظہ اللہ صاحب لکھتے ہیں:

اب دو صورتیں ہو سکتی ہیں؛

① ان دونوں میں سے ایک سیدنا ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ ہونگے۔

② یہ دونوں دعویدار کوئی اور ہونگے۔

اگر یہ دونوں کوئی اور ہیں تو پھر سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کے قتل کا دعوی کرنے والے تین لوگ ہوئے، اور اگر یہ مان لیا جائے کہ ان دونوں میں سے ایک ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ تھے اور دوسرا کوئی اور تھا تو پھر بھی کم از کم دو لوگ دعویدار ہیں اس بات کہ ہم نے سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے، اب اس صورتِ حال میں کیسے حتمی اور یقینی طور پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ

قاتلِ عمار ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں؟اب ظاہر ہے کہ جنگ کے موقع پر کسی کے پاس اتنا اطمینان نہیں ہوتا کہ کوئی بندہ یقینی طور پر یہ دعوی کرے کہ میرا تیر ہی اس کو لگا اور وہ میرے تیر کی وجہ سے ہی فوت ہوا، کیونکہ ہر طرف سے تو تیر آرہے ہوتے ہیں، جب کہ دوسرا شخص بھی یہی دعوی کرتا ہے کہ میرے تیر کی وجہ سے قتل ہوئے ہیں، اب تین یا کم از کم دو بندے دعویدار ہیں ان میں سے آپ کسی ایک کے بارے میں یقینی اور حتمی طور پر کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہی قاتل ہے؟ ہم اس صحیح حدیث کی وجہ سے اس بات کو نہیں مانتے کہ سیدنا ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ ہی یقینی اور حتمی طور پر قاتلِ سیدنا عمار رضی اللہ عنہ ہیں۔ جب ایسا نہیں کیا جاسکتا تو وہ وعید کہ جس میں ہے کہ عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل اور اس کا مال لوٹنے والا جہنم میں جائے گا سیدنا ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ پر فٹ نہیں کی جاسکتی)

انتھی کلام الشیخ حفظہ اللہ۔

باقی ابن سعد وغیرہ کے اندر موجود وہ روایت سنداً ضعیف ہے اور متناً بھی معلل ہے اس میں ابن سعد نے امام احمد کی مخالفت کی ہے جس میں ہے کہ ابوغادیہ رضی اللہ عنہ کو کہا گیا تم نے قتل کیا ہے۔ اس روایت کی سند اور متن کے حوالے تفصیلی بحث آغاز میں گزرا۔

نوٹ: اس حوالے سے (طبرانی الکبیر 22/364 ،زوائد المسند4/ 76) وغیرہ میں ایک روایت موجود ہے جس میں اشارہ موجود ہے کہ ابوغادیہ رضی اللہ عنہ نے عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا لیکن وہ سند بھی صحیح نہیں۔

اس روایت میں سب سے بڑی علت یہ ہے کہ اس میں عبد الاعلی بن عبد اللہ بن عامر بن کریز القرشی۔ نامی راوی موجود ہے لیکن وہ مجھول ہے ان کے بارے میں کوئی جرح و تعدیل نہیں ملتی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے(التاریخ الکبیر 6ص71 رقم الترجمة:1742) میں اور ابو

حاتم الرازی نے(الجرح والتعدیل : ج6ص27) میں ان کا صرف تذکرہ کیا اور کوئی جرح وتعدیل نہیں کی۔

اہم ترین نوٹ:

کئی علماء کی رائے کے مطابق ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ بیعت رضوان میں شریک ہوئے تھے۔جیسا کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

«من وجوه العرب وفرسان أهل الشام يقال شهد الحديبية وله أحاديث مسندة» (ج2ص544)

عرب کے بڑے افراد میں سے تھے اہل شام کے گھڑ سواروں میں سے تھے، کہا گیا کہ وہ صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے اور اس سے مروی کئی مسند احادیث ہیں۔

صلح حدیبیہ کے شرکاء کے لیے رب کا قرآن میں فیصلہ ہے۔

﴿لَّقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾

یقیناً اللہ تعالیٰ مومنوں سے خوش ہو گیا جبکہ وہ درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے ان کے دلوں میں جو تھا اسے (اللہ) نے معلوم کر لیا اور ان پر اطمینان نازل فرمایا اور انہیں قریب کی فتح عنایت فرمائی۔ (الفتح:18)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

عن جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: أَخْبَرَتْنِي أُمُّ مُبَشِّرٍ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ عِنْدَ حَفْصَةَ: «لَا يَدْخُلُ النَّارَ، إِنْ شَاءَ اللهُ، مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ أَحَدٌ، الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا»

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ۔مجھے ام مبشر رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ انھوں نے

رسول اللہ ﷺ کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں یہ فرماتے ہوئے سنا، "ان شاء اللہ اصحاب شجرہ (درخت والوں) میں سے کوئی ایک بھی جس نے اس کے نیچے بیعت کی تھی جہنم میں داخل نہ ہو گا۔ (مسلم: 6404)

اس حدیث اور قرآن سے پتہ چلا کہ اہل بیعت رضوان سے اللہ ہمیشہ کے لیے راضی ہو گیا، انکے دلوں میں موجود سچا ایمان اللہ تعالیٰ نے جان لیا، اور وہ کبھی جہنم میں داخل نہیں ہوں گے۔

چنانچہ محقق اہل حدیث نور پوری حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

(اسی طرح جو علماء سیدنا ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ کو قاتلِ عمار رضی اللہ عنہ سمجھتے ہیں (علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ (دیگر اور بھی) ان کا بھی یہ موقف ہے کہ سیدنا ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ کی اگرچہ یہ غلطی ہے لیکن بیعتِ رضوان شریک ہونے کی وجہ سے اللہ نے اس وقت بشارت دی اس بشارت کی وجہ سے یہ غلطی ختم اور معاف ہو جائے گی، ہم نے اپنا موقف صحیح احادیث کی روشنی میں بیان کر دیا ہے)

نوٹ: سلف میں سے کچھ علماء اگرچہ یہ مؤقف رکھتے تھے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا قاتل ابو الغادیہ رضی اللہ عنہ ہے لیکن سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جنگِ صفین میں شہید کرنا ان کی اجتہادی خطا ہے اس بات کی طرف حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھئے۔ (الاصابة :4/151 ت 881، ابو الغادیۃ الجھنی)

اسی طرح دیگر کئی علماء کے اقوال موجود ہیں۔

جب اجتہادی خطاء ہے تو اللہ کی بخشش بہت کشادہ ہے، ابو غادیہ رضی اللہ عنہ کو اللہ کی رحمت اور بخشش سے محروم کرنے والا مرزا کون ہو سکتا ہے؟؟

کیا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکومت میں عدل اور تقوی کا فقدان تھا؟

مرزا اور اسکے حواری دلیل دیتے ہیں:

حَدَّثَنَا رَوْحٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو أُمَيَّةَ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: سَمِعْتُ جَدِّي يُحَدِّثُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ أَخَذَ الْإِدَاوةَ بَعْدَ أَبِي هُرَيْرةَ يَتْبَعُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْه وَسَلَّمَ بِهَا، وَاشْتَكٰى أَبُوهُرَيْرَةَ فَبَيْنَا هُوَ يُوَضِّيءُ رَسُولَ اللهِ ﷺ رَفَعَ رَأْسَهُ إِلَيْه مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ، فَقَالَ: ((يَا مُعَاوِيةُ! إِنْ وُلِّيتَ أَمْرًا فَاتَّقِ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ وَاعْدِلْ۔)) قَالَ: فَمَا زِلْتُ أَظُنُّ أَنِّي مُبْتَلًى بِعَمَلٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ حَتَّى ابْتُلِيتُ.

ابو امیہ عمرو بن یحییٰ بن سعید کہتے ہیں: میں نے اپنے دادا سے سنا وہ بیان کرتے تھے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے تھے اور ان کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے وضو کا برتن سنبھال لیا اور وہ برتن لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہنے لگے، ایک دن وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دو دفعہ اپنا سر مبارک ان کی طرف اٹھایا اور فرمایا: معاویہ! اگر تجھے حکومت ملے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور عدل کا دامن تھامے رکھنا۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کے پیش نظر مجھے یقین تھا کہ مجھے حکومت کے معاملے میں آزمایا جائے گا، بالآخر یہی ہوا۔

(مسند احمد: ١٧٠٥٧/12411)

مرزا جہلمی اور اس کے حواری اس حدیث سے غلط استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت کے اندر عدل اور تقوی کا فقدان تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ وصیت کی تھی۔

اولا:

اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

علامہ شعیب ارناؤوط رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کو منقطع کہتے ہیں اور علت یہ بیان کرتے ہیں کہ عمرو کے دادا سعید کا معاویہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

ثانیاً:

مرزا اور ان کے حواریوں کا یہ طفلانہ استدلال لائق تعجب ہے حالانکہ کسی کو وصیت کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ اس کو تلقین کرنا ان کاموں کو مزید مضبوطی کے ساتھ پکڑ لے۔

قرآن میں اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا ہے (یا ایھا النبی اتق اللہ ولا تطع الکافرین والمنافقین)

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تقوی اختیار کریں اور کافروں اور منافقوں کا کبھی کہنا نہ مانیں۔

معاذ اللہ کیا اب کوئی کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر تقوی نہیں تھا تبھی اللہ نے انہیں تقوی کا حکم دیا ہے؟؟

اسی طرح اہل ایمان کو بھی کہا گیا ہے۔یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ... اے اہل ایمان تم اللہ کی تقوی اختیار کرو۔۔۔۔۔

کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے اس ٹائم جب یہ آیت نازل ہوئی کسی اہل ایمان یعنی صحابہ کے دلوں میں تقوی نہیں تھا۔اس وجہ سے اللہ نے انہیں تقوی اختیار کرنے کا حکم دیا ہے؟؟؟

ہر گز نہیں کہہ سکتا یہاں صرف تلقین کرنا اور تقوی پہ مضبوطی کے ساتھ کاربند

رہنے کا حکم ہے اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا ہے۔

یاد رہے اس طرح کی وصیتیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تمام تر صحابہ کو کی تھیں اس کے لیے احادیث میں سینکڑوں مثالیں موجود ہیں بلکہ آپ اکثر خطبوں میں فرمایا کرتے تھے (اوصیکم بتقوی اللہ) میں تم سب کو تقوی کی وصیت کرتا ہوں ہو۔

ثالثاً:

اگر اس روایت کو صحیح مانا جائے تو حقیقت میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلیل ہے کیوں کہ اس طرح کی مبارک نصیحت و وصیت عموماً خیر خواہی کی نیت سے اپنے پیاروں کو ہی کی جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مقدس کے اندر یعقوب علیہ السلام کی وصیت اپنے بیٹوں کے لیے موجود ہے۔

رابعاً:

معاویہ رضی اللہ عنہ کا عدل اور فیصلے انتہائی عادلانہ اور معیاری ہوتے تھے جلیل القدر صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

قال سعد بن أبي وقاص رضي الله عنه: " ما رأيتُ أحدًا بعد عثمان أقضى بحق من صاحب هذا الباب " يعني معاوية۔

مفہوم: حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا میں نے عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو معاویہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ حق والا فیصلہ کر سکتا ہو۔

(سیر اعلام النبلاء ج4 ص 306 ذکرہ ابن عساکر رحمہ اللہ فی تاریخہ بسندہ الی اللیث ج59 ص 161)

سند کے رواۃ پر کلام پیش ہے۔

(1) لیث بن سعد۔ قال عنه الحافظ: ثقة ثبت امام مشهور

(التقریب ت5684 ص519)

(2) بکیر بن عبد اللہ بن الاشج۔ قال عنه الحافظ: ثقة

(التقریب ت760 ص 102)

(3) بسر بن سعید۔ قال الحافظ: ثقة جلیل (التقریب ت666 ص96).

نوٹ: اس قول کے اندر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی فضیلت بیان ہوئی کیوں کہ حق پرستی کے حوالے سے ان کے فیصلے ان کی فضیلت پر واضح دلیل ہیں اور یہ گواہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اور جنتی صحابی حضرت سعد رضی اللہ عنہ دے رہے ہیں۔

کیا معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں خلاف شرع معاملات ہوتے تھے؟

نیز کیا معاویہ رضی اللہ عنہ حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت پر خوش ہوئے

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ بَحِيرٍ عَنْ خَالِدٍ قَالَ وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ وَعَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ مِنْ أَهْلِ قِنَّسْرِينَ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْمِقْدَامِ أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ فَرَجَّعَ الْمِقْدَامُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَتَرَاهَا مُصِيبَةً قَالَ لَهُ وَلِمَ لَا أَرَاهَا مُصِيبَةً وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ فَقَالَ هَذَا مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ فَقَالَ الْأَسَدِيُّ جَمْرَةٌ أَطْفَأَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَقَالَ الْمِقْدَامُ أَمَّا أَنَا فَلَا أَبْرَحُ الْيَوْمَ حَتَّى أُغَيِّظَكَ وَأُسْمِعَكَ مَا تَكْرَهُ ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاوِيَةُ إِنَّ أَنَا صَدَقْتُ فَصَدِّقْنِي وَإِنْ أَنَا كَذَبْتُ فَكَذِّبْنِي قَالَ أَفْعَلُ قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ جُلُودِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَوَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ هَذَا كُلَّهُ فِي بَيْتِكَ يَا مُعَاوِيَةُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ قَدْ عَلِمْتُ أَنِّي لَنْ أَنْجُوَ مِنْكَ يَا مِقْدَامُ قَالَ خَالِدٌ فَأَمَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِمَا لَمْ يَأْمُرْ لِصَاحِبَيْهِ وَفَرَضَ

لِابْنِهِ فِي الْمِائَتَيْنِ فَفَرَّقَهَا الْمِقْدَامُ فِي أَصْحَابِهِ قَالَ وَلَمْ يُعْطِ الْأَسَدِيُّ أَحَدًا شَيْئًا مِمَّا أَخَذَ فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةُ فَقَالَ أَمَّا الْمِقْدَامُ فَرَجُلٌ كَرِيمٌ بَسَطَ يَدَهُ وَأَمَّا الْأَسَدِيُّ فَرَجُلٌ حَسَنُ الْإِمْسَاكِ لِشَيْئِهِ

مقدام بن معدی کرب، عمرو بن اسود اور بنی اسد کے قنسرین کے رہنے والے ایک شخص معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدام سے کہا: کیا آپ کو خبر ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا انتقال ہو گیا؟ مقدام نے یہ سن کر «**انا لله وانا اليه راجعون**» پڑھا تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: کیا آپ اسے کوئی مصیبت سمجھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں اسے مصیبت کیوں نہ سمجھوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی گود میں بٹھایا، اور فرمایا: یہ میرے مشابہ ہے اور حسین رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے، یہ سن کر اسدی نے کہا: ایک انگارہ تھا جسے اللہ نے بجھا دیا تو مقدام نے کہا: آج میں آپ کو ناپسندیدہ بات سنائے، اور ناراض کئے بغیر نہیں رہ سکتا، پھر انہوں نے کہا: معاویہ! اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کریں، اور اگر میں جھوٹ کہوں تو جھٹلا دیں، معاویہ رضی اللہ عنہ بولے: میں ایسا ہی کروں گا۔ مقدام نے کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں۔ پھر کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ کہا: ہاں معلوم ہے، پھر کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھال پہننے اور اس پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے؟ کہا: ہاں معلوم ہے۔ تو انہوں نے کہا: معاویہ! قسم اللہ کی میں یہ ساری چیزیں آپ کے گھر میں دیکھ رہا ہوں؟ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مقدام! مجھے معلوم تھا کہ میں تمہاری نکتہ چینیوں سے بچ نہ سکوں گا۔ خالد کہتے ہیں: پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدام کو اتنا مال دینے کا حکم

دیا جتنا ان کے اور دونوں ساتھیوں کو نہیں دیا تھا اور ان کے بیٹے کا حصہ دو سو والوں میں مقرر کیا، مقدام نے وہ سارا مال اپنے ساتھیوں میں بانٹ دیا، اسدی نے اپنے مال میں سے کسی کو کچھ نہ دیا، یہ خبر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا: مقدام سخی آدمی ہیں جو اپنا ہاتھ کھلا رکھتے ہیں، اور اسدی اپنی چیزیں اچھی طرح روکنے والے آدمی ہیں۔

(رواہ ابو داؤد: 4131 واحمد)

پہلی بات:

یہ روایت سند کے اعتبار سے سخت ضعیف ہے۔

اس روایت میں بقیہ بن ولید ہے اس کی روایت کو قبول کرنے کے لیے علماء نے پانچ شروط کا ذکر کیے ہیں جیسا کہ جرح تعدیل کے عظیم عربی عالم الشیخ عبد اللہ السعد اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں اور الابانۃ کی انتہائی عظیم ترین، اور جامع ترین مقدمے میں بقیہ کے حوالے سے ان پانچ اصولوں کو بیان فرماتے ہیں، ہم اپنی ترتیب کے ساتھ ان اصولوں کو ذکر کرتے ہوئے ان پر تفصیلی کلام کرتے ہیں۔

اولا: شیخ السعد فرماتے ہیں:

أن يكون الراوي عنه ثقة متيقِّظاً ويستحسن أن لا يكون حمصياً وذلك أن بقية قد يروي عن آخر ولا يصرح بالتحديث فيرويه الراوي عنه على أن بقية صرح بالتحديث بينه وبين شيخه وبقية لم يفعل ذلك وهذا إما أن يفعله الراوي عن بقية تعمّداً أو غفلة.

بقیہ سے بیان کرنے والا ہوشیار (چوکنہ) ثقہ راوی ہو اور مستحسن یہی ہے کہ وہ راوی حمصی نہ ہو کیونکہ بقیہ کبھی تصریح سماع کے بغیر روایت کرتا ہے اور اس سے سننے والا (حمصی راوی) اس کو تصریح سماع سے روایت کر دیتا ہے حالانکہ بقیہ نے تصریح سماع نہیں کیا ہوتا

بقیہ سے بیان کرنے والا راوی یہ عمل یا تو جان بوجھ کر کرتا ہے یا غفلت کے بنیاد پر۔

معزز قارئین کرام!

موجودہ روایت کو بقیۃ حمصی راوی سے ہی بیان کر رہے ہیں اور اہل حمص سے بقیہ کی روایات کے بارے میں اصول آپ نے پڑھا کہ، ظاہر اسماع کی صراحت ہو پھر بھی روایت مردود سمجھی جائے گی کیونکہ اہل حمص صیغہ تصریح سماع اور غیر تصریح میں فرق نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ محدث ابو زرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان موجود ہے جب ان سے اس سند کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیسی ہے؟

رواه أبو تقي قال: ثني بقية قال حدثني عبد العزيز بن أبي رواد عن نافع عن ابن عمر قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: " لا تبدءوا بالكلام قبل السلام فمن بدأ بالكلام قبل السلام فلا تجيبوه ".

اس سند میں بقیہ نے (حدثنی) کہا ہے۔

لیکن اس سند کے بارے میں ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال أبو زرعة: هذا حديث ليس له أصل، لم يسمع بقية هذا الحديث من عبد العزيز إنما هو عن أهل حمص وأهل حمص لا يميزون هذا.

(العلل لابن ابی حاتم الرازی رحمہ اللہ 2/331-332/ وفي نسخة ج 6 ص 2527 مسئلة نمبر: 2517 علل واخبار رویت فی الآداب والطب)

اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، کیونکہ بقیہ نے اس حدیث کو عبد العزیز سے نہیں سنا، بیشک اسکی یہ روایت اہل حمص سے ہے اور اہل حمص صیغہ سماع کی تمیز نہیں کرتے (یعنی اہل حمص جب روایت کرتے ہیں تو عدم سماع کے لیے بھی سماع والے صیغے ذکر کر دیتے ہیں)۔

ثانیاً: شیخ السعد فرماتے ہیں:

إذا صرِّح بينه و بين شيخه بالتحديث

اپنے شیخ سے تصریح سماع کرے اور یہاں وہ نہیں ہے

اگرچہ مسند احمد میں وہ موجود ہے لیکن بے فائدہ ہے کیونکہ وہاں بھی اس سے بیان کرنے والا عثمان الحمصی راوی ہی ہے اور اہل حمص کا بقیہ سے تصریح سماع بھی مردود ہے۔

ثالثاً: شیخ السعد فرماتے ہیں:

إذا صرّح بالتحديث بين شيخه و شيخ شيخه لأنه أحياناً يدلّس تدليس التسوية.

اس کی روایت اس وقت قبول ہوگی جب وہ اپنے شیخ اور شیخ کے شیخ کے درمیان صیغہ تصریح سماع ذکر کرے۔ (اور آگے پوری سند میں تصریح سماع ہو) کیونکہ وہ کبھی کبھار تدلیس تسویہ بھی کرتا تھا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کے بقیہ تدلیس تسویہ کرتا تھا تدلیس تسویہ کا مقصد یہ ہے کہ کوئی راوی ایک روایت اپنے ثقہ استاد سے سنے اور اس نے وہ روایت ضعیف سے سنی ہو اور اس ضعیف کا استاد ثقہ ہو تو یہ راوی بیچ سے ضعیف کو گرا کر سند کو ایسے بنا دیتا ہے ثقہ سے ثقہ روایت کر رہا ہے اب پڑھنے سننے والا سند صحیح سمجھ لیتا کیونکہ حقیقت یہ ہوتی ہے کہ اس ثقہ نے دوسرے ثقہ سے سنا ہوتا ہے لیکن یہ راوایت نہیں سنی ہوتی۔

نوٹ: قدیم علماء کے ہاں اسکا نام تجوید تھا کہتے تھے جودہ فلان، سب سے پہلے علامہ ابن القطان الفاسی نے اسکا نام تدلیس تسویہ متعارف کرایا۔ (قاله السخاوی فی فتح المغیث: ج، 1 ص 194/193)

بقیہ تدلیس تسویہ کرتا تھا اس حوالے سے کئی علماء کے اقوال موجود ہیں، ہم چند کو ذکر

کرتے ہیں۔

(1)ابو حاتم الرازي رحمۃ اللہ علیہ ایک سند پر بحث فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

فكان بقية ابن الوليد كني عبيد الله بن عمرو و نسبه الى بني أسد لكي لا يفتن به حتى اذا ترك اسحاق بن ابي فروة من الوسط لا يهتدي له و كان بقية من افعل الناس لهذا.

گویا کہ بقیہ بن ولید نے اس میں عبید اللہ بن عمرو کی کنیت بیان کی ہے اور اسے بنو اسد (قبیلہ) کی طرف منسوب کیا ہے تاکہ اسے پہچان نہ لیا جائے یہاں تک کہ اسحاق بن ابی فروہ کو درمیان سے گرادیا ہے تاکہ اس کے بارے میں پتہ نہ چلے، اور بقیہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ یہ کام کرتا تھا۔ (العلل لابن ابی حاتم الرازی ج5 ص251 الرقم: 1957)

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے دلیل کے ساتھ بقیہ پر تدلیس کا حکم لگایا بلکہ کہا (افعل الناس) افعل صیغہ تفضیل ہے یعنی اس کا یہ کام بڑھ چڑھ کر ہوتا تھا۔

نوٹ: مذکورہ سند میں جس راوی اسحاق کو اس نے گرایا ہے وہ سخت ضعیف ہے بلکہ بعض نے اسے کذاب اور متروک الحدیث تک کہا ہے، جو شخص درمیان سے ایسے کمزور شخص کو گرا سکتا ہے تاکہ لوگ اس کی روایت کو صحیح سمجھیں تو ایسے راوی کی پوری روایت میں تصریح سماع کی شرط لگانا ضروری ہے۔

(2)علامہ بدرالدین الزرکشی رحمۃ اللہ علیہ تدلیس تسویہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

و من من اشتهر بهذا بقية بن الوليد. (النکت علی ابن الصلاح ص193)

(3)حافظ محدث عبدالرحیم العراقی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کو تدلیس تسویہ کرنے والوں میں ذکر کرتے ہیں۔ (فتح المغیث شرح الالفیہ للعراقی ص98)

(4)حافظ عمر بن علی رحمۃ اللہ علیہ المشہور بابن الملقن۔
اس کو تدلیس تسویہ کرنے والوں میں ذکر کرتے ہیں۔
(المقنع فی علوم الحدیث، النوع الثانی عشر معرفة التدلیس و حکم المدلس ص 110)
(5)حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف۔

إن سلم من وهم بقية ففيه تدليسه تدليس التسوية، لأنه عنعن لشيخه
اگرچہ روایت بقیہ کے وہم سے سالم ہے لیکن اس میں اسکی تدلیس تسویہ موجود ہے کیونکہ اس نے اپنے استاد سے عنعنہ سے روایت بیان کی ہے۔
(التلخیص الحبیر : ج2 ص163)
اس قول کو شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی برقرار رکھا ہے۔ (الاوراء الغلیل: ج3 ص89)
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسری روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:
بقية صدوق، لكنه يدلس و يسوي، قد عنعنه عن شيخه و شيخ شيخه
"بقیہ صدوق راوی ہے، لیکن تدلیس تسویہ کرتا تھا، اس نے اپنے استاذ اور استاذ کے استاذ سے بصیغہ عن روایت کی ہے۔" (موافقه الخبر الخبر لابن حجر: 1/276)
(6)حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس پر یہ حکم لگاتے تھے۔
(الکفایه فی علم الروایه / 316)
(7): امام ابو احمد الحاکم محدث خراسان (یہ امام ابوعبداللہ الحاکم رحمۃ اللہ علیہ صاحب المستدرک کے استاد ثقہ، امام ہیں) بقیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:
(ثقة فی حديثة إذا حدث عن الثقات بما يعرف لكنه ربماروى عن أقوام مثل الأوزاعي و الزبيدي و عبيد الله العمري أحاديث شبيهة بالموضوعة أخذها عن محمد بن عبدالرحمن و يوسف بن السفر و غير

هما من الضعفاء و يسقطهم من الوسط و يرويها عن من حدثوه بها عنهم)

جب وہ ان ثقہ راویوں سے روایتیں بیان کرے جو معروف ہیں (صیغہ صراحت کے ساتھ) تو ثقہ ہے کیونکہ بعض اوقات وہ کچھ اہل علم مثلاً اوزاعی، زبیدی اور عبید اللہ العمری سے موضوعات کے مشابہ وہ احادیث بیان کرتا ہے جو اس نے محمد بن عبد الرحمن اور یوسف بن السفر وغیرہما ضعیف راویوں سے حاصل کی تھیں وہ انہیں درمیان سے گرا کر ان سے حدیثیں بیان کرتا ہے جن سے انہوں نے اسے احادیث سنائی تھیں۔

(تہذیب التہذیب ج1ص477)

(8) العلامہ الحافظ صلاح الدین ابو سعید العلائی۔

بقية بن الوليد مشهور به مكثر له عن الضعفاء يعانى التسوية التى تقدم ذكرها

یعنی: بقیہ بن ولید ضعیف راویوں سے تدلیس تسویہ کرنے میں مشہور ہیں۔

(جامع التحصیل للعلائی، ص105)

بقیہ کی روایت کے مقبول ہونے کے لیے دو اور بھی شرطیں شیخ السعد نے ذکر کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ معروف ثقہ راوی سے بیان کر رہا ہو اور شامی راویوں میں سے بجیر بن سعد اور محمد بن زیاد الشامی راویوں سے بیان کرتا ہو۔

خلاصہ کلام:

بقیہ کی روایت کے قبول ہونے کے لیے مذکورہ پانچ شرطوں میں سے کوئی ایک بھی مفقود ہوئی تو اسکی روایت کو مردود اور ضعیف سمجھا جائے گا۔

اور یہاں تین شرطوں کا فقدان ہیں لہذا یہ روایت ضعیف ہے اور اسکی تین علتیں

ہیں۔

پہلی علت:

خود بقیہ مدلس ہے عن سے بیان کر رہا ہے اگرچہ مسند احمد میں اس کی روایت تصریح سماع سے موجود ہے لیکن وہ بھی مردود سمجھی جائے گی کیونکہ حمصی راوی سے ہے۔

دوسری علت:

بقیہ تدلیس تسویہ کرتا تھا لہذا پوری سند میں تصریح سماع ضروری ہے اور یہاں اس طرح نہیں ہے۔

تیسری علت:

اہل حمص جب اس سے روایت کریں تو روایت مردود سمجھی جائے گی کیونکہ وہ صیغہ تصریح کی تمیز نہیں کرتے۔

نوٹ: اس روایت کو علامہ شعیب الارناؤط رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد کی تحقیق میں ضعیف کہا ہے۔

اس روایت کے حوالے سے دوسری اہم بات:

اگر اس روایت کو بالفرض والمحال صحیح مانیں اور کہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں یہ کام ہوتے تھے تو، مرزا جہلمی کون ہوتا ہے جو معاویہ رضی اللہ عنہ سے بخشش چھین لے۔۔؟!!!

معزز قارئین کرام!

بشری تقاضہ کے مطابق ہر انسان سے غلطی صادر ہو سکتی ہے، اس حوالے سے معاویہ رضی اللہ عنہ اور مسور رضی اللہ عنہما کا دلچسپ مکالمہ ملاحظہ ہو۔

عن عروة: أنَّ المِسْوَرَ بنَ مَخرَمةَ أخبَرَه أنَّه وفَدَ على مُعاويةَ، فقَضى حاجَتَه، ثم خَلا به، فقال: يا مِسوَرُ، ما فَعَلَ طَعنُكَ على الأئِمَّةِ؟ قال: دَعْنا مِن هذا وأحسِنْ. قال: لا واللهِ، لَتُكَلِّمَنِّي بذاتِ نَفْسِكَ بالذي تَعيبُ علَيَّ.

قال مِسوَرٌ: فلم أترُكْ شَيئًا أعيبُه عليه إلّا بَيّنتُ له. فقال: لا أبرَأُ مِن الذَّنبِ، فهل تَعُدُّ لنا يا مِسوَرُ ما نَلي مِنَ الإصلاحِ في أمْرِ العامَّةِ؛ فإنَّ الحَسَنةَ بعَشرِ أمثالِها، أم تَعُدُّ الذُّنوبَ، وتَترُكُ الإحسانَ؟ قال: ما تُذكَرُ إلّا الذُّنوبُ. قال مُعاويةُ: فإنّا نَعترِفُ للهِ بكُلِّ ذَنبٍ أذنَبْناه، فهل لكَ يا مِسوَرُ ذُنوبٌ في خاصَّتِكَ تَخْشى أنْ تُهلِكَكَ إنْ لم تُغفَرْ؟ قال: نَعَمْ. قال: فما يَجعَلُكَ اللهُ برَجاءِ المَغفِرةِ أحَقَّ مِنّي، فواللهِ ما ألي مِنَ الإصلاحِ أكثَرَ ممّا تَلي، ولكنْ -واللهِ- لا أُخيَّرُ بيْنَ أمرَيْنِ بيْنَ اللهِ وبَينَ غَيرِه، إلّا اختَرتُ اللهَ على ما سِواه، وإنّي لَعَلى دِينٍ يُقبَلُ فيه العَمَلُ ويُجزى فيه بالحَسَناتِ، ويُجزى فيه بالذُّنوبِ، إلّا أنْ يَعفُوَ اللهُ عنها. قال: فخَصَمَني. قال عُروةُ: فلم أسمَعِ المِسوَرَ ذَكَرَ مُعاويةَ إلّا صلّى عليه.

جناب مسور رضی اللہ عنہ کے ذہن میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کچھ خدشات تھے حضرت مسور رضی اللہ عنہ نے وہ سارے بیان کر دیے؛ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں اپنے آپ کو گناہوں سے پاک نہیں سمجھتا اسکے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

اے مسور! کیا لوگوں کی اصلاح کے حوالے سے جو کام ہم کر رہے ہیں وہ آپ شمار نہیں کرتے؟؟ بے شک نیکی تو دس گنا بڑھتی ہے؛ کیا آپ صرف ہمارے گناہ ہی شمار کرتے ہیں؟؟؟ اور نیکیوں کو چھوڑ دیتے ہیں!!!! اسکے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے ہم اللہ کے سامنے ہر اس گناہ کا اعتراف کرتے ہیں جو ہم نے کیا ہے۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگے کہ؛ کیا آپ کے بھی ایسے کوئی خاص گناہ ہیں کہ اگر آپ کو معاف نہیں کیے گئے تو آپ ہلاک ہو جائیں؟؟؟ مسور رضی اللہ عنہ کہنے لگے جی: ہاں؛ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے

اے مسور رضی اللہ عنہ !! وہ کون سی چیز ہے جس وجہ سے آپ اللہ کی بخشش میں مجھ سے زیادہ امیدوار بن رہے ہیں ؟؟؟؟ (اور مجھے محروم کر رہے ہیں ؟؟) اللہ کی قسم میں اصلاح کی آپ سے زیادہ کوشش کرتا ہوں ؛ اللہ کی قسم مجھے اختیار نہیں دیا جاتا دو کاموں کے بیچ ؛ ایک میں اللہ کی رضامندی اور دوسرے کام میں مخلوق کی رضامندی ہوتی ہے تو میں وہی کام اختیار کرتا ہوں جس میں اللہ کی رضامندی ہوتی ہے شاید میں ایسے دین میں ہوں جس میں عمل قبول کیا جاتا ہے اور نیکیوں کا بدلہ دیا جاتا ہے اور گناہوں کا بھی، مگر یہ کہ اللہ ان کو معاف کر دے۔

حضرت مسور رضی اللہ عنہ کہنے لگے وہ بحث میں مجھ پر غالب آ گئے۔

جناب عروہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں: اس کے بعد جب بھی میں نے مسور رضی اللہ عنہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے سنا تو ضرور اس کے لیے بخشش کی دعائیں کرتے۔

(سير أعلام النبلاء ٣/ ١٥١ رجاله ثقات قال الشيخ شعيب الارناؤط. رحمة الله عليه اسی طرح یہ اثر تاريخ بغداد ؛ ج 1 ص 576) وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

کچھ اسناد کے اندر یہ الفاظ بھی ملتے ہیں۔

قال معاوية: فأنا أحتسب كل حسنة عملتها بأضعافها , وأوازي أمورا عظاما لا أحصيها ولا تحصيها من عمل الله: في إقامة صلوات المسلمين , والجهاد في سبيل الله عز وجل , والحكم بما أنزل الله تعالى , والأمور التي لست تحصيها , وإن عددتها لك , فتفكر في ذلك))

قال المسور: ((فعرفت أن معاوية قد خصمني حين ذكر لي))قال عروة فلم يسمع المسور بعد ذلك يذكر معاوية إلا استغفر له.

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ؛ جناب مسور رضی اللہ عنہ کو کہنے لگے: میں اللہ تعالیٰ میں امید کرتا ہوں

کہ مجھے نیکی کا بڑھا چڑھا کر اجر دیا جائے گا اور میں نے (اللہ کے لیے) بڑے کام کیے ہیں جن کو نہ میں شمار کر سکتا ہوں نہ ہی آپ، جیسے مسلمانوں میں نماز کو قائم کروانا، اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے کرنا اور دیگر کام جن کو آپ شمار نہیں کرتے، اگر میں آپ کے سامنے انکا تذکرہ کروں اور گنوائوں لہذا آپ اس حوالے سے غور فکر کریں (یعنی میری نیکیوں کو بھول جاتے ہو اور میری کوتاہیوں کو ذکر کرتے ہو).

حضرت مسور کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بحث میں مجھ پر غالب آ گئے۔

جناب عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسکے بعد جب بھی میں نے مسور رضی اللہ عنہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے سنتا تھا تو ہمیشہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بخشش کی دعائیں فرماتے۔

نوٹ: اس واقعے پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ ایک غلطی میں مبتلا ہوئے اور انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر کچھ خدشات کا اظہار کیا، مگر انہوں نے اپنی اس غلط فہمی سے فوراً رجوع کیا جب ان کے سامنے حق بات واضح کر دی گئی۔

یہ بات نیم روافض کے لئے لمحہ فکریہ ہے جن کا کام ہی بن چکا ہے خال المؤمنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف زبان درازی کرنا۔ ھداھم اللہ

بلاشبہ حکمران بھی انسان ہوتے ہیں ان سے بھی اسی طرح کوتاہیاں سرزد ہو سکتی ہیں جیسے دوسروں سے ہوتی ہیں۔ جب وہ اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے ہیں تو بے شک اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے ان کے لیے بھی بخشش اور رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

اس واقعے کی سند صحیح ہے تاریخ بغداد میں اسکی سند اس طرح ہے۔

اخبرنا القاضي أبو بكر أحمد بن الحسن الحرشي، قال: أخبرنا أبو العباس محمد بن يعقوب الأصم، قال: حدثنا محمد بن خالد بن خلي

الحمصي، قال: حدثنا بشر بن شعيب بن أبي حمزة، عن أبيه، عن الزهري، قال: أَخْبَرَنِی عروة بنْ الزبیر۔۔۔

سند میں موجود ہر راوی کے بارے میں تعدیل پیش خدمت ہے۔

(1) ابوبکر احمد بن حسن الحرشی۔ قال الذهبي في ترجمته: الامام العالم المحدث مسند خراسان (ج13 ص227 ت3835)

(2)محمد بن يعقوب الاصم۔ قال الذهبی فی ترجمته: الامام المحدث مسند العصر رحلة الوقت (السیر ص 106 ج12 ت 3501)

(3) محمد بن خالد بن خلی الحمصی قال الحافظ: صدوق (التقریب ت5844 ص532)

(4) بشر بن شعیب۔ ثقة (التقریب ت688 ص97)

(5) شعیب بن ابی حمزه الاموی۔ثقة عابد.(التقریب:ت 2798ص 271)

(6) محمد بن مسلم بن شهاب الزهری۔ قال عنه الحافظ: الفقیه الحافظ متفق علی جلالته و اتقانه. (التقریب ت 6296 ص 564)

معزز قارئین!

پتہ نہیں کیا مسئلہ ہے کہ مرزا صاحب کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی نیکیاں نظر نہیں آتی۔۔۔!!!

کیا معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت عذاب اور کاٹ کھانے والی تھی؟ معاذاللہ

انجنیئر مرزا جہلمی اپنے پمفلیٹ واقعہ کربلا میں حدیث: 25 کے نیچے نوٹ لگاتے ص: 12 پر؛ اپنی منحوسیت اور دل میں چھپی نجاست کو ظاہر کرتے ہوئے سیدنا امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کی رحمت والی بادشاہت کے بارے میں لکھتا ہے:

"لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد قوم ثمود کی طرح اس امت پر بھی ملوکیت کا عذاب مسلط ہو گیا جو آج تک کسی نہ کسی شکل میں باقی ہے"۔

معزز احباب!

منحوس مرزا نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو عذاب سے تعبیر کیا ہے، معاذاللہ۔ ان الفاظ پر جتنا افسوس کیا جائے وہ کم ہے، اللہ ان ہاتھوں کو ہلاک کرے جو صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لکھتے ہیں۔

معزز قارئین!

اگر حقائق پر غور کیا جائے یے تو یہ حکم صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر نہیں بلکہ تمام صحابہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم پر بھی لگے گا کیونکہ اس نے کہا ہے کہ شہادت علی رضی اللہ عنہ کے بعد یہ عذاب شروع ہو گیا اور شہادت علی رضی اللہ عنہ کے بعد اہل بیت سمیت تمام صحابہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت پر متفق ہوگئے۔ اور ان بیعت کرنے والوں میں جنتی شہزادے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔ کیا ان سب لوگوں نے عذاب کو منتخب کیا اور بیس سال تک اس عذاب پر خاموش رہے پھر تو نعوذ باللہ سارے ذمہ دار ٹھہرے صرف معاویہ رضی اللہ عنہ کیوں؟؟؟ اور خاص طور پر حسن رضی اللہ عنہ اس عذاب والی حکومت کے حق میں دستبر دار ہوئے وہ بھی ذمہ دار

بنے!!!معاذاللہ۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت پر اعتراض کرتے ہوئے جہلمی صاحب اور انکے حواری دلیل پیش کرتے ہیں:

قال حذيفة: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: تكون النبوة فيكم ما شاء الله أن تكون، ثم يرفعها إذا شاء أن يرفعها، ثم تكون خلافة على منهاج النبوة، فتكون ماشاء الله أن تكون، ثم يرفعها إذا شاء الله أن يرفعها، ثم تكون ملكا عاضا، فيكون ما شاء الله أن يكون، ثم يرفعها إذا شاء أن يرفعها، ثم تكون ملكا جبرية، فتكون ما شاء الله أن تكون، ثم يرفعها إذا شاء أن يرفعها، ثم تكون خلافه على منهاج النبوة ثم سكت۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے درمیان، نبوت موجود رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ نبوت کو اٹھالے گا، اس کے بعد نبوت کے طریقہ پر خلافت قائم ہوگی اور وہ اس وقت تک قائم رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر اللہ تعالیٰ خلافت کو بھی اٹھالے گا اس کے بعد کاٹ کھانے والی بادشاہت قائم ہوگی اور اس وقت تک قائم رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس بادشاہت کو بھی اس دنیا سے اٹھالے گا اس کے بعد زور زبردستی والی بادشاہت قائم ہوگی اور وہ اس وقت تک باقی رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس بادشاہت کو بھی اٹھالے گا، اس کے بعد پھر نبوت کے طریقہ پر خلافت قائم ہوگی۔ اتنا فرما کر آپ خاموش ہوگئے۔ (رواہ احمد: 14406)

مرزائی اشکال:

مرزا اور اسکے حواری یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ "اس کاٹ کھانے والی بادشاہت" سے مراد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا دورِ حکومت ہے (نعوذ باللہ) کیونکہ خلفاء اربعہ کے دورِ حکومت کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور آیا تھا۔

مرزائی اشکال کا ازالہ:

اس روایت میں یہ کہیں پر نہیں ہے کہ خلافت والے دور کے بعد فوراً کاٹ دینے والی بادشاہت کا دور شروع ہو جائے گا، بلکہ اس میں تو اتنا ہے کہ خلافت والے دور کے بعد کاٹ دینے والی بادشاہت کا دور آئے گا اور یاد رکھیں، یہ حدیث یہاں اختصار کے ساتھ ہے دوسری صحیح روایات میں اس بات کی وضاحت ہے کہ خلافت والے دور اور "کاٹ کھانے والی بادشاہت کے درمیان" ایک اور دور آئے گا جیسا کہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّكُمْ فِي نُبُوَّة وَّرَحْمَة، وَسَتَكُونُ خِلَافةٌ وَّرَحْمة، ثُمَّ يَكُونُ كَذَا وَكَذَا، ثُمَّ يَكُونُ مُلْكًا عَضُوضًا، يَشْرَبُونَ الْخُمُورَ، وَيَلْبِسُونَ الْحَرِيرَ، وَفِي ذٰلِکَ يُنْصَرُونَ إِلٰى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةَ

مفہوم: ”تمہارے پاس نبوت اور رحمت رہے گی اور (اسکے بعد) عنقریب خلافت اور رحمت آئے گی، پھر ایسا اور ایسا ہو گا (یعنی ایک اور دور آئے)، پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت آئے گی۔ لوگ شرابیں پئیں گے اور ریشم پہنیں گے، لیکن اس کے باوجود قیامت تک وہ منصور رہیں گے۔“

(المعجم الأوسط للطبراني: 6/345، ح: 6581، وسندهٗ حسنٌ قال الشيخ امن پوری حفظه الله تعالىٰ)

طبرانی کی روایت سے معلوم ہوا کہ خلافت کے دور کے بعد آپ نے فرمایا (کذا

و کذا)اس اس طرح ہو گا یعنی ایک اور دور بھی آئے گا جس کی وضاحت بھی طبرانی کبیر کی روایت کے اندر موجود ہے۔اس دور کو رحمت والی بادشاہت کہا گیا ہے۔

قال الرسول ﷺ:

أول هذا الأمر نبوة ورحمة ثم يكون خلافة ورحمة ثم يكون ملكا ورحمة

یعنی:(اس امت میں اقتدار سنبھالنے کا آغاز) نبوت اور رحمت کے ساتھ ہو گا اس کے بعد خلافت اور رحمت کا دور شروع ہو گا؛اس کے بعد بادشاہت اور رحمت کا دور آئے گا۔

(رواه الطبرانی رحمه الله فی المعجم الكبير(ج11 ص88) وذكره الالباني رحمة الله عليه في السلسلة الصحيحة ح:3279)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت میں اقتدار سنبھالنے کا جو معاملہ ہے اس کا پہلا دور آپ ﷺ کا دور ہے جسے نبوت اور رحمت والا دور کہا گیا اس کے بعد جو دور شروع ہو گا وہ خلافت اور رحمت والا دور ہو گا؛ یہ خلفاء راشدین کا تیس سالہ دور ہے نیز حدیث کے اس جملہ سے چاروں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت برحق ثابت ہوئی۔

اس صحیح حدیث میں خلافت والے دور کے بعد جس دور کا تذکرہ ہے اس کو بادشاہت اور رحمت والا دور کہا گیا اور اس سے مراد معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور ہے اس حدیث نے ثابت کر دیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت رسول اللہ ﷺ کے ہاں رحمت والی بادشاہت ہے اور محمود و تعریف شدہ ہے۔الحمد للہ

یہ حدیث لمحہ فکریہ ہے ان افراد کے لیے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت پر اعتراضات کرتے ہیں اور نعوذ باللہ اسے عذاب قرار دیتے ہیں وہ منحوس افراد گویا کہ جس دور کو محمد رسول اللہ ﷺ نے رحمت والا دور قرار دیا اس کو عذاب والا قرار دے کر اپنی عاقبت کو



تباہ کررہے ہیں۔

اس حدیث کی وضاحت میں شیخ الاِسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

(اِتفق العلماء على أن معاوية أفضل ملوك هذه الأمة, فإن الأربعة قبله كانوا خلفاء نبوة, وهو أول الملوك, كان ملكه ملكا ورحمة كما جاء في الحديث (يكون الملك نبوة ورحمة ثم تكون خلافة ورحمة ثم يكون ملك ورحمة ثم ملك وجبرية ثم ملك عضوض) ,وكان في ملكه من الرحمة والحلم ونفع المسلمين ما يعلم أنه كان خيرا من ملك غيره, وأما من قبله فكانوا خلفاء نبوة)

علماء متفق ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اس امت کے تمام بادشاہوں میں افضل ترین ہیں جو ان سے پہلے چار گزرے ہیں وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء تھے جبکہ معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے بادشاہ ہیں اور ان کی بادشاہت رحمت والی بادشاہت تھی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ (اس امت میں) ملک (اقتدار) سب پہلے نبوت اور رحمت والا ہے پھر خلافت اور رحمت والا شروع ہو گا پھر بادشاہت اور رحمت والا دور شروع ہو گا(یہ اس وقت تک اور اتنے بادشاہوں تک چلے گا جب تک اللہ چاہے گا) اسکے بعد پھر بادشاہت اور اور ظلم والا دور شروع ہو گا اسکے بعد پھر بادشاہت اور دوسروں کو چبانے والا(یعنی ستم اور ظلم کا دور) آئے گا۔

(فتاوی شیخ الاسلام الجزء الرابع ص 248)

آگے شیخ الاسلام نے فرمایا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت میں جو رحمت؛ بردباری اور مسلمانوں کے لیے منافع موجود تھے وہ دلالت کرتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت تمام بادشاہوں سے اعلی ہے؛ ہاں جو ان سے پہلے چار (حکمران) تھے (یعنی خلفاء راشدین وہ

معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہر اعتبار سے افضل تھے) وہ تو خلفاء نبوت تھے۔

شہزادہ اہل بیت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ھیں کہ:

ما رایت رجلا اخلق للملك من معاویة

میں نے (خلفاء اربعہ کے بعد) سیدنا معاویۃ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر اقتدار اور حکومت کے لئے مناسب اور موزوں شخص کوئی نہیں دیکھا۔

(السنة لابی بکر الخلال 637 و سنده صحیح)

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کس قدر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرز حکومت سے مطمئن تھے اور کس قدر انکو اس عہدے کے لئیے مناسب سمجھتے تھے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کی مبارک اور عادلانہ زندگی اور رعایہ کے لیے رحمت والا دور دیکھ کر ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مَا زَالَ بِي مَا رَأَيْتُ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ فِي الْفِتْنَةِ، حَتّٰى إِنِّي لَأَتَمَنّٰى أَنْ يَّزِيدَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مُعَاوِيَةَ مِنْ عُمُرِي فِي عُمُرِهٖ ”فتنے کے دَور میں لوگوں کے جو حالات میں دیکھتی رہی، ان میں ہمیشہ میری یہ تمنا تھی کہ اللہ تعالیٰ میری عمر، معاویہ کو عطا کر دے۔“

(الطبقات لأبي عروبة الحرّاني، ص: 41، وسندهٗ صحيحٌ، قال الشيخ امن پوری حفظه الله تعالیٰ)

سیدہ خاتون جنت طاہرہ مطہرہ کا مذکورہ صحیح فرمان دشمنان معاویہ کے منہ پر طماچہ ہے۔

جی ہاں اس سے بڑی اظہار محبت کیا ہو سکتی ہے؟

کہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنی زندگی کے ایام معاویہ رضی اللہ عنہ کو دینے کے لیے تیار تھیں۔

شہزادہ اہل بیت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما تو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حوالے سے قرآن سے استدلال کرتے تھے۔

ابو مسلم جرمی تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

كُنَّا فِي سَمَرِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: إِنِّي مُحَدِّثُكُمْ بِحَدِيثٍ، لَيْسَ بِسِرٍّ وَّلَا عَلَانِيَةٍ، إِنَّه لَمَّا كَانَ مِنْ أَمْرِ هذَا الرَّجُلِ مَا كَانَ، يَعْنِي عُثْمَانَ، قُلْتُ لِعَلِيٍّ: اعْتَزِلْ، فَلَوْ كُنْتَ فِي جُحْرٍ طُلِبْتَ حَتّٰى تُسْتَخْرَجَ، فَعَصَانِي، وَايْمُ اللّٰهِ! لَيَتَأَمَّرَنَّ عَلَيْكُمْ مُعَاوِيَةُ، وَذٰلِكَ أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: {وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا}

ہم ابن عباس کہ پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انھوں نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی بات بیان کرنے والا ہوں کہ جو نہ مخفی ہے اور نہ ظاہر، جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہوا تو میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس معاملے سے دور رہے اگر آپ کسی بل میں بھی ہونگے تو آپ کو خلافت کے لیے تلاش کر کے نکال لیا جائے گا لیکن انہوں نے میری بات نہیں مانی، پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ کی قسم معاویہ رضی اللہ عنہ ضرور تمہارے حکمران بنیں گے اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا ﴾(الاسراء: 33)

اور جو شخص مظلوم قتل کر دیا جائے، ہم نے اسکے ولی کو اختیار دیا ہے، وہ قتل کرنے میں زیادتی نہ کرے، وہ ضرور مدد کیا جائے گا.

(المعجم الكبير للطبراني: 10/320، وسندهٗ حسنٌ قال الشيخ امن پوری حفظه الله تعالیٰ)

اس سے ثابت ہوا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے وارث اور والی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔

اہم ترین نوٹ:

یاد رہے کہ بادشاہت اور ملوکیت کوئی معیوب چیز نہیں بشرطیکہ کہ حکمران عادل ہو

چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالی نے طالوت رحمۃ اللہ علیہ، اور داود علیہ السلام سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت عطاء فرمائی جسکی تفصیل اور تحمید قرآن مقدس میں بھی موجود ہے۔ اور بنی اسرائیل پر اللہ نے اس بات کو بطور احسان شمار کیا(و جعلکم ملو کا)یعنی اللہ کا تم پر یہ بھی احسان ہے کہ اللہ نے تم میں سے بادشاہ بنائے۔ یاد رکھیں بادشاہ جب عادل ہو تو قیامت کے دن عرش کے سائے میں ہو گا کما فی البخاری و مسلم۔

امام ابن آبي العز الحنفي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"أول ملوك المسلمين معاوية وهو خير ملوك المسلمين"

معاویہ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے سب سے پہلے اور بہترین بادشاہ تھے۔

(شرح العقيدة الطحاوية (ص 722)

اور دیگر کئی اہل علم صحابہ وغیرہ کی گواہیاں اس مسئلے میں موجود ہیں جن کا تفصیلی بیان گزر چکا ہے۔

کیا معاویہ رضی اللہ عنہ شراب پیتے تھے؟؟ معاذاللہ

مرزا صاحب اپنے ریسرچ پیپر "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر" کے تیسرے باب میں ص15 پر، حدیث نمبر 31، کو ذکر کرنے کے بعد خال المؤمنین، جنتی انسان، معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی کرتے ہوئے ان پر شراب پینے کا الزام لگاتے ہیں ہم ذیل میں مرزا کے پیش کردہ دلیل کی حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔

مرزا کی طرف سے پیش کردہ دلیل؛

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى مُعَاوِيَةَ فَأَجْلَسَنَا عَلَى الْفُرُشِ ثُمَّ أُتِينَا بِالطَّعَامِ فَأَكَلْنَا ثُمَّ أُتِينَا بِالشَّرَابِ فَشَرِبَ مُعَاوِيَةُ، ثُمَّ نَاوَلَ أَبِي ثُمَّ قَالَ: مَا شَرِبْتُه مُنْذُ حَرَّمَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ مُعَاوِيَةُ: كُنْتُ أَجْمَلَ شَبَابِ قُرَيْشٍ وَأَجْوَدَهُ ثَغْرًا وَمَا شَيْءٌ كُنْتُ أَجِدُ لَهُ لَذَّةً كَمَا كُنْتُ أَجِدُهُ وَأَنَا شَابٌّ غَيْرِ اللَّبَنِ أَوْ إِنْسَانٍ حَسَنِ الْحَدِيثِ يُحَدِّثُنِي

سیدنا عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں اور میرے باپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، انہوں نے ہمیں بچھونوں پر بٹھایا اور کھانا کھلایا، پھر ہمارے پاس ایک مشروب لایا گیا، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ پیا اور میرے ابا جان کو پکڑا دیا، پھر انہوں نے (یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا): جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (نشہ آور شراب کو) حرام قرار دیا ہے میں نے اس وقت سے اسے نہیں پیا، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں قریش میں سے سب سے زیادہ صاحب جمال ہوں اور سب سے عمدہ دانتوں والا ہوں، جوانی میں مجھے دودھ یا اچھی باتیں کرنے والے انسان کے علاوہ اس سے بڑھ کر کسی اور چیز میں لذت نہیں محسوس ہوتی تھی۔ (رواہ احمد. 7479 نسخۃ ثانی

23329)

اولا: اس روایت کی سند پر کلام ہے، کیونکہ حسین بن واقد راوی جب عبد اللہ بن بریدہ سے روایت بیان کریں تو وہ روایت منکر (مردود) سمجھی جائے گی، اس روایت کو بیان کرنے والے خود امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؛

قال ابي عبد الله بن بريده الذي رواه عنه حسين بن واقد ما انكرها

عبد اللہ بن بریدہ سے جو روایات حسین بن واقد بیان کرتا ہے کتنی ہی منکر ہیں! (یعنی بہت زیادہ منکر ہیں) (العلل ومعرفة الرجال ج1ص6)

امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اس احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کو ذکر کرکے برقرار رکھا ہے۔

(الضعفاء الكبير ج 4 ص251) اسی طرح امام عبد الرحمن الرازی رحمۃ اللہ علیہ نے الجرح والتعدیل میں اس فرمان کو ذکر کرکے برقرار رکھا ہے۔ اور دیگر کئی علماء کہتے ہیں وہ صدوق تو ہیں لیکن انکو وہم ہو جاتا تھا جیسے امام ساجی وغیرہ۔

تفصیل تہذیب التہذیب وغیرہ میں دیکھیں۔

یہ اگرچہ مقبول راوی تھا لیکن منکر روایات بھی بیان کرتا تھا جیسا کہ ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: (فكل حديث منكر عنده عن ايوب عن نافع عن ابن عمر)

یعنی: ہر وہ روایت جس کو (حسین بن واقد) عن ایوب۔۔۔ کی سند سے بیان کرے وہ روایات (بھی) منکر ہیں۔ (الثقات ج 6 ص210)

معزز قارئین کرام!

مرزا صاحب کی حالت یہ ہے کہ اس کا انٹرنیشنل نمبرنگ اور سافٹ ویئرز پر لکھے ہوئے صحیح کے اسٹیٹس پر اتنا اندھا اعتماد ہے کہ شاید کبھی بھی انہوں نے سند چیک نہیں کی اور

حقیقت بھی یہ ہے کہ یہ اسکے بس کی بات بھی نہیں۔

اسی طرح اس روایت میں موجود راوی زید بن حباب صدوق وحسن الحدیث ہیں لیکن وہ صاحب اوہام واخطاء تھے جیسا کہ کئی محدثین نے صراحت کی ہے، مثلا امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَانَ رجل صَالح مَا نفذ فِي الحَدِيث إِلَّا بالصلاح لِأَنَّهُ كَانَ كثير الْخَطَأ قلت لَهُ من هُوَ قَالَ زيد بن الْحباب

(العلل ومعرفة الرجال لأحمد رواية ابنه عبد الله 2/ 96)

معلوم ہوا کہ زید بن حباب کے صدوق وحسن الحدیث ہونے کے باوجود بھی ان سے اوہام واخطاء کا صدور ہوتا تھا، لہذا عام حالات میں ان کی مرویات حسن ہوں گی لیکن اگر کسی خاص روایت کے بارے میں محدثین کی صراحت یا قرائن وشواہد مل جائیں کہ یہاں موصوف سے چوک ہوئی ہے تو وہ خاص روایت ضعیف ہوگی۔

ثانیاً: مرزا کا ترجمہ باطل ہے اور جہالت پر مبنی ہے۔

انجنیئر صاحب اپنے ریسرچ پیپر "واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر" کے تیسرے باب میں ص15 پر، حدیث نمبر 31 مذکورہ حدیث کا غلط ترجمہ یوں کرتے ہیں:

سیدنا عبد اللہ بن بریدہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ملنے گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں فرشی نشست [یعنی قالین] پر بٹھایا، پھر کھانا لایا گیا جو ہم نے تناول کیا، پھر ہمارے سامنے ایک مشروب لایا گیا جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پینے کے بعد [وہ مشروب والا برتن] میرے والد کو پکڑا دیا تو انھوں نے [سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ] نے فرمایا: "جب سے اس مشروب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے، تب سے میں نے کبھی اسے نوش نہیں کیا۔" پھر حضرت معاویہ

رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ”میں قریشی نوجوانوں میں سب سے حسین ترین اور خوبصورت دانتوں والا نوجوان تھا اور جوانی کے ان دنوں میں میرے لیے دودھ اور اچھے قصہ گو آدمی سے بڑھ کر کوئی چیز لذت آور نہیں ہوتی تھی۔“

مرزا صاحب نے ترجمہ کے اندر بریکٹوں میں جو اضافے لگائے وہ عربی متن میں نہیں ہیں۔ عربی متن کہیں یہ نہیں کہ بریدہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ ”جب سے اس مشروب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے، تب سے میں نے کبھی اسے نہیں پیا۔“ عربی متن میں ہے (معاویہ رضی اللہ عنہ) نے وہ برتن میرے ابو کو دیا (ثم قال) پھر اس نے یہ کہا (یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا) یہاں کہنے والے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ لہذا حدیث کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مشروب پینے کے بعد برتن سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کو پکڑاتے ہوئے کہا کہ: جب سے اس مشروب (یعنی شراب، خمر) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے، تب سے میں نے کبھی اُسے نہیں پیا۔

معزز قارئین!

ہم نے جو مفہوم بیان کیا ہے وہی راجح ہے کہ (ثم قال) کے بعد معاویہ کا مقولہ (فرمان) ہے اور جو مشروب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیا تھا وہ (خمر) شراب نہیں تھا بلکہ دودھ ہی تھا کیونکہ یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں اسی سند سے اس طرح ہے جو مرزا کی خیانت کو عیاں کرتی ہے۔

(حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ: قَالَ: دَخَلْتُ أَنَا وَأَبِي عَلَى مُعَاوِيَةَ، فَأَجْلَسَ أَبِي عَلَى السَّرِيرِ وَأتى بِالطَّعَامِ فَأَطْعَمَنَا، وَأَتَى بِشَرَابٍ فَشَرِبَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: مَا شَيْءٌ كُنْتُ أَسْتَلِذُّهُ وَأَنَا شَابٌّ فَآخُذُهُ الْيَوْمَ إِلَّا اللَّبَنَ، فَإِنِّي آخُذُهُ



كَمَا كُنْتُ آخُذُهُ قَبْلَ الْيَوْم)

ترجمہ: عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں میرے والد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس داخل ہوئے تو آپ نے میرے والد کو چار پائی پر بٹھایا پھر کھانا لایا گیا ہم نے کھایا اور پھر مشروب لایا گیا پھر (معاویہ رضی اللہ عنہ) نے پیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے جوانی میں بھی دودھ سے زیادہ کوئی چیز لذت والی محسوس نہیں ہوتی تھی آج بھی میں، دودھ ہی لے رہا ہوں جیسا کہ آج سے پہلے بھی میں دودھ ہی لیتا تھا۔

(ابن ابی شیبۃ ج6 ص 188 الرقم: 30560)

معزز قارئین!

مصنف ابن ابی شیبہ کی اس روایت میں اس مشروب کے لیے "دودھ" کے الفاظ واضح طور پر موجود ہیں۔ کیا معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اتنے واضح الفاظ اور صراحت کہ (فآخذہ الیوم الا اللبن)

(میں آج کے دن بھی دودھ ہی لے رہا ہوں) کے آجانے کے بعد بھی، ایسے جنتی، صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم، خال المؤمنین پر مرزا کی طرف سے ایسا طعن کرنا کہ وہ شراب (خمر) پیتے تھے، معاذ اللہ، ثم معاذ اللہ، صریح گستاخی نہیں!!!

مرزا صاحب شاید اپنی عاقبت سے اتنے دور اندیش بن چکے ہیں کہ ایک جنتی، مغفور انسان پر الزام لگاتے، شرماتے نہیں!!!

ایک عام انسان پر الزام اور تہمت لگانا بھی گناہ کبیرہ ہے چہ جائیکہ صحابہ پر الزام لگایا جائے۔

لیکن اس سے بڑے قابل مذمت وہ افراد ہیں جو ان کی چرب زبانی کے چکر میں اتنے جکڑے ہوئے ہیں کہ حقائق ماننے کے لیے تیار ہی نہیں۔

مرزاصاحب کے جہالت کی انتہا:

مرزائی جہالت کی انتہا کرتے ہوئے یہی بتاناچاہ رہے ہیں کہ اس روایت میں ''شراب'' کے الفاظ ہیں اور شراب سے مراد خمر (نشہ آور مشروب) ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ادنی کلاس کا طالبعلم بھی جانتا ہے کہ عربی زبان میں شراب کے لیے ''خمر'' کا لفظ آتا ہے نہ کہ ''شراب'' کا۔ جیساکہ قرآن میں ہے (**انما الخمر والمیسر.....الخ**)

یہ اردو، سندھی یا پنجابی زبان نہیں بلکہ عربی زبان ہے، سندھی، اردو اور پنجابی میں تو شراب بولا جاتا ہے لیکن عربی میں شراب سے مراد وہ شراب نہیں جو حرام ہے جسے آپ سمجھ رہے ہیں۔۔۔

قرآن میں میں عزیر علیہ السلام کے متعلق آیا ہے کہ اللہ نے فرمایا(**فانظر الی طعامك وشرابك لم یتسنه....**)

اپنے کھانے اور پینے کو دیکھیں۔۔۔۔۔۔

یہاں شراب کے لفظ ہیں لیکن مقصد ہمارے والا شراب نہیں۔

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِي شَرَابِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْمِسْهُ، ثُمَّ لِيَنْزِعْهُ فَإِنَّ فِي إِحْدَى جَنَاحَيْهِ دَاءً وَالْأُخْرَى شِفَاءً .

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''جب مکھی کسی کے شراب میں پڑ جائے تو اسے ڈبو دے اور پھر نکال کر پھینک دے۔ کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری ہے اور اس کے دوسرے (پر) میں شفاء ہوتی ہے۔'' (بخاری شریف:3320)

کیا خیال ہے اگر مرزا کے ترجمہ کو تسلیم کریں اور شراب سے مراد اردو والا حرام شراب لیں تو!حرام شراب کا کیا حکم بنے گا؟؟ ہر ذی شعور جانتا ہے۔

معزز قارئین!

آپ اس روایت کو بار بار پڑھیں لیکن کہیں بھی آپ کو خمر کے الفاظ نہیں ملیں گے لیکن مرزا صاحب نے خیانت اور صحابی کی گستاخی کرتے ہوئے ان الفاظ کا مفہوم نکال لیا ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ پر بغض علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے تلبیہ آہستہ کہلوانے کا الزام اور اس کی حقیقت

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مخالفین (مرزائی جہلمی وغیرہ) آپ رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ آپ نے لوگوں کو بلند آواز سے تلبیہ کہنے سے روک دیا تھا بغض علی رضی اللہ عنہ میں آکر جیسا کہ جہلمی اپنے ریسرچ پیپر واقعہ کربلا (حدیث:46) بحوالہ سنن نسائی، ایک ضعیف روایت کا سہارا لیتے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ حَكِيمٍ الْأَوْدِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ مَيْسَرَةَ بْنِ حَبِيبٍ، عَنْ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، قَالَ: كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ بِعَرَفَاتٍ، فَقَالَ: مَا لِي لَا أَسْمَعُ النَّاسَ يُلَبُّونَ؟ قُلْتُ: يَخَافُونَ مِنْ مُعَاوِيَةَ، فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ مِنْ فُسْطَاطِهِ، فَقَالَ: لَبَّيْكَ اللَّهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ، فَإِنَّهُمْ قَدْ تَرَكُوا السُّنَّةَ مِنْ بُغْضِ عَلِيٍّ .

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ عرفات میں تھا تو وہ کہنے لگے: کیا بات ہے، میں لوگوں کو تلبیہ پکارتے ہوئے نہیں سنتا۔ میں نے کہا: لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ سے ڈر رہے ہیں، (انہوں نے لبیک کہنے سے منع کر رکھا ہے) تو ابن عباس رضی اللہ عنہما (یہ سن کر) اپنے خیمے سے باہر نکلے، اور کہا: «لبيك اللهم لبيك لبيك» (افسوس کی بات ہے) علی رضی اللہ عنہ کے بغض میں لوگوں نے سنت چھوڑ دی ہے۔(النسائی: 3009)

یہ روایت سند کے اعتبار سے ضعیف ہے اس روایت کے اندر (خالد بن مخلد) راوی

ہیں اس کے بارے میں امام ابن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ ایک اصول ذکر فرماتے ہیں:

ذكر الغلابي في تاريخ قال القطواني يوخذ عنه مشيخه المدينه وابن بلال قط. يريد سليمان بن بلال۔

و يعني بهذا لايؤخذ عنه الا حديثه عن اهل المدينة و سليمان ابن بلال منهم۔

(امام الجرح والتعدیل، محدث، مفضل بن غسان) غلابی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ خالد بن مخلد قطوانی سے وہ روایات قبول کی جائیں گی جو اس نے اپنے مدنی اساتذہ اور ابن بلال یعنی سلیمان بن بلال بیان سے کی ہیں۔ آگے اس کی وضاحت میں امام ابن رجب حنبلی نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے روایت نہیں لی جائے گی مگر وہ جو اہل مدینہ سے اور سلیمان بن بلال سے (بیان کرے)

(شرح علل الترمذی لابن رجب الحنبلي ص نمبر 330)

سنن نسائی والی یہ روایت خالد بن مخلد نے علی بن صالح سے بیان کی ہے۔ اور علی بن صالح انکے مدنی استاد نہیں ہے بلکہ کوفی استاد ہیں، لہذا انکی کوفیوں سے بیان کردہ روایت رد سمجھی جائے گی۔

نوٹ: جن علماء نے اس روایت کی تصحیح کی ہے ان کے سامنے یہ علت عیاں نہ ہو سکی، لہذا اس وجہ سے ضد کرنا جہالت ہے کہ فلاں نے اسکو صحیح کہا ہے یہ ضد تقلید جامد اور حرام ہے۔

کیا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سود کھاتے تھے؟

مرزااور اسکے حواری دلیل پیش کرتے ہیں.

حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِي سُفْيَانَ بَاعَ سِقَايَةً مِنْ ذَهَبٍ، أَوْوَرِقٍ بِأَكْثَرَ مِنْ وَزْنِهَا، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَى عَنْ مِثْلِ هَذَا إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: مَا أَرَى بِمِثْلِ هَذَا بَأْسًا، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ: مَنْ يَعْذِرُنِي مِنْ مُعَاوِيَةَ، أَنَا أُخْبِرُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيُخْبِرُنِي عَنْ رَأْيِهِ، لَا أُسَاكِنُكَ بِأَرْضٍ أَنْتَ بِهَا، ثُمَّ قَدِمَ أَبُو الدَّرْدَاءِ عَلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فَذَكَرَ ذَلِكَ لَهُ، فَكَتَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ إِلَى مُعَاوِيَةَ، أَنْ لَا يَبِيعَ ذَلِكَ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَزْنًا بِوَزْنٍ.

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے سونے یا چاندی کا برتن اس سے زیادہ وزن کے ساتھ بیچا حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ علیہ السلام اس طرح کی تجارت سے منع فرماتے تھے، مگر یہ کہ دونوں طرف سے برابر ہو (یعنی کمی بیشی نہ ہو) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں تو اس میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہنے لگے کون ہے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف میرے عذر کو قبول کرے۔ میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنا رہا ہوں اور وہ اپنی رائے بتا رہے ہیں پھر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کہنے لگے: میں آپ کے ساتھ اس زمین میں نہیں رہوں گا جس میں آپ موجود ہیں، پھر حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور سب کچھ تذکرہ کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف خط لکھا کہ اس طرح تجارت نہ کریں۔

(رواہ مالک فی المؤطا:1848)

اولا: یہ روایت سنداً سخت ضعیف ہے کیونکہ عطاء کا ابو الدرداء سے سماع ثابت نہیں جیسا کہ علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ظَاهِرُ هَذَا الْحَدِيثِ الِانْقِطَاعُ لِأَنَّ عَطَاءً لَا أَحْفَظُ لَهُ سَمَاعًا مِنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَمَا أَظُنُّهُ سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا۔

ظاہری طور پر یہ روایت منقطع ہے کیونکہ عطاء کا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے سماع کے حوالے سے میں کچھ نہیں یاد رکھتا میں سمجھتا ہوں کہ اس نے کچھ نہیں سنا۔

(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد : ج 4 ص 71)

ثانیاً: اس روایت کے بارے علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

أَنَّ هَذِهِ الْقِصَّةَ لَا يَعْرِفُهَا أَهْلُ الْعِلْمِ لِأَبِي الدَّرْدَاءِ الا من حديث زَيْدِ ابْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ وَأَنْكَرَهَا بَعْضُهُمْ لِأَنَّ شَبِيهًا بِهَذِهِ الْقِصَّةِ عَرَضَتْ لِمُعَاوِيَةَ مَعَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ وَهِيَ صَحِيحَةٌ مَشْهُورَةٌ مَحْفُوظَةٌ لِعُبَادَةَ مَعَ مُعَاوِيَةَ

ابو درداء رضی اللہ عنہ کے اس قصے کو اہل علم نہیں جانتے سواء زید بن اسلم عن عطاء بن یسار سے، بعض اہل علم نے تو اس کا انکار کیا ہے کیونکہ یہ قصہ اس قصے کے مشابہ ہے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا تھا جو کہ صحیح مشہور اور محفوظ ہے۔

(التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد : ج 4 ص72)

جس واقعے کی طرف ابن عبد البر نے اشارہ کیا ہے اس واقعے کے الفاظ یہ ہیں:

حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ أَيُّوبَ،

عَنْ أَبِي قِلَابَةَ، قَالَ: كُنْتُ بِالشَّامِ فِي حَلْقَةٍ فِيهَا مُسْلِمُ بْنُ يَسَارٍ، فَجَاءَ أَبُو الْأَشْعَثِ، قَالَ: قَالُوا: أَبُو الْأَشْعَثِ، أَبُو الْأَشْعَثِ، فَجَلَسَ، فَقُلْتُ لَهُ: حَدِّثْ أَخَانَا حَدِيثَ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ، قَالَ: نَعَمْ، غَزَوْنَا غَزَاةً وَعَلَى النَّاسِ مُعَاوِيَةُ، فَغَنِمْنَا غَنَائِمَ كَثِيرَةً، فَكَانَ فِيمَا غَنِمْنَا آنِيَةٌ مِنْ فِضَّةٍ، فَأَمَرَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا أَنْ يَبِيعَهَا فِي أَعْطِيَاتِ النَّاسِ، فَتَسَارَعَ النَّاسُ فِي ذَلِكَ، فَبَلَغَ عُبَادَةَ بْنَ الصَّامِتِ، فَقَامَ، فَقَالَ: إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَنْهَى عَنْ بَيْعِ الذَّهَبِ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةِ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرِّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرِ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرِ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحِ بِالْمِلْحِ، إِلَّا سَوَاءً بِسَوَاءٍ، عَيْنًا بِعَيْنٍ، فَمَنْ زَادَ، أَوِ ازْدَادَ، فَقَدْ أَرْبَى»، فَرَدَّ النَّاسُ مَا أَخَذُوا، فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةَ فَقَامَ خَطِيبًا، فَقَالَ: أَلَا مَا بَالُ رِجَالٍ يَتَحَدَّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ قَدْ كُنَّا نَشْهَدُهُ وَنَصْحَبُهُ فَلَمْ نَسْمَعْهَا مِنْهُ، فَقَامَ عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ فَأَعَادَ الْقِصَّةَ، ثُمَّ قَالَ: " لَنُحَدِّثَنَّ بِمَا سَمِعْنَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنْ كَرِهَ مُعَاوِيَةُ - أَوْ قَالَ: وَإِنْ رَغِمَ - مَا أُبَالِي أَنْ لَا أَصْحَبَهُ فِي جُنْدِهِ لَيْلَةً سَوْدَاءَ "، قَالَ حَمَّادٌ هَذَا أَوْ نَحْوَهُ۔

حماد بن زید نے ہمیں ایوب سے حدیث بیان کی اور انہوں نے ابو قلابہ سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں شام میں ایک مجلس میں تھا جس میں مسلم بن یسار بھی تھے، اتنے میں ابو اشعث آئے تو لوگوں نے کہا: ابو اشعث، (آ گئے) میں نے کہا: (اچھا) ابو اشعث! وہ بیٹھ گئے تو میں نے ان سے کہا: ہمارے بھائی! ہمیں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث

بیان کیجیے۔ انہوں نے کہا: ہاں، ہم نے ایک غزوہ لڑا اور لوگوں کے امیر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ انہیں لوگوں کو ملنے والے عطیات (کے بدلے) میں فروخت کر دے۔ (جب عطیات ملیں گے تو قیمت اس وقت دراہم کی صورت میں لے لی جائے گی) لوگوں نے ان (کو خریدنے) میں جلدی کی۔ یہ بات حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو وہ کھڑے ہوئے اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ سونے کے عوض سونے کی، چاندی کے عوض چاندی کی، گندم کے عوض گندم کی، جو کے عوض جو کی، کھجور کے عوض کھجور کی اور نمک کے عوض نمک کی بیع سے منع فرمارہے تھے، الا یہ کہ برابر برابر، نقد بنقد ہو۔ جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا تو اس نے سود کا لین دین کیا۔ (یہ سن کر) لوگوں نے جو لیا تھا واپس کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی تو وہ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا: سنو! لوگوں کا حال کیا ہے! وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بیان کرتے ہیں، ہم بھی آپ کے پاس حاضر ہوتے اور آپ کے ساتھ رہتے تھے لیکن ہم نے آپ سے وہ (احادیث) نہیں سنیں۔ اس پر حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے، (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا) سارا واقعہ دہرایا اور کہا: ہم وہ احادیث ضرور بیان کریں گے جو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنیں، خواہ معاویہ رضی اللہ عنہ ناپسند کریں۔۔ یا کہا: خواہ ان کی ناک خاک آلود ہو۔۔ مجھے پروا نہیں کہ میں ان کے لشکر میں ان کے ساتھ ایک سیاہ رات بھی نہ رہوں۔ حماد نے کہا: یہ (کہا:) یا اس کے ہم معنی۔

(صحیح مسلم حدیث نمبر: 4063)

اس راویت پر بات کرنے سے پہلے یہ مسئلہ سمجھیں کہ زیورات یا سونے اور چاندی کے برتن سونے یا نقد رقم کے بدلے فروخت "بیع صرف کہلاتی ہے" جس کے شرعاً جائز ہونے کے لیے دو ضروری شرطیں ہیں ایک یہ کہ معاملہ دونوں جانب سے نقد ہو۔ ایک

ہاتھ سے سونے کے زیوارت یا برتن دیئے جائیں اور دوسرے ہاتھ سے سونا یا رقم لی جائے کسی بھی ایک طرف سے ادھار کی صورت میں یہ معاملہ ناجائز ہو گا۔ دوسری شرط یہ کہ ایک جنس کا جب تبادلہ ہو رہا ہو یعنی سونے کی سونے سے تجارت ہو رہی ہو تو بیع اس وقت جائز ہو گا جب طرفین کی طرف سے وزن برابری کی ساتھ دیا جائے ہاں اگر جنس تبدیل ہو تو کمی بیشی کی اجازت ہے۔

جبکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور کچھ دیگر صحابہ کا موقف یہ تھا کہ مذکورہ دو شرطیں نہ ہو یا ان میں سے ایک نہ ہو پھر بھی بیع جائز ہے کیونکہ منع والی احادیث ان تک نہیں پہنچی تھیں جیسا کہ مذکورہ حدیث میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ واضح موجود ہیں کہ:

وَقَدْ شَهِدْنَا النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَمْ نَسْمَعْهُ نَهَى عَنْهُ

کہ ہم بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں لیکن ہم نے آپ سے اس بات سے منع نہیں سنی۔

معزز قارئین!

اسلام نے یہ قانون وضع کیا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی مسئلہ کا علم نہیں تو اس مسئلہ پر اس کا مواخذہ نہیں کیا جاتا معزز احباب اگر اس طرح کی تنقید کرتے جائیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نہیں بچیں گے مندرجہ ذیل حدیث پر غور فرمائیں:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، أَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، حَرَّقَ قَوْمًا، فَبَلَغَ ابْنَ عَبَّاسٍ فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا لَمْ أُحَرِّقْهُمْ لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «لاَ تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللَّهِ» وَلَقَتَلْتُهُمْ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ»

ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا‘ کہا ہم سے سفیان نے بیان کیا‘ ان سے ایوب نے‘

ان سے عکرمہ نے کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک قوم کو (جو عبد اللہ بن سبا کی متبع تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خدا کہتی تھی) جلا دیا تھا۔ جب یہ خبر حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ملی تو آپ نے کہا کہ اگر میں ہوتا تو کبھی انہیں نہ جلاتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب کی سزا کسی کو نہ دو' البتہ میں انہیں قتل ضرور کرتا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص اپنا دین تبدیل کر دے اسے قتل کر دو۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر: 3017)

مرزا صاحب!

اب اگر کوئی ناصبی اٹھ کر کھڑا ہو جائے اور کہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حدیث کی مخالفت کی ہے تو آپ کیا کہیں گے ؟؟؟

ہم تو اس ناصبی کو منہ توڑ جواب دیں گے اور کہیں گے کہ، اے گستاخ! علی رضی اللہ عنہ کی گستاخی مت کر، علی رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کا علم نہیں تھا تبھی انہوں نے ان مرتدین کو جلانے کا حکم دیا تھا ہمارا ایمان ہے کہ جان بوجھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کبھی نہیں کر سکتے۔

جبکہ جس مسئلہ کی وجہ سے مرزا صاحب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر تنقید کر رہا ہے اس طرح کا فتوی تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی دیتے تھے۔ جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت بخاری شریف کے اندر موجود ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ أَبَا صَالِحٍ الزَّيَّاتَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ الدِّينَارُ بِالدِّينَارِ وَالدِّرْهَمُ بِالدِّرْهَمِ فَقُلْتُ لَهُ فَإِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ لَا يَقُولُهُ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ سَأَلْتُهُ فَقُلْتُ سَمِعْتَهُ مِنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ وَجَدْتَهُ فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ كُلَّ ذَلِكَ لَا أَقُولُ وَأَنْتُمْ أَعْلَمُ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي وَلَكِنْ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا رِبًا إِلَّا فِي النَّسِيئَةِ.

ہم سے علی بن عبد اللہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ضحاک بن مخلد نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے ابن جریج نے بیان کیا، کہا کہ مجھے عمرو بن دینار نے خبر دی، انہیں ابو صالح زیات نے خبر دی، اور انہوں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ یہ کہتے سنا کہ دینار، دینار کے بدلے میں اور درہم درہم کے بدلے میں (بیچا جا سکتا ہے جبکہ مسلم شریف کے الفاظ ہیں مثلا بمثل، من زاد أو ازداد فقد أربى، دونوں طرف سے برابر ہونے چاہیں جو زیادہ دیتا اور لیتا ہے وہ سود کا مرتکب ہوا)

اس پر میں نے ان سے کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو اس طرح نہیں کرتے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ پھر میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے متعلق پوچھا کہ آپ نے یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا یا کتاب اللہ میں آپ نے اسے پایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ان میں سے کسی بات کا میں دعویدار نہیں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی احادیث) کو آپ لوگ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ البتہ مجھے اسامہ رضی اللہ عنہ نے خبر دی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مذکورہ صورتوں میں) سود صرف ادھار کی صورت میں ہوتا ہے۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر: 2179)

مرزا صاحب! کیا آپ اہل بیت کے شہزادے ابن عباس رضی اللہ عنہما پر سود کا وہ فتوی لگا سکتے ہیں؟ جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر آپ نے لگایا ہے؟؟؟

باقی رہا یہ مسئلہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما جو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے دلیل لیتے تھے وہ انکا اجتہاد درست نہیں تھا اس حدیث کا مفہوم علماء نے اور بیان کیا ہے یا بعض نے

اس روایت کو منسوخ کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

مرزائی اعتراض:

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزارا ہے ہم نے تو یہ حدیث کبھی نہیں سنی۔ مرزا صاحب ان جملوں سے غلط مفہوم نکالتے ہوئے کہتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ پر الزام لگایا ہے۔

ازالہ اشکال:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے استفسار کا مقصد قطعا حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ پر الزام عائد کرنا نہیں تھا بلکہ مقصد یہ تھا کہ ہم نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زندگی گزاری ہے لیکن ہم نے کبھی یہ بات نہیں سنی ان کا مقصد یہی تھا کہ ممکن ہے کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کو سننے یا سمجھنے میں خطا لگی ہو اس لیے انہوں نے تثبت، اور یقینی معلومات کے لیے اپنا خیال رکھا۔ لیکن جب حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ تاکید کے ساتھ اس مسئلہ کو بیان کیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے دوبارہ کوئی اعتراض نہیں کیا جو دلیل ہے کہ انہوں نے اس بات کو تسلیم کر لیا تھا ورنہ آپ رضی اللہ عنہ صاحب اقتدار تھے رد کرنے کے لئے کوئی چیز مانع نہیں تھی۔

اس طرح کا تو تثبت اور تحقیق کرنا دیگر صحابہ سے بھی ثابت ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث پیش کی گئی طلاق شدہ عورت کے خرچہ اور رہائش کے بارے میں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تثبت اور تحقیق کے لیے اسکو رد کر دیا تھا کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں یہ خیال آ گیا کہ ممکن ہے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے معاملہ بھول گیا ہو یا غلط فہمی ہو گئی ہو (تفصیل مسلم:3710) اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ذہن میں یہی خیال آ گیا۔ ورنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ بے حد

محبت کرتے تھے اور پوری زندگی رسول ﷺ کی سنت کے مطابق بسر فرمائی؛ آپ کی سنت کے ساتھ محبت کی کئی مثالیں موجود ہیں ہم چند کا ذکر کرتے ہیں:

مثال نمبر: 1

عَنْ وَرَّادٍ مَوْلَى الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ، قَالَ: كَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى الْمُغِيرَةِ: اكْتُبْ إِلَيَّ مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَلْفَ الصَّلَاةِ، فَأَمْلَى عَلَيَّ الْمُغِيرَةُ، قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ خَلْفَ الصَّلَاةِ: ""لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ، وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ، وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ""، وَقَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ: أَخْبَرَنِي عَبْدَةُ، أَنَّ وَرَّادًا، أَخْبَرَهُ بِهَذَا، ثُمَّ وَفَدْتُ بَعْدُ إِلَى مُعَاوِيَةَ، فَسَمِعْتُهُ يَأْمُرُ النَّاسَ بِذَلِكَ الْقَوْلِ.

معاویہ رضی اللہ عنہ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا مجھے رسول اللہ ﷺ کی وہ دعا لکھ کر بھیجو جو تم نے نبی کریم ﷺ کو نماز کے بعد کرتے سنی ہے۔ چنانچہ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے مجھ کو لکھوایا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا ہے نبی کریم ﷺ ہر فرض نماز کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے« لا إله الا الله، وحده لا شريك له، اللهم لا مانع لما أعطيت، ولا معطي لما منعت، ولا ينفع ذا الجد منك الجد» ”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اے اللہ! جو تو دینا چاہے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روکنا چاہے اسے کوئی دینے والا نہیں اور تیرے سامنے دولت والے کی دولت کچھ کام نہیں دے سکتی۔ اور ابن جریج نے کہا کہ مجھ کو عبدہ نے خبر دی اور انہیں وراد نے خبر دی، پھر اس کے بعد میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہاں گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ لوگوں کو اس دعا کے

پڑھنے کا حکم دے رہے تھے۔ (رواه البخاري:6615)

مثال نمبر:2

عَنْ أَبِي مِجْلَزٍ، قَالَ: خَرَجَ مُعَاوِيَةُ عَلَى ابْنِ الزُّبَيْرِ وَابْنِ عَامِرٍ، فَقَامَ ابْنُ عَامِرٍ وَجَلَسَ ابْنُ الزُّبَيْرِ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِابْنِ عَامِرٍ: اجْلِسْ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ.

معاویہ رضی اللہ عنہ ابن زبیر اور ابن عامر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، تو ابن عامر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما بیٹھے رہے، معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا: بیٹھ جاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو یہ چاہے کہ لوگ اس کے سامنے (با ادب، بطور تعظیم) کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم کو بنا لے۔

(رواه ابو داؤد وصححه الالباني:5229)

مثال نمبر:3

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ النَّمَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ أَبِي الْفَيْضِ، عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ رَجُلٌ مِنْ حِمْيَرَ، قَالَ: كَانَ بَيْنَ مُعَاوِيَةَ وَبَيْنَ الرُّومِ عَهْدٌ، وَكَانَ يَسِيرُ نَحْوَ بِلَادِهِمْ حَتَّى إِذَا انْقَضَى الْعَهْدُ غَزَاهُمْ فَجَاءَ رَجُلٌ عَلَى فَرَسٍ أَوْ بِرْذَوْنٍ، وَهُوَ يَقُولُ: اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدَرَ، فَنَظَرُوا فَإِذَا عَمْرُو بْنُ عَبَسَةَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ مُعَاوِيَةُ فَسَأَلَهُ فَقَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ كَانَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ قَوْمٍ عَهْدٌ فَلَا يَشُدُّ عُقْدَةً وَلَا يَحُلُّهَا حَتَّى يَنْقَضِيَ

أَمَدُهَا أَوْ يَنْبِذَ إِلَيْهِمْ عَلَي سَوَاءٍ، فَرَجَعَ مُعَاوِيَةُ.

معاویہ رضی اللہ عنہ اور رومیوں کے درمیان ایک متعین وقت تک کے لیے یہ معاہدہ تھا کہ وہ آپس میں لڑائی نہیں کریں گے، (اس مدت میں) معاویہ رضی اللہ عنہ ان کے شہروں میں جاتے تھے، یہاں تک کہ جب معاہدہ کی مدت گزر گئی، تو انہوں نے ان سے جنگ کی، (یہاں پر شاید مقصد یہ ہے کہ ابھی معاہدہ پورا ہونے میں کچھ ٹائم تھا معاویہ رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے تاکہ جیسے ٹائم پورا ہو حملہ کر دیں، جب معاملہ ہوا تو) ایک شخص عربی یا ترکی گھوڑے پر سوار ہو کر آیا، وہ کہہ رہا تھا: اللہ اکبر، اللہ اکبر، وعدہ کا پاس ولحاظ ہو بدعہدی نہ ہو لوگوں نے اس کو بغور دیکھا تو وہ عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو ان کے پاس بھیجا، اس نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: جس شخص کا کسی قوم سے معاہدہ ہو تو معاہدہ نہ توڑے اور نہ نیا معاہدہ کرے جب تک کہ اس معاہدہ کی مدت پوری نہ ہو جائے، یا برابری پر عہد ان کی طرف واپس نہ کر دے، تو یہ سن کر معاویہ رضی اللہ عنہ واپس آ گئے۔

(روہ ابو داؤد: 2759 وصححه الالباني رحمه الله ورواه أحمد والترمذي وقال حسن صحيح)

نوٹ: معاویہ رضی اللہ عنہ لمبا سفر کر کے روم پہنچے لیکن حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سن کر واپس آ گئے یہ تھا حدیث کا احترام۔

مثال نمبر: 4

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، أَنَّهُ طَافَ مَعَ مُعَاوِيَةَ بِالْبَيْتِ، فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ يَسْتَلِمُ الْأَرْكَانَ كُلَّهَا، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ: لِمَ تَسْتَلِمُ هَذَيْنِ الرُّكْنَيْنِ، وَلَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِمُهُمَا؟ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: لَيْسَ شَيْءٌ مِنَ

الْبَيْتِ مَهْجُورًا، فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: {لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ}، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: صَدَقْتَ.

جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بیت اللہ کے چاروں کونوں کا استلام کر رہے تھے (انہیں چھو رہے تھے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں کہا آپ ان دو (یمنی) کونوں کا استلام کیوں کرتے ہیں؟؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کونوں کا استلام نہیں کرتے تھے، معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اس گھر کے کسی بھی ٹکڑے کو چھوڑنے کا دل نہیں کرتا، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت تلاوت کی (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ) تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے؛ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے تم نے بالکل سچ فرمایا ہے۔ (رواہ احمد: 1877)

مثال نمبر: 5

قَالَ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ لِمُعَاوِيَةَ، إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَا مِنْ إِمَامٍ يُغْلِقُ بَابَهُ دُونَ ذَوِي الْحَاجَةِ، وَالْخَلَّةِ، وَالْمَسْكَنَةِ، إِلَّا أَغْلَقَ اللَّهُ أَبْوَابَ السَّمَاءِ دُونَ خَلَّتِهِ، وَحَاجَتِهِ، وَمَسْكَنَتِهِ، فَجَعَلَ مُعَاوِيَةُ رَجُلًا عَلَى حَوَائِجِ النَّاسِ. قَالَ: وَفِي الْبَاب، عَنْ ابْنِ عُمَرَ. قَالَ أَبُو عِيسَى: حَدِيثُ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ، وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هَذَا الْوَجْهِ، وَعَمْرُو بْنُ مُرَّةَ الْجُهَنِيُّ يُكْنَى: أَبَا مَرْيَمَ.

عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے: "جو بھی حاکم حاجت مندوں، محتاجوں اور مسکینوں کے لیے اپنے دروازے بند رکھتا ہے

تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضرورت، حاجت اور مسکنت کے لیے اپنے دروازے بند رکھتا ہے''،
جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو لوگوں کی ضرورت کے لیے ایک آدمی مقرر کر دیا۔
(رواہ الترمذی:1332 و ابوداؤد:2948.وصححہ الالبانی۔ رحمۃ اللہ علیہ)

وضاحت: معاویہ رضی اللہ عنہ مذکورہ حدیث سن کر اس حدیث پر عمل کرنے کے لئے ایک بندہ مقرر فرماتے ہیں. یہ دلیل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سنت رسول کے ساتھ بے حد محبت کرتے تھے۔

مثال نمبر:6

حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مُحَمَّدٍ الرَّمْلِيُّ، وَابْنُ عَوْفٍ، وَهَذَا لَفْظُهُ، قَالَا: حَدَّثَنَا الْفِرْيَابِيُّ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ ثَوْرٍ، عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ مُعَاوِيَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: إِنَّكَ إِنِ اتَّبَعْتَ عَوْرَاتِ النَّاسِ أَفْسَدْتَهُمْ أَوْ كِدْتَ أَنْ تُفْسِدَهُمْ، فَقَالَ أَبُو الدَّرْدَاءِ كَلِمَةٌ سَمِعَهَا مُعَاوِيَةُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ نَفَعَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِهَا.

معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اگر تم لوگوں کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑو گے، تو تم ان میں بگاڑ پیدا کر دو گے، یا قریب ہے کہ ان میں اور بگاڑ پیدا کر دو ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ وہ کلمہ ہے جسے معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور اللہ نے انہیں اس سے فائدہ پہنچایا ہے۔ (رواہ ابوداؤد:4888)

وضاحت: اس حدیث میں موجود سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ کے فرمان کو بار بار پڑھیں پتہ چلتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس حدیث پر بڑے جذبے کے ساتھ عمل کرتے تھے اور لوگوں کے عیبوں کو چھپاتے تھے اس بات کی گواہی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے بھی دی اور کہا کہ

اللہ نے اس حدیث کے ذریعے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بڑا فائدہ پہنچایا۔

"اللہ؛معاویہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ نہ بھرے" حدیث سے مرزا اور اسکے حواریوں کا باطل استدلال

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ أَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ بَابٍ قَالَ فَجَاءَ فَحَطَأَنِي حَطْأَةً وَقَالَ اذْهَبْ وَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ هُوَ يَأْكُلُ قَالَ ثُمَّ قَالَ لِيَ اذْهَبْ فَادْعُ لِي مُعَاوِيَةَ قَالَ فَجِئْتُ فَقُلْتُ هُوَ يَأْكُلُ فَقَالَ لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهُ .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ،: میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، میں دروازے کے پیچھے چھپ گیا، کہا: آپ آئے اور میرے دونوں شانوں کے درمیان اپنے کھلے ہاتھ سے ہلکی سی ضرب لگائی (مقصود پیار کا اظہار تھا) اور فرمایا: " جاؤ، میرے لیے معاویہ کو بلالاؤ۔ میں نے آپ سے آکر کہا: وہ کھانا کھا رہے ہیں۔ آپ نے دوبارہ مجھ سے فرمایا: " جاؤ، معاویہ کو بلالاؤ۔ میں نے پھر آکر کہا: وہ کھانا کھا رہے ہیں، تو آپ نے فرمایا: " اللہ اس کا پیٹ نہ بھرے۔

(رواہ مسلم۔ ح:6628)

اس روایت میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں (اللہ اس کے پیٹ کو نہ بھرے) اس سے کچھ ہواءپرست لوگ یہ دلیل لینے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ الفاظ معاویہ کی مذمت اور انکے لئے بد دعا ہے۔

حالانکہ حقیقت پر غور کیا جائے تو یہ الفاظ معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو بیان کر رہے ہیں کیونکہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ بھی اس حدیث سے فضل معاویہ رضی اللہ عنہ سمجھے ہیں تبھی تو اس روایت کو ان احادیث کے ساتھ لائے ہیں جن کے الفاظ ہیں۔

اللَّهُمَّ إِنَّما أنا بَشَرٌ، فأيُّما رَجُلٍ مِنَ المُسْلِمِينَ سَبَبْتُهُ، أوْ لَعَنْتُهُ، أوْ جَلَدْتُهُ، فاجْعَلْها له زَكاةً ورَحْمَةً. وفي روايةٍ: عَنِ النبيِّ ﷺ، مِثْلَهُ، إلّا أنَّ فيه زَكاةً وأَجْرًا.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میں انسان ہوں جس بھی مسلمان شخص کو میں نے برا بھلا بولا؛ یا اس پر لعنت کی یا اسے سزا دی تو اس کو اس کے لئے گناہوں سے کفارہ اور رحمت بنادے ایک روایت میں ہے کہ اس کے لیے اجر بنادے۔ (صحیح مسلم 2601)

اسی طرح یہ واقعہ بھی مسلم شریف میں اسی ضمن میں موجود ہے

قال حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كَانَتْ عِنْدَ أُمِّ سُلَيْمٍ يَتِيمَةٌ وَهِيَ أُمُّ أَنَسٍ فَرَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْيَتِيمَةَ فَقَالَ آنْتِ هِيَهْ لَقَدْ كَبِرْتِ لَا كَبِرَ سِنُّكِ فَرَجَعَتْ الْيَتِيمَةُ إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ تَبْكِي فَقَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مَا لَكِ يَا بُنَيَّةُ قَالَتْ الْجَارِيَةُ دَعَا عَلَيَّ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنِّي فَالْآنَ لَا يَكْبَرُ سِنِّي أَبَدًا أَوْ قَالَتْ قَرْنِي فَخَرَجَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ مُسْتَعْجِلَةً تَلُوثُ خِمَارَهَا حَتَّى لَقِيَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ فَقَالَتْ يَا نَبِيَّ اللَّهِ أَدَعَوْتَ عَلَى يَتِيمَتِي قَالَ وَمَا ذَاكِ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَالَتْ زَعَمَتْ أَنَّكَ دَعَوْتَ أَنْ لَا يَكْبَرَ سِنُّهَا وَلَا يَكْبَرَ قَرْنُهَا قَالَ فَضَحِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ أَمَا تَعْلَمِينَ أَنَّ شَرْطِي عَلَى رَبِّي أَنِّي اشْتَرَطْتُ عَلَى رَبِّي فَقُلْتُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ أَرْضَى كَمَا

يَرْضَى الْبَشَرُ وَأَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ فَأَيُّمَا أَحَدٍ دَعَوْتُ عَلَيْهِ مِنْ أُمَّتِي بِدَعْوَةٍ لَيْسَ لَهَا بِأَهْلٍ أَنْ يَجْعَلَهَا لَهُ طَهُورًا وَزَكَاةً وَقُرْبَةً يُقَرِّبُهُ بِهَا مِنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یتیم لڑکی تھی اور یہی (ام سلیم رضی اللہ عنہا) ام انس بھی کہلاتی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو فرمایا: ""تو وہی لڑکی ہے، تو بڑی ہو گئی ہے! تیری عمر بڑی نہ ہو"" وہ لڑکی روتی ہوئی واپس حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس گئی، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے پوچھا: بیٹی! تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے خلاف دعا فرما دی ہے کہ میری عمر زیادہ نہ ہو، اب میری عمر کسی صورت زیادہ نہ ہو گی، یا کہا: اب میرا زمانہ ہرگز زیادہ نہیں ہو گا، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا جلدی سے دوپٹہ لپیٹتے ہوئے نکلیں، حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: "ام سلیم! کیا بات ہے؟" حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کے نبی! کیا آپ نے میری (پالی ہوئی) یتیم لڑکی کے خلاف دعا کی ہے؟ آپ نے پوچھا: "یہ کیا بات ہے؟" حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ کہتی ہے: آپ نے دعا فرمائی ہے کہ اس کی عمر زیادہ نہ ہو، اور اس کا زمانہ لمبا نہ ہو، (حضرت انس رضی اللہ عنہ نے) کہا: تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے، پھر فرمایا: "ام سلیم! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے اپنے رب سے پختہ عہد لیا ہے، میں نے کہا: میں ایک بشر ہی ہوں، جس طرح ایک بشر خوش ہوتا ہے، میں بھی خوش ہوتا ہوں اور جس طرح بشر ناراض ہوتے ہیں میں بھی ناراض ہوتا ہوں۔ تو میری امت میں سے کوئی بھی آدمی جس کے خلاف میں نے دعا کی اور وہ اس کا مستحق نہ تھا تو اس دعا کو قیامت کے دن اس کے لیے پاکیزگی، گناہوں سے صفائی اور ایسی قربت بنا دے جس کے ذریعے سے تو اسے اپنے قریب فرما لے۔" (رواہ مسلم 6627)

اس حدیث کے حوالے سے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

قد فهم مسلم رحمه الله من هذا الحديث أن معاوية لم يكن مستحقا للدعاء عليه، فلهذا أدخله في هذا الباب.

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث سے یہی سمجھیں ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس بد دعا کے کبھی بھی مستحق نہیں تھے تبھی اس روایت کو اس باب کے اندر ذکر فرمایا ہے۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و كان من خصائصه أنه إذا سب رجلا ليس بذلك حقيقًا، يُجعلُ سَبُّ رسول الله صلى الله عليه وسلم كفارة عنه

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ بھی ہے کہ آپ اگر کسی کو (سب) یعنی برا بھلا بولتے ہیں یہ اس کے لئے حقیقی معنی میں مراد نہیں ہوتا بلکہ یہ سب اس کے لیے (گناہوں کا) کفارہ ہو جائے گا۔ (الفصول في سيرة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم 385)

علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ اس طرح کی ایک عبارت کے بارے میں فرماتے ہیں:

هِيَ كَلِمةٌ لَّا يُرَادُ بِها الدُّعَاءُ، وَإِنَّمَا تُسْتَعْمَلُ فِي الْمَدْحِ، كَمَا قَالُوا لِلشَّاعِرِ، إِذَا أَجَادَ: قَاتَلَهُ اللهُ، لَقَدْ أَجَادَ۔

”یہ ایسا کلمہ ہے کہ اس سے بد دعا مراد نہیں ہوتی اسے صرف تعریف کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جیسا کہ جب کوئی شاعر عمدہ شعر کہے تو عرب لوگ کہتے ہیں: قَاتَلَہُ اللہ (اللہ تعالیٰ اسے مارے)، اس نے عمدہ شعر کہا ہے۔“ (شرح صحيح البخاري: 9/329)

اسی طرح ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ " البداية والنهاية " میں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے ترجمے میں بہت ہی خوبصورت ترین بات فرماتے ہیں:

وقد انتفع معاوية بهذه الدعوة في دنياه وأخراه ؛ أما في دنياه: فإنه لما صار إلى الشام أميراً، كان يأكل في اليوم سبع مرات يجاء بقصعة فيها لحم كثير وبصل فيأكل منها، ويأكل في اليوم سبع أكلات بلحم، ومن الحلوى والفاكهة شيئاً كثيراً، ويقول: والله ما أشبع وإنما أعيا، وهذه نعمة ومعدة يرغب فيها كل الملوك .

یقیناً معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس دعا سے دنیا اور آخرت میں فائدہ لیا ہے، دنیا میں فائدہ یوں لیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ جب شام کے امیر بنے تھے تو آپ ایک دن میں سات مرتبہ کھاتے تھے، انکے سامنے ایک بہت بڑا تھال لایا جاتا تھا جس میں بہت زیادہ گوشت اور پیاز ہوتا تھا پھر آپ اس سے کھاتے تھے اور آپ دن میں سات مرتبہ گوشت کھاتے تھے اور بہت زیادہ مٹھائی اور پھل کھاتے تھے اور کہتے تھے: اللہ کی قسم میرا پیٹ نہیں بھرتا میں کھا کھا کے تھک جاتا ہوں اور یہ ایک بہت بڑی نعمت ہے کہ اس طرح کا معدہ انسان کے پاس ہو جس کے لیے بادشاہ شوق رکھتے اور ترستے ہیں۔

نوٹ: معاویہ رضی اللہ عنہ کا سات مرتبہ کھانہ اس کا صحیح سند کے ساتھ کوئی ثبوت مجھے نہیں مل سکا۔

اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس دعا سے اخروی فائدہ بھی حاصل کیا۔۔۔ چنانچہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

وأما في الآخرة: فقد أتبع مسلم هذا الحديث بالحديث الذي رواه البخاري وغيرهما من غير وجه عن جماعة من الصحابة .أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: " اللهم إنما أنا بشر فأيما عبد سببته أو جلدته أو

دعوته عليه وليس لذلك أهلاً فاجعل ذلك كفارةً وقربة تقربه بها عندك يوم القيامة

یعنی آخرت میں فائدہ اس طرح لیا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو اس حدیث کے بعد ذکر کیا ہے جس کو بخاری وغیرہ نے بھی کئی اسناد سے کئی صحابہ کرام سے روایت کیا ہے بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ میں ایک انسان ہوں جس کو بھی میں نے دنیا میں برا بھلا کہا ہے یا سزا دی ہے یا بد دعا دی ہے اور وہ اس کا اہل نہیں ہے تو اس بد دعا کو اس کے لیے گناہوں کا کفارہ بنا دے اور اس کو قیامت کے دن تیرے پاس قریب ہونے کا سبب بنا دینا۔

اسی طرح یہ بات بھی یاد رکھیں کہ عرب ان الفاظ کو غیر ارادی طور پر استعمال کرتے ہیں۔

جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

إِنَّ مَا وَقَعَ مِنْ سَبِّه وَدُعَائِه وَنَحْوِه، لَيْسَ بِمَقْصُودٍ، بَلْ ہُوَ مِمَّا جَرَتْ بِه عَادةُ الْعَرَبِ فِي وَصْلِ كَلَامِها بِلَا نِيَّةٍ، كَقَوْلِه: 'تَرِبَتْ يَمِينُکَ'، 'وعَقْرٰی حَلْقٰی'، وَفِي هذَا الْحَدِيثِ: 'لَا كَبِرَتْ سِنُّکِ'، وَفِي حَدِيثِ مُعَاوِيةَ: 'لَا أَشْبَعَ اللهُ بَطْنَه'، وَنَحْوِ ذٰلِکَ، لَا يَقْصُدُونَ بِشَيئٍ مِّنْ ذٰلِکَ حَقِيقةَ الدُّعَائِ۔

"بعض احادیث میں (صحابہ کرام کے لیے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بد دعا وغیرہ منقول ہے، وہ حقیقت میں بد دعا نہیں، بلکہ یہ ان باتوں میں سے ہے جو عرب لوگ بغیر نیت کے بطورِ تکیہ ٔکلام کے طور پر بول دیتے ہیں۔ (بعض احادیث میں کسی صحابی کو تعلیم دیتے ہوئے) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ 'تَرِبَتْ يَمِينُکَ' (تیرا داہنا ہاتھ خاک آلود ہو)،

(سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ)'عقْرٰی حَلْقٰی '(تو بانجھ ہو اور تیرے حلق میں بیماری ہو)، ایک حدیث میں یہ فرمان کہ'لَا کَبِرَتْ سِنُّکِ '(تیری عمر زیادہ نہ ہو)اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ'لَا أَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَه ' (اللہ تعالیٰ ان کا پیٹ نہ بھرے)، یہ ساری باتیں اسی قبیل سے ہیں۔ ایسی باتوں سے اہل عرب بددعا مراد نہیں لیتے۔

یعنی یہاں اصل معنی مراد نہیں ہوتا جس کے لیے کئی مثالیں احادیث میں موجود ہیں۔ ہم دو مثالیں ذکر کرتے ہیں۔

مثال نمبر: ایک

عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: اجْتَمَعَتْ غُنَيْمَةٌ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا أَبَا ذَرٍّ، ابْدُ فِيهَا، فَبَدَوْتُ إِلَى الرَّبَذَةِ فَكَانَتْ تُصِيبُنِي الْجَنَابَةُ فَأَمْكُثُ الْخَمْسَ وَالسِّتَّ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَبُو ذَرٍّ، فَسَكَتُّ، فَقَالَ: ثَكِلَتْكَ أُمُّكَ أَبَا ذَرٍّ لِأُمِّكَ الْوَيْلُ، فَدَعَا لِي بِجَارِيَةٍ سَوْدَاءَ فَجَاءَتْ بِعُسٍّ فِيهِ مَاءٌ فَسَتَرَتْنِي بِثَوْبٍ وَاسْتَتَرْتُ بِالرَّاحِلَةِ وَاغْتَسَلْتُ فَكَأَنِّي أَلْقَيْتُ عَنِّي جَبَلًا، فَقَالَ: الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلَى عَشْرِ سِنِينَ، فَإِذَا وَجَدْتَ الْمَاءَ فَأَمِسَّهُ جِلْدَكَ فَإِنَّ ذَلِكَ خَيْرٌ،

ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ بکریاں جمع ہو گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوذر! تم ان بکریوں کو جنگل میں لے جاؤ، چنانچہ میں انہیں ہانک کر مقام ربذہ کی طرف لے گیا، وہاں مجھے جنابت لاحق ہو جایا کرتی تھی اور میں پانچ پانچ چھ چھ روز یوں ہی رہا کرتا، پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ نے فرمایا: ابوذر!، میں خاموش رہا، تو

آپ ﷺ نے فرمایا: تمہاری ماں تم پر روئے، ابوذر! تمہاری ماں کے لیے بربادی ہو، پھر آپ ﷺ نے میرے لیے ایک کالی لونڈی بلائی، وہ ایک بڑے پیالے میں پانی لے کر آئی، اس نے میرے لیے ایک کپڑے کی آڑ کی اور (دوسری طرف سے) میں نے اونٹ کی آڑ کی اور غسل کیا، (غسل کر کے مجھے ایسا لگا) گویا کہ میں نے اپنے اوپر سے کوئی پہاڑ ہٹا دیا ہو، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: پاک مٹی مسلمان کے لیے وضو (کے پانی کے حکم میں) ہے، اگرچہ دس برس تک پانی نہ پائے، جب تم پانی پا جاؤ تو اس کو اپنے بدن پر بہالو، اس لیے کہ یہ بہتر ہے۔

(رواہ ابوداؤد:332)

اس روایت میں جو بددعا ہے وہ غیر ارادی طور پر ہے۔ اس طرح کی کئی ایک مثالیں کتب احادیث میں موجود ہیں۔

دوسری مثال:

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا نُرَى إِلَّا أَنَّهُ الْحَجُّ فَلَمَّا قَدِمْنَا تَطَوَّفْنَا بِالْبَيْتِ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ أَنْ يَحِلَّ فَحَلَّ مَنْ لَمْ يَكُنْ سَاقَ الْهَدْيَ وَنِسَاؤُهُ لَمْ يَسُقْنَ فَأَحْلَلْنَ قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَحِضْتُ فَلَمْ أَطُفْ بِالْبَيْتِ فَلَمَّا كَانَتْ لَيْلَةُ الْحَصْبَةِ قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَرْجِعُ النَّاسُ بِعُمْرَةٍ وَحَجَّةٍ وَأَرْجِعُ أَنَا بِحَجَّةٍ قَالَ وَمَا طُفْتِ لَيَالِيَ قَدِمْنَا مَكَّةَ قُلْتُ لَا قَالَ فَاذْهَبِي مَعَ أَخِيكِ إِلَى التَّنْعِيمِ فَأَهِلِّي بِعُمْرَةٍ ثُمَّ مَوْعِدُكِ كَذَا وَكَذَا قَالَتْ صَفِيَّةُ مَا أُرَانِي إِلَّا حَابِسَتَهُمْ قَالَ عَقْرَى حَلْقَى أَوَ مَا طُفْتِ يَوْمَ النَّحْرِ قَالَتْ قُلْتُ بَلَى قَالَ لَا بَأْسَ انْفِرِي قَالَتْ عَائِشَةُ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا فَلَقِيَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُصْعِدٌ مِنْ مَكَّةَ وَأَنَا مُنْهَبِطَةٌ عَلَيْهَا أَوْ أَنَا مُصْعِدَةٌ وَهُوَ مُنْهَبِطٌ مِنْهَا.

ہم سے عثمان بن ابی شیبہ نے بیان کیا، کہا کہ ہم سے جریر نے بیان کیا، ان سے منصور نے، ان سے ابراہیم نخعی نے، ان سے اسود نے اور ان سے عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ ہم حج کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے۔ ہماری نیت حج کے سوا اور کچھ نہ تھی۔ جب ہم مکہ پہنچے تو (اور لوگوں نے) بیت اللہ کا طواف کیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ جو قربانی اپنے ساتھ نہ لایا ہو وہ حلال ہو جائے۔ چنانچہ جن کے پاس ہدی نہ تھی وہ حلال ہو گئے۔ (افعال عمرہ کے بعد) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہدی نہیں لے گئی تھیں، اس لئے انہوں نے بھی احرام کھول ڈالے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں حائضہ ہو گئی تھیں اس لیے بیت اللہ کا طواف نہ کر سکی (یعنی عمرہ چھوٹ گیا اور حج کرتی چلی گئی) جب محصب کی رات آئی، میں نے کہا یا رسول اللہ! اور لوگ تو حج اور عمرہ دونوں کر کے واپس ہو رہے ہیں لیکن میں صرف حج کر سکی ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جب ہم مکہ آئے تھے تو تم طواف نہ کر سکی تھی؟ میں نے کہا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے ساتھ تنعیم تک چلی جا اور وہاں سے عمرہ کا احرام باندھ (پھر عمرہ ادا کر) ہم لوگ تمہارا فلاں جگہ انتظار کریں گے اور صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے میں بھی آپ (لوگوں) کو روکنے کا سبب بن جاوں گی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عقری حلقی (تو بانجھ ہو اور تیرے حلق میں بیماری ہو)

کیا تو نے یوم نحر کا طواف نہیں کیا تھا؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں میں تو طواف کر چکی ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں چل کوچ کر۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پھر میری ملاقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تو آپ مکہ سے جاتے ہوئے اوپر کے حصہ پر چڑھ رہے تھے اور میں نشیب میں اتر رہی تھی یا یہ کہا کہ میں اوپر چڑھ رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس

چڑھاو کے بعد اتر رہے تھے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر: 1561)

مرزائی دوسرا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے بلایا پھر بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں آئے!!!

جواب:

اولا: اس روایت میں یہ نہیں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کہا ہو کہ رسول اللہ ﷺ آپ کو بلا رہے ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جانے سے جواب دے دیا ہو بلکہ روایت کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کھاتے دیکھا اور چلے گئے اور آکر رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے ہیں۔

ثانیاً: اگر بالفرض مان لیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہو گا پھر بھی فورا نہیں آئے کیونکہ آپ کھانا کھا رہے تھے اور اسلام نے تو یہاں تک اصول بیان کیا ہے کہ انسان اگر بھوکا ہو تو پہلے کھانا کھائے اور فرض نماز بعد میں پڑھے، ہمیں کیا حق بنتا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ پر رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کا حکم لگائیں۔

مرزائی صاحبان!

اگر آپ لوگ اتنے معتدل مزاج انسان ہیں اور اپنے آپ کو بڑے حق پرست تصور کرتے ہیں تو مندرجہ ذیل میں ایک حدیث پڑھیں اور نتائج پر غور کریں پھر وہ حکم لگائیں جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر آپ نے لگایا ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ، عَنِ الزُّهْرِيِّ , قَالَ: أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنٍ أَنَّ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَخْبَرَهُ، أَنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ أَخْبَرَهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَقَهُ وَفَاطِمَةَ بِنْتَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَام لَيْلَةً

فَقَالَ: أَلَا تُصَلِّيَانِ؟ , فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ أَنْفُسُنَا بِيَدِ اللَّهِ فَإِذَا شَاءَ أَنْ يَبْعَثَنَا بَعَثَنَا، فَانْصَرَفَ حِينَ قُلْنَا ذَلِكَ وَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا، ثُمَّ سَمِعْتُهُ وَهُوَ مُوَلٍّ يَضْرِبُ فَخِذَهُ , وَهُوَ يَقُولُ: وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا .

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ان کے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم لوگ (تہجد کی) نماز نہیں پڑھو گے؟ میں نے عرض کی کہ یارسول اللہ! ہماری روحیں اللہ کے قبضہ میں ہیں، جب وہ چاہے گا ہمیں اٹھا دے گا۔ ہماری اس عرض پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن واپس جاتے ہوئے میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ران پر ہاتھ مار کر (سورۃ الکہف کی یہ آیت پڑھ رہے تھے) آدمی سب سے زیادہ جھگڑالو ہے «وکان الإنسان أکثر شيء جدلا» (بخاری:1124)

مذکورہ حدیث پر غور کریں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رات کے ٹائم تہجد کے لیے اٹھنے کا حکم دیا لیکن سامنے سے انہوں نے بشری تقاضہ کے مطابق اس بات کو اس وقت قبول کرنے سے کوتاہی کرلی کیونکہ ان کا خیال یہی ہوگا کہ تہجد فرض نہیں لہذا اللہ نے جب توفیق دی تو اٹھ کر پڑھیں گے۔

مرزا صاحب! اگر کوئی ناصبی کھڑا ہو جائے اور کہنے لگ جائے کہ معاذاللہ علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی نافرمانی کردی؟ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افسوس میں آیت پڑھ دی، تو آپ کیا جواب دینگے؟؟

ہم تو اس شخص کو منہ توڑ جواب دیں گے حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کی گستاخی مت کر ان جنتی انسانوں کا ارادہ یہی تھا کہ تہجد فرض نہیں ہم بعد میں اٹھ کر پڑھ لیں گے۔

مرزا صاحب! معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف تو آپ چیخ چیخ کر زبان درازی کرتے ہیں اور

باطل کو حق بنانے کی ناکام کاوش کرتے ہیں لیکن اس مذکور حدیث پر آپ خاموش کیوں؟؟
آپ کی عدل پرستی کہاں گئی؟؟

مجھے پتہ ہے اگر تو نے یہ حدیث اور اسکا وہ باطل مفہوم عوام کے سامنے بیان کر دیا جس طرح کا مفہوم آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف نکالتے ہیں تو تجھے تیرے حواری گریباں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ پر قتل کرنے اور باطل طریقے سے مال کھانے کا الزام

حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَقُ أَخْبَرَنَا و قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ رَبِّ الْكَعْبَةِ قَالَ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ جَالِسٌ فِي ظِلِّ الْكَعْبَةِ وَالنَّاسُ مُجْتَمِعُونَ عَلَيْهِ فَأَتَيْتُهُمْ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَقَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَنَزَلْنَا مَنْزِلًا فَمِنَّا مَنْ يُصْلِحُ خِبَائَهُ وَمِنَّا مَنْ يَنْتَضِلُ وَمِنَّا مَنْ هُوَ فِي جَشَرِهِ إِذْ نَادَى مُنَادِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ جَامِعَةً فَاجْتَمَعْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ نَبِيٌّ قَبْلِي إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرِ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ وَيُنْذِرَهُمْ شَرَّ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ وَإِنَّ أُمَّتَكُمْ هَذِهِ جُعِلَ عَافِيَتُهَا فِي أَوَّلِهَا وَسَيُصِيبُ آخِرَهَا بَلَاءٌ وَأُمُورٌ تُنْكِرُونَهَا وَتَجِيءُ فِتْنَةٌ فَيُرَقِّقُ بَعْضُهَا بَعْضًا وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ هَذِهِ مُهْلِكَتِي ثُمَّ تَنْكَشِفُ وَتَجِيءُ الْفِتْنَةُ فَيَقُولُ الْمُؤْمِنُ هَذِهِ هَذِهِ فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يُزَحْزَحَ عَنْ النَّارِ وَيُدْخَلَ الْجَنَّةَ فَلْتَأْتِهِ مَنِيَّتُهُ وَهُوَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلْيَأْتِ إِلَى النَّاسِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُؤْتَى إِلَيْهِ وَمَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةَ يَدِهِ وَثَمَرَةَ قَلْبِهِ فَلْيُطِعْهُ إِنْ اسْتَطَاعَ فَإِنْ جَاءَ آخَرُ يُنَازِعُهُ فَاضْرِبُوا عُنُقَ الْآخَرِ فَدَنَوْتُ مِنْهُ فَقُلْتُ لَهُ أَنْشُدُكَ اللَّهَ آنْتَ

سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْوَى إِلَى أُذُنَيْهِ وَقَلْبِهِ بِيَدَيْهِ وَقَالَ سَمِعَتْهُ أُذُنَايَ وَوَعَاهُ قَلْبِي فَقُلْتُ لَهُ هَذَا ابْنُ عَمِّكَ مُعَاوِيَةُ يَأْمُرُنَا أَنْ نَأْكُلَ أَمْوَالَنَا بَيْنَنَا بِالْبَاطِلِ وَنَقْتُلَ أَنْفُسَنَا وَاللهُ يَقُولُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا قَالَ فَسَكَتَ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ أَطِعْهُ فِي طَاعَةِ اللهِ وَاعْصِهِ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ

حضرت عبد الرحمن بن عبد رب کعبہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ ان کے ارد گرد جمع تھے میں ان کے پاس آیا اور ان کے پاس بیٹھ گیا تو عبد اللہ نے کہا ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہم ایک جگہ رکے ہم میں سے بعض نے اپنا خیمہ لگانا شروع کر دیا اور بعض تیر اندازی کرنے لگے اور بعض وہ تھے جو جانوروں میں ٹھہرے رہے اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے آواز دی الصلوۃ جامعۃ (یعنی نماز کا وقت ہو گیا ہے) تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سے قبل کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کے ذمے اپنے علم کے مطابق اپنی امت کی بھلائی کی طرف راہنمائی لازم نہ ہو اور برائی سے اپنے علم کے مطابق انہیں ڈرانا لازم نہ ہو اور بے شک تمہاری اس امت کی عافیت ابتدائی حصہ میں ہے اور اس کا آخر ایسی مصیبتوں اور امور میں مبتلا ہو گا جسے تم ناپسند کرتے ہو اور ایسا فتنہ آئے گا کہ مومن کہے گا یہ میری ہلاکت ہے پھر وہ ختم ہو جائے گا اور دوسرا ظاہر ہو گا تو مومن کہے گا یہی میری ہلاکت کا ذریعہ ہو گا جس کو یہ بات پسند ہو کہ اسے جہنم سے دور رکھا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے تو چاہیے کہ اس کی موت اس حال میں آئے کہ وہ اللہ پر اور

آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ اس معاملہ سے پیش آئے جس کے دیئے جانے کو اپنے لئے پسند کرے اور جس نے امام کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر دل کے اخلاص سے بیعت کی تو چاہیے کہ اپنی طاقت کے مطابق اس کی اطاعت کرے اور اگر دوسرا شخص اس سے جھگڑا کرے تو دوسرے کی گردن مار دو راوی کہتا ہے پھر میں عبد اللہ کے قریب ہو گیا اور ان سے کہا میں تجھے اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کیا آپ نے یہ حدیث رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنی ہے تو عبد اللہ نے اپنے کانوں اور دل کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا میرے کانوں نے آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سنا اور میرے دل نے اسے محفوظ رکھا تو میں نے ان سے کہا یہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چچا زاد بھائی معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ہمیں اپنے اموال کو ناجائز طریقے پر کھانے اور اپنی جانوں کو قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اللہ کا ارشاد ہے اے ایمان والو اپنے اموال کو ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ ایسی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے کی جائے اور نہ اپنی جانوں کو قتل کرو بے شک اللہ تم پر رحم فرمانے والا ہے راوی نے کہا عبد اللہ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر کہا اللہ کی اطاعت میں ان کی اطاعت کرو اور اللہ کی نافرمانی میں ان کی نافرمانی کرو۔ (مسلم: باب وجوب الوفاء ببیعة الخلفاء: 4772)

مرزا جہلمی اور اس کے حواری اس روایت کی وجہ سے حضرت معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ پر الزام لگاتے ہیں آیئے حقیقت دیکھیں کیا ہے؟

اس حدیث میں جو شخص سوال کر رہا ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے یعنی عبد الرحمان بن عبد ربہ وہ سیدنا معاویہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا سیاسی حریف تھا اور سیدنا علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کا حامی تھا اور کوفے کا رہنے والا تھا، ظاہر ہے اس دور میں امت مسلمہ سیاسی طور پر تقسیم ہو چکی تھی اور مسلمانوں کے دو بڑے گروہ بن چکے تھے، جو قصاص عثمان رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے مسئلہ پر ایک دوسرے سے سخت اختلاف رکھتے تھے اور مسلمان، دشمنان اسلام یعنی سبائی گروہ، قاتلین

عثمان کی سازشوں اور کاوشوں کا شکار ہو کر آپس میں جنگیں بھی لڑ چکے تھے، ایسے حالات میں عبد الرحمان بن عبد ربہ جو کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا مخالف تھا اور وہ اس موقعہ پر جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے، کھل کر تنقید بھی کر رہا ہے، تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مخالف آدمی تھا، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسے حکم دیں کہ لوگوں کا مال ناحق کھاؤ، یا انہیں کہیں کہ ناحق قتل بھی کرو۔۔؟؟ ظاہر ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے کسی کو قتل کروانا تھا تو اپنے حامیوں کو حکم دیں گے یا پھر اپنے مخالف کو؟

اس لئے عبد الرحمان بن عبد ربہ کے یہ الفاظ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بے جا تنقید ہیں اور ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

معزز قارئین!

جب یہ شخص سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے سیاسی نظریے کو نہیں مانتا تھا اس لیے اس روایت کے بارے میں علماء اہل سنت یہی مؤقف رکھتے ہیں کہ عبد الرحمان بن عبد ربہ کے الفاظ اصل میں ظاہری معنی کے ساتھ عمومی حالت میں تسلیم کرنا درست نہیں بلکہ مقصد تھا جو لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گروہ سے تھے وہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کی آپس کی لڑائی میں جو قتل ہو رہے ہیں وہ ناحق قتل ہو رہے ہیں اور جو مال خرچ ہو رہا ہے وہ ناحق خرچ ہو رہا ہے، اور اس نقصان کی ذمہ داری حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ہے بلکہ آج بھی رافضیوں اور نیم رافضیوں کا یہی نظریہ ہے۔

جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں رقمطراز ہیں:

فاعتقد هذا القائل هذا الوصف في معاوية لمنازعته عليا رضي الله عنه، وكانت قد سبقت بيعة علي فرأى هذا أن نفقة معاوية على أجناده وأتباعه في حرب علي ومنازعته ومقاتلته إياه، من أكل المال بالباطل، ومن

قتل النفس، لأنه قتال بغير حق، فلا يستحق أحد مالا في مقاتلته .

کہ (عبد الرحمن بن عبد رب کعبہ نے جو اعتراض کیا اس کا پس منظر یہ تھا کہ) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پہ مسلمانوں نے بیعت کر لی تھی (بیعت کے بعد خلیفہ کی اطاعت کرنے کا حکم ہے اور اس کی نافرمانی سے رکنے کا حکم ہے) تو معاویہ رضی اللہ عنہ جو اپنے لشکروں پر جو مال خرچ کر رہے ہیں اور جو لوگ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے لڑائی میں مارے جا رہے ہیں تو یہ گویا کہ یہ ناحق ہے تو اس تناظر میں عبد الرحمن بن عبد رب کعبہ نے یہ بات کی تھی کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مخالفت کی ہے درست نہیں ہے بلکہ ناحق ہے، یہ ان کا ذاتی اور مردود موقف تھا۔ (شرح نووی: ج5 ص522)

اسی طرح سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بھی ان لوگوں میں شامل تھے جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس جنگ کے معاملے میں مخالفت کرتے تھے۔ مسند احمد کی کچھ احادیث کے مطابق سیدنا عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے تو دورانِ جنگ ہی سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہہ دیا تھا کہ میں آپ کے ساتھ تو ہوں لیکن آپ کے ساتھ مل کر لڑائی نہیں کر رہا، آپ لوگ غلطی پر ہو۔ اس لیے انہوں نے رد نہیں کیا۔

اہم ترین نوٹ:

اس جنگ کے حوالے سے ہم اپنا موقف بار بار بیان کر چکے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھی اجتہادی خطاء پر تھے اسی وجہ سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اس مسئلہ میں حق پر قرار دیا تھا، تولہذا اس جنگ کے تناظر میں راوی کا یہ تبصرہ مردود سمجھا جائے گا۔

اہم ترین وضاحت:

یاد رکھیں راوی کا یہ تبصرہ صرف جنگی معاملات کے ساتھ تعلق رکھتا ہے معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمومی حالات پر نہیں، کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی عدالت، حق پرستی، فقاہت، حلم،

اخلاق حسنہ، رعیت کے ساتھ حسن سلوک کے کئی صحابہ مقر تھے اس حوالے سے تفصیلی بحث اس مضمون "معاویہ رضی اللہ عنہ صحابہ کی نظر "میں دیکھیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی بادشاہت کو رحمت کہا اور تعریف کی تو مرزا جہلمی یا انکے حواری اس پر تنقید کرنے والے کون ہو سکتے ہیں؟؟؟

اس حوالے سے بھی تفصیلی بحث اس عنوان کے تحت معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت رحمت اور ممدوح ہے میں ہو چکی ہے۔

ہم یہاں اس حوالے سے ایک حدیث پیش کرتے ہیں۔

قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم:

أول هذا الأمر نبوة ورحمة ثم يكون خلافة ورحمة ثم يكون ملكا ورحمة

(اس امت میں اقتدار سنبھالنے کا آغاز) نبوت اور رحمت کے ساتھ ہو گا اس کے بعد خلافت اور رحمت کا دور شروع ہو گا، اس کے بعد بادشاہت اور رحمت کا دور آئے گا۔

(رواه الطبرانی رحمه الله فی المعجم الكبير (ج11 ص88) وذكره الالباني رحمة الله عليه في السلسلة الصحيحة ح:3279)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت میں اقتدار سنبھالنے کا جو معاملہ ہے اس کا پہلا دور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دور ہے جسے نبوت اور رحمت والا دور کہا گیا اس کے بعد جو دور شروع ہو گا وہ خلافت اور رحمت والا دور ہو گا؛ یہ خلفاء راشدین کا تیس سالہ دور ہے نیز حدیث کے اس جملہ سے چاروں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی خلافت بر حق ثابت ہوئی۔

اس حدیث میں خلافت والے دور کے بعد جس دور کا تذکرہ ہے اس کو بادشاہت اور رحمت والا دور کہا گیا اور اس سے مراد معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور ہے اس حدیث کے ٹکڑے نے

ثابت کر دیا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رحمت والی بادشاہت ہے اور محمود و تعریف شدہ ہے۔ الحمدللہ

یہ حدیث لمحہ فکریہ ہے ان افراد کے لیے جو معاویہ رضی اللہ عنہ کی بادشاہت پر اعتراضات کرتے ہیں۔

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اگر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اندر راوی کی طرف الزام کردہ چیزیں ہوتی تو جنتی شہزادے حسنین کریمین رضی اللہ عنہما اور دیگر کبار صحابہ رضی اللہ عنہم اسکی بیعت کبھی نہ کرتے اور کبھی انکے سامنے اس حق کہنے سے نہ رکتے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کے لقب خال المؤمنین پر اعتراض کا جواب

مرزا جہلمی کے حواری معاویہ رضی اللہ عنہ کے سلف سے منقول لقب خال المؤمنین پر اعتراض کرتے ہیں، جبکہ سلف صالحین معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے خال المؤمنین کا لقب استعمال کرتے تھے، ہم اس حوالے سے فقط تین علماء کے اقوال آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

محدث قاضی ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

انہوں نے معاویہ رضی اللہ عنہ کے دفاع میں ایک عظیم کتاب لکھی جس کا نام ہے (تنزيه خال المؤمنين معاوية بن أبي سفيان من الظلم والفسق في مطالبته بدم أمير المؤمنين عثمان رضي الله عنهما)

کتاب کے نام کا مطلب یہ ہے کہ (خال المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کرنے کے حوالے سے ظلم اور فسق سے پاک ہیں) آپ اپنی اس کتاب کے اندر فرماتے ہیں

" ويسمى إخوة أزواج رسول الله صلى الله عليه وسلم أخوال المؤمنين ولسنا نريد بذلك أنهم أخوال في الحقيقة كأخوال الأمهات من النسب، وإنما نريد أنهم في حكم الأخوال في بعض الأحكام، وهو التعظيم لهم .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے بھائیوں کو خال المؤمنین کہا جائے گا ہمارا یہ ارادہ نہیں ہے کہ وہ حقیقت میں (نسبی) ماموں ہیں جس طرح ماں کے بھائی نسبی اعتبار سے حقیقت میں ماموں ہوتے ہیں ہمارا ارادہ یہ ہے کہ وہ ماموں کی طرح ہیں بعض احکام میں، وہ یہ کہ ان کے لیے تعظیم ہے۔ (الصفحة رقم: 106)

محدث احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا موقف

قال المحدث الخلال رحمه الله "أخبرني محمد بن أبي هارون ومحمد بن أبي جعفر أن أبا الحارث حدثهم قال وجهنا رقعة إلى أبي عبد الله ما تقول رحمك الله فيمن قال لا أقول إن معاوية كاتب الوحي ولا أقول أنه خال المؤمنين فإنه أخذها بالسيف غصبا قال أبو عبد الله هذا قول سوء رديء يجانبون هؤلاء القوم ولا يجالسون ونبين أمرهم للناس".

ابو حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم نے ابو عبد اللہ (احمد بن حنبل) رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایک رقعہ (چٹھی) بھیجی اور پوچھا آپ کیا کہتے ہیں؟ اس شخص کے بارے میں (آپ پر اللہ تعالیٰ رحم کرے) جو کہتا ہے میں معاویہ رضی اللہ عنہ کو خال المومنین نہیں مانتا اور انہوں نے تلوار کے زور پر خلافت کو غصب کیا تھا۔

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ بہت ہی گندی سوچ ہے ایسی قوم سے بچا جائے اور ان کے ساتھ نہ بیٹھا جائے اور ہماری ذمہ داری ہے کہ ان کے معاملے کو لوگوں کے سامنے واضح کریں (کیونکہ یہ لوگ گندی سوچ کے حامل انسان اور صحابہ کے گستاخ ہیں)۔

(السنة للخلال الرقم: 659 وإسناده صحيح، قاله المحقق)

اخبرنا أبو بكر المروذي قال سمعت هارون بن عبد الله يقول لأبي عبد الله جاءني كتاب من الرقة أن قوما قالوا لا نقول معاوية خال المؤمنين فغضب وقال: "ما اعتراضهم في هذا الموضع يجفون حتى يتوبوا".

ابو عبد اللہ (احمد بن حنبل) رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رقہ (علائقہ) سے خط آیا کہ بے شک ایک قوم نے کہا ہے کہ ہم معاویہ رضی اللہ عنہ کو خال المومنین نہیں کہیں گے۔ تو احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو غصہ آگیا اور کہا ان کا اس جگہ اعتراض کیا ہے؟ ان کے ساتھ سختی کی جائے یہاں تک کہ توبہ

کریں۔ (السنة للخلال الرقم:658،قال المحقق، إسناده صحيح)

أخبرني أحمد بن محمد بن مطر و زكريا بن يحيى أن أبا طالب حدثهم أنه سأل أبا عبد الله أقول معاوية خال المؤمنين وابن عمر خال المؤمنين قال نعم معاوية أخو أم حبيبة بنت أبي سفيان زوج النبي ﷺ ورحمهما وابن عمر أخو حفصة زوج النبي ﷺ ورحمهما قلت أقول معاوية خال المؤمنين قال نعم".

ابو طالب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا میں معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کو خال المؤمنین کہہ سکتا ہوں؟ تو احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جی ہاں کیوں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں اور ابن عمر رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ میں نے کہا: میں کہہ سکتا ہوں معاویہ رضی اللہ عنہ خال المومنین؟ آپ نے فرمایا جی ہاں۔

(السنة للخلال الرقم: 657؛قال المحقق:إسناده صحيح)

ابن قدامہ المقدسی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب (لمعۃ الاعتقاد) کے اندر فرماتے ہیں۔

معاويه خال المؤمنين و كاتب وحي الله و احد خلفاء المسلمين. رضي الله تعالى عنه

(مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ) معاویہ رضی اللہ عنہ خال المؤمنین، وحی الٰہی کے کاتب اور مسلمانوں کے خلفاء میں سے ایک ہیں۔ (لمعة الاعتقاد ص: 40)

نوٹ: کسی نے اعتراض کیا کہ آپ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ لقب استعمال کرتے ہیں جبکہ امہات المومنین کی دیگر بھائیوں کے لئے کیوں نہیں استعمال کرتے۔ کیا باقی خال المؤمنین



نہیں ہو سکتے؟

جواب: امہات المومنین کے دیگر بھائیوں کے لئے بھی یہ لقب استعمال کیا جا سکتا ہے جیسا کہ سلف سے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بارے میں یہ الفاظ مروی ہیں، جبکہ دیگر کے لئے بھی یہ الفاظ استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

باقی آپ کا کہنا کہ دیگر خال المومنین نہیں ہیں یہ اعتراض باطل ہے کیونکہ بسا اوقات کوئی لقب کسی صحابی کے لیے مشہور ہو جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ یہ وصف دیگر صحابہ کے اندر موجود نہیں جیسے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے صدیق لقب مشہور ہو گیا ہے اب کیا کوئی اعتراض کر سکتا ہے کہ کیا دیگر صحابہ صدیق نہیں تھے؟ عمر عثمان علی رضی اللہ عنہم صدیق نہیں تھے؟؟ قطعا یہ اعتراض فضول ہے دیگر صحابہ بھی صدیق ہیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ کو صدیق کہنے سے دیگر صحابہ صدیق کے لقب سے خارج نہیں کیے جا سکتے۔ اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے خال المومنین کا لقب مشہور ہو چکا ہے جبکہ دیگر امہات المومنین کے بھائی بھی اسم لقب میں شامل اور داخل ہیں۔

نوٹ: اس حوالے سے مفسرین نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے فرمان کو (عسی اللہ ان یجعل بینکم وبین الذین عادیتم۔۔۔) آیت کے تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما خال المؤمنین ہیں۔ یہ روایت تاریخ دمشق اور دلائل النبوۃ للبیهقی وغیرہ میں کلبی کے طریق سے موجود ہے اور ابن سائب الکلبی کی روایات مردود ہیں لہذا یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مردود ہے۔

کیا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی بے حرمتی کی؟

مرزا جہلمی کے مکر کا شکار بننے والے کسی ساتھی نے معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر طعن کرتے ہوئے ایک پوسٹ ارسال کی جس میں مستدرک حاکم کے حوالے سے دو مردود روایات پیش کی گئیں اور ان سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ معاذاللہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی بے حرمتی کی جبکہ دونوں روایتیں سخت ضعیف ہیں۔

پہلی روایت اور اسکا حکم

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمی، ثنا أبو كريب، ثنا فردوس ابن الأشعري، ثنا مسعود بن سليمان، عن حبيب بن أبي ثابت، عن محمد بن علي بن عبد الله بن عباس، عن أبيه، عن ابن عباس، أن أبا أيوب خالد بن زيد الذي كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم نزل في داره غزا أرض الروم، فمر على معاوية فجفاه معاوية، ثم رجع من غزوته فجفاه، ولم يرفع به رأسا قال أبو أيوب: إن رسول الله – صلى الله عليه وآله وسلم – أنبأنا أنا سنرى بعده أثرة . قال معاوية: فبم أمركم؟ قال: أمرنا أن نصبر قال: فاصبروا إذا، فأتى عبد الله بن عباس – رضي الله عنهما – بالبصرة، وقد أمره علي – رضوان الله عليه – عليها، فقال: يا أبا أيوب، إني أريد أن أخرج لك من مسكني كما خرجت لرسول الله – صلى الله عليه وآله وسلم – فأمر أهله فخرجوا، وأعطاه كل شيء كان في الدار، فلما كان وقت انطلاقه قال: حاجتك؟ قال: حاجتي عطائي وثمانية أعبد يعملون

في أرضي، وكان عطاؤه أربعة ألف فأضعفها له خمس مرار، وأعطاه عشرين ألفا وأربعين عبدا .

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میزبان رسول سیدنا ابو ایوب انصاری خالد بن زید رضی اللہ عنہ جب غزوہ روم میں شریک ہوئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے انہیں چھوڑ دیا (یعنی صرف نظر کر دیا اور توجہ نہیں دی) پھر غزوہ سے واپسی پر بھی ایسا ہی سلوک کیا اور انکی طرف کوئی توجہ نہ دی تو سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم (انصاریوں) سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ ہم لوگ اپنے اوپر دوسروں کی ترجیح دیکھیں گے، معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو کیا حکم دیا تھا؟ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "تم صبر کرنا"۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر صبر کرو۔

پھر جب علی رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا تو وہاں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ان سے ملنے گئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آج میں آپ کے لیے اپنا گھر ایسے خالی کروں گا جیسے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کے لیے کیا تھا، پھر انہوں نے اپنے گھر والوں کو وہاں سے نکلنے کا حکم دیا اور سارا گھر سامان سمیت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو دے دیا، پھر جب حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے جانے کا ٹائم ہوا تو پوچھا کوئی اور حاجت؟ تو ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری حاجت میرا وظیفہ ہے اور مجھے اپنی زمین پر کام کرنے کے لیے آٹھ غلاموں کی ضرورت ہے انکا وظیفہ چار ہزار تھا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کو پانچ مرتبہ بڑھا کر دیا یعنی انکو بیس ہزار درہم اور چالیس غلام دیے۔

(المستدرک الحاکم ح: 5941 والطبرانی فی الکبیر ح:3876)

یہ روایت ضعیف ترین ہے



پہلی علت:

اس سند میں مسعود بن سلیمان راوی ہے جو کہ مجہول ہے لہذا یہ روایت مردود ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مسعود بن سليمان عن حبيب بن ابي ثابت مجهول وعنه فردوس الاشعري. یعنی مسعود بن سلیمان جو حبیب بن ابی ثابت سے بیان کرتے ہیں وہ مجہول ہیں اور اس سے فردوس الاشعری۔ (المغنی: ج2 ص 654)

ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ مسعود بن سلیمان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ مجہول ہیں اور یہ حبیب بن ابی ثابت سے بیان کرتے ہیں۔ (الجرح والتعدیل: ج17 ص50)

نوٹ: مستدرک حاکم کی سند میں ہمارے نسخہ طبع دارالکتب العربی اور شاملہ کے دو نسخوں دارالکتب العلمیہ اور دار المعرفۃ کے مطابق فردوس اشعری مسعود بن سلیم سے بیان کر رہے ہیں کہ یہ نام خطأ ہے بلکہ صحیح نام مسعود بن سلیمان ہے جیسا کہ دار الرسالہ العالمیہ کے نسخے کے محقق عادل مرشد نے وضاحت کی ہے اور نسخے کی تصحیح کی ہے کیونکہ فردوس ابن الاشعری مسعود بن سلیمان سے ہی بیان کرتے ہیں، مسعود بن سلیم سے نہیں جیسا کہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی سند کے اندر فردوس کے استاد مسعود بن سلیمان ہی ہیں اسی طرح مزی رحمۃ اللہ علیہ تہذیب الکمال میں خالد بن زید یعنی ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے ترجمے میں اس سند کو ذکر کرتے ہیں اور اس میں بھی مسعود بن سلیمان ہی ذکر کرتے ہیں جبکہ مسعود بن سلیم نامی راوی کا کوئی تعارف نہیں ملتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دوسری علت:

اس سند میں حبیب بن ابی ثابت مدلس ہے اور عن سے بیان کر رہا ہے۔

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مدلس تھا۔ (الثقات: ج 4 ص 137)

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کو تیسرے طبقے میں شمار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ:



يكثر التدليس وصفه بذلك ابن خزيمه والدارقطني وغيرهما

بہت زیادہ تدلیس کرتا تھا اس کو تدلیس کے ساتھ ابن خزیمہ اور دار قطنی وغیرہ نے متصف قرار دیا ہے۔ (طبقات المدلسین: طبقہ ثالثة ترجمة 69)

علامہ برہان الدین الحلبی المشہور بابن العجمی، علامہ أحمد بن عبد الرحیم العراقی؛ علامہ علائی وغیرہ اس کو مدلسین میں شمار کرتے ہیں۔

اس حوالے سے پیش کردہ دوسری روایت اور اسکا حکم

أخبرني أبو عبد الله الحسين بن الحسن بن أيوب، ثنا أبو حاتم الرازي، ثنا إبراهيم بن موسى، ثنا محمد بن أنس، ثنا الأعمش، عن الحكم، عن مقسم، أن أبا أيوب، أتى معاوية فذكر له حاجة قال: ألست صاحب عثمان؟ قال: أما إن رسول الله – صلى الله عليه وآله وسلم – قد أخبرنا أنه سيصيبنا بعده أثرة؟ قال: وما أمركم؟ قال: أمرنا أن نصبر حتى نرد عليه الحوض قال: فاصبروا قال: فغضب أبو أيوب، وحلف أن لا يكلمه أبدا، ثم إن أبا أيوب أتى عبد الله بن عباس فذكر له فخرج له عن بيته كما خرج أبو أيوب لرسول الله – صلى الله عليه وآله وسلم – عن بيته، وقال: إيش تريد؟ قال: أربعة غلمة يكونون في محلي قال: لك عندي عشرون غلاما .

مقسم بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اپنی حاجت کا تذکرہ کیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا" کیا تم اصحاب عثمان رضی اللہ عنہ میں

نہیں ہو" سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم (انصاریوں) سے فرمایا تھا کہ تم پر دوسرے لوگوں کو ترجیح دی جائے گی، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو کیا حکم دیا تھا؟ سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "تم صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے حوض پر ملاقات کرنا"۔ حضرت معاویہ نے کہا تو پھر صبر کرو، اس پر ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ غصے میں آگئے اور قسم کھائی کہ میں کبھی بھی معاویہ رضی اللہ عنہ سے بات نہیں کروں گا۔

پھر حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے پھر ان کے سامنے حاجت کا تذکرہ کیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کی وجہ سے اپنے گھر سے نکل گئے (ان کے لیے اپنا گھر خالی کیا) جس طرح ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اپنے گھر سے نکل گئے تھے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے گھر خالی کیا تھا) اور فرمایا آپ کو کیا چاہیے تو حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا چار غلام مطلوب ہیں جو میرے گھر میں کام کریں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہمانے فرمایا یا آپ کے لئے میرے پاس بیس غلام ہیں۔

(المستدرک الحاکم: 5935)

یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

پہلی علت:

سلیمان بن مہران اعمش مدلس ہیں اور عن سے بیان کر رہے ہیں۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کو طبقہ ثالثہ میں ذکر کرتے ہیں یعنی اس کی عن والی روایت مردود ہے اسی طرح امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الاعمش يدلس وربما دلس عن ضعيف لا يدري به

اعمش تدلیس کرتا ہے اور کبھی کبھار ضعیف جس کے بارے میں کوئی معلومات نہیں

ہوتی اس سے بھی تدلیس کرلیتا ہے۔ (میزان الاعتدال: ج2ص224)

ابوزرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (الاعمش ربما دلس) اعمش کبھی تدلیس کرتا تھا۔ (العلل لابن ابی حاتم: ج 1 ص14)

ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (الاعمش حافظ یخلط ویدلس) اعمش حافظ تو ہے لیکن تدلیس اور تخلیط کرتا ہے۔ (الجرح والتعدیل: ج8ص179)

دوسری علت:

اس روایت کو حکم مقسم سے بیان کر رہے ہیں اور حکم نے مقسم سے صرف پانچ یا چھ احادیث سنی ہیں یعنی ان کو ہی صحیح سمجھا جائے گا باقی دیگر جتنی بھی روایات حکم جب مقسم سے بیان کرے وہ روایات منقطع اور مردود ہیں۔

امام ترمذي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ: قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: وَقَالَ شُعْبَةُ لَمْ يَسْمَعِ الْحَكَمُ مِنْ مِقْسَمٍ إِلَّا خَمْسَةَ أَحَادِيثَ، وَعَدَّهَا شُعْبَةُ، وَلَيْسَ هَذَا الْحَدِيثُ فِيمَا عَدَّ شُعْبَةُ.

یعنی شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حکم نے مقسم سے صرف پانچ احادیث سنی ہے اور انکو شعبہ نے شمار کیا۔ (جامع ترمذی ح: 527)

کسی جگہ ہے کہ چھ احادیث سنی ہیں جیسا کہ ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ شعبہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان کو ذکر کرتے ہیں: لم یسمع الحکم من مقسم الا ستة احادیث.

(العلل: ج1ص139 لابن ابی حاتم)

امام علائی رحمۃ اللہ علیہ حکم کے بارے میں فرماتے ہیں:

تقدم ذكره في المدلسين ارسل عن زيد بن ارقم ولم يسمع منه قاله شيخنا المزي في التهذيب وقال شعبة لم يسمع الحكم من مقسم الا خمسة احاديث وعدها يحيى القطان

ان کا تذکرہ مدلسین میں گزرا ہے وہ زید بن ارقم سے (روایات) ارسال کرتا تھا جن کو اس نے ان سے سنا نہیں تھا یہ بات ہمارے شیخ مزی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔ شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حکم نے مقسم سے صرف پانچ احادیث سنی ہیں۔ اور یحیی القطان رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو شمار کیا ہے۔

(ان روایات کے اندر مذکورہ روایت ابی ایوب رضی اللہ عنہ نہیں ہے)

(جامع التحصیل للعلائی ص 197)

امام ابن ابی حاتم الرازي رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے کسی روایت کے بارے میں ذکر کرتے ہیں:

قال ابي لم يسمع الحكم من مقسم من هذا الحديث. اس روایت کو حکم نے مقسم سے نہیں سنا۔ (العلل: ج1ص582)

معاویہ رضی اللہ عنہ پر حدیث رد کرنے کا الزام

أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ مَنْصُورٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ ذُؤَيْبٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ، وَلَقَدْ أَخْبَرَنِي عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ، أَنَّ أُسَيْدَ بْنَ حُضَيْرٍ الْأَنْصَارِيَّ، ثُمَّ أَحَدَ بَنِي حَارِثَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ عَامِلًا عَلَى الْيَمَامَةِ، وَأَنَّ مَرْوَانَ كَتَبَ إِلَيْهِ، أَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَيْهِ: أَنَّ أَيَّمَا رَجُلٍ سُرِقَ مِنْهُ سَرِقَةٌ، فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا حَيْثُ وَجَدَهَا، ثُمَّ كَتَبَ بِذَلِكَ مَرْوَانُ إِلَيَّ، فَكَتَبْتُ إِلَى مَرْوَانَ: «أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى بِأَنَّهُ إِذَا كَانَ الَّذِي ابْتَاعَهَا مِنَ الَّذِي سَرَقَهَا غَيْرُ مُتَّهَمٍ، يُخَيَّرُ سَيِّدُهَا، فَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الَّذِي سُرِقَ مِنْهُ بِثَمَنِهَا، وَإِنْ شَاءَ اتَّبَعَ سَارِقَهُ، ثُمَّ قَضَى بِذَلِكَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ»، فَبَعَثَ مَرْوَانُ بِكِتَابِي إِلَى مُعَاوِيَةَ، وَكَتَبَ مُعَاوِيَةُ إِلَى مَرْوَانَ: إِنَّكَ لَسْتَ أَنْتَ وَلَا أُسَيْدٌ تَقْضِيَانِ عَلَيَّ، وَلَكِنِّي أَقْضِي فِيمَا وُلِّيتُ عَلَيْكُمَا، فَأَنْفِذْ لِمَا أَمَرْتُكَ بِهِ، فَبَعَثَ مَرْوَانُ بِكِتَابِ مُعَاوِيَةَ، فَقُلْتُ: لَا أَقْضِي بِهِ مَا وُلِّيتُ بِمَا قَالَ مُعَاوِيَةُ

ترجمہ: حضرت اسید بن حضیر انصاری رضی اللہ عنہ جو کہ یمامہ کے گورنر تھے، نے بتایا کہ مجھے حضرت مروان نے لکھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھے لکھا ہے کہ جس آدمی کی کوئی چیز چوری ہو جائے، وہ جہاں بھی اسے پالے اس کا زیادہ حق دار ہے۔ میں نے ان کو لکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا تھا کہ جب چور سے خریدنے والا شخص مشکوک اور متہم نہ ہو تو اس چیز کے مالک کو اختیار ہے، چاہے تو قیمت دے کر وہ چیز لے لے اور چاہے تو چور کا پیچھا

کرے، پھر حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے بھی یہی فیصلہ دیا۔ حضرت مروان نے میرا خط حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو لکھا کہ تم یا اسید مجھ پر فیصلہ نافذ نہیں کر سکتے بلکہ میں اپنی حدود خلافت میں فیصلہ نافذ کرنے کا مجاز ہوں، اس لیے تم میرے حکم کے مطابق فیصلہ کرو۔ مروان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا خط مجھے بھیج دیا۔ میں نے کہا: جب تک میں گورنر ہوں میں تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کے مطابق فیصلہ نہیں کروں گا۔ (سنن نسائی حدیث نمبر: 4684)

اولا: یہ سند ضعیف ہے امام عبد الرزاق الصنعانی ثقہ محدث ہیں لیکن عن سے بیان کر رہے ہیں اس کو کئی علماء نے مدلس قرار دیا ہے جیسا کہ اس کی تدلیس کی ایک مثال الضعفاء للعقیلی میں موجود ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْحَضْرَمِيُّ قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَسْكَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ: ذَكَرَ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ يُثَيْعٍ، عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنْ وَلَّوْا عَلِيًّا فَهَادِيًا مَهْدِيًّا» فَقِيلَ لِعَبْدِ الرَّزَّاقِ: سَمِعْتَ هَذَا مِنَ الثَّوْرِيِّ؟ قَالَ: لَا حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ الْعَلَاءِ، وَغَيْرُهُ: ثُمَّ سَأَلُوهُ مَرَّةً ثَانِيَةً فَقَالَ: حَدَّثَنَا النُّعْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَيَحْيَى بْنَ الْعَلَاءِ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ.

ثانیاً: یہی روایت صحیح سند کے ساتھ مسند احمد میں موجود ہے اس میں یہ الفاظ نہیں ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حدیث کے آجانے کے بعد کہا ہو کہ میرے حکم کے مطابق فیصلہ کرو۔ اسی طرح نسائی کی مذکورہ ضعیف روایت میں یہ بھی وضاحت ہے کہ معاویہ کی طرف یہ حکم جاری کیا کہ چوری شدہ چیز کا مالک جب اپنی چیز کو کسی کے پاس پالے اور اس شخص نے وہ چیز

چور سے خریدی ہے تو اصل مالک اپنی چیز کا حقدار ہے اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے قیمت ادا کرنے کی بات نہیں کی جبکہ مسند احمد کی مندرجہ ذیل صحیح حدیث میں قیمت ادا کرنے کا تذکرہ ہے جو فتوی حدیث کے مطابق ہے۔ (الضعفاء الکبیر: ج3ص110)

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا رَوْحٌ، حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي عِكْرِمَةُ بْنُ خَالِدٍ، عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ الْأَنْصَارِيِّ - ثُمَّ أَحَدِ بَنِي حَارِثَةَ - أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ عَامِلًا عَلَى الْيَمَامَةِ، وَأَنَّ مَرْوَانَ كَتَبَ إِلَيْهِ: أَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ إِلَيْهِ: أَيُّمَا رَجُلٍ سُرِقَ مِنْهُ سَرِقَةٌ فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا بِالثَّمَنِ حَيْثُ وَجَدَهَا. قَالَ: فَكَتَبْتُ إِلَى مَرْوَانَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى أَنَّهُ إِذَا كَانَ الَّذِي ابْتَاعَهَا مِنَ الَّذِي سَرَقَهَا غَيْرَ مُتَّهَمٍ، خُيِّرَ سَيِّدُهَا، فَإِنْ شَاءَ أَخَذَ الَّذِي سُرِقَ مِنْهُ بِالثَّمَنِ، وَإِنْ شَاءَ اتَّبَعَ سَارِقَهُ. قَالَ: وَقَضَى بِذَلِكَ أَبُو بَكْرٍ، وَعُمَرُ، وَعُثْمَانُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ.

حضرت اسید بن حضیر انصاری رضی اللہ عنہ جو کہ یمامہ کے گورنر تھے، نے بتایا کہ مجھے حضرت مروان نے لکھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھے لکھا ہے کہ جس آدمی کی کوئی چیز چوری ہو جائے، وہ جہاں بھی اسے پالے اس کا زیادہ حق دار ہے کہ قیمت دے کر لے سکتا ہے۔ (رواہ احمد 17986)

میں نے مروان کو لکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا تھا کہ جب چور سے خریدنے والا شخص، متہم (مشکوک) نہ ہو تو اس چیز کے مالک کو اختیار ہے، چاہے تو قیمت

دے کر وہ چیز لے لے اور چاہے تو چور کا پیچھا کرے، پھر حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم نے بھی یہی فیصلہ دیا۔

نوٹ: اس روایت میں اسید بن حضیر کا نام درست نہیں بلکہ اسید بن ظہیر ہے، جیسا کہ نسائی کی روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے امام سندی لکھتے ہیں:

قال المزي في الاطراف قال احمد بن حنبل هو في كتاب ابن جريج اسيد بن ظهير ولكن حديث ابن جريج حدثهم بالبصرة قال المزي هو الصواب لان اسيد بن حضير مات في زمن عمر وصلى عليه فكيف يدرك زمن معاوية

امام مزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابن جریج کی کتاب میں یہاں اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہ ہیں لیکن ابن جریج نے جب بصرہ میں حدیث بیان کی تو اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کہا، امام مزی فرماتے ہیں وہ ہی صحیح ہے، کیونکہ اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں وفات پا چکے تھے، تو وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور کو کیسے اسکتے ہیں؟؟۔

(نسائی حاشية السندي: ج3 ص684)

اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مسند احمد میں امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے بیان کرتے ہیں، اس میں اسید بن ظہیر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ (مسند احمد: 1798)

حجر بن عدی کون؟ اور اسکے قتل کی اصل کی حقیقت

کیا حجر بن عدی صحابی ہیں؟

حجر بن عدی کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے کچھ علماء اسکو صحابی اور کچھ تابعی شمار کرتے ہیں جبکہ مرزا جہلمی تو ہر حال میں اسکو صحابی ہی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف زبان درازی کر سکیں اور تعجب ہے کہ مرزا صاحب کے ہاں جب صحابی اتنا بڑا اعزاز ہے تو خود ہی صحابی رسول معاویہ رضی اللہ عنہ اور انکے ساتھیوں کے خلاف بولنا شروع ہو جاتے ہیں، بحر حال حجر بن عدی کے حوالے سے راجح قول یہی ہے کہ وہ تابعی تھے اس کے صحابی ہونے کی کوئی صحیح اور صریح دلیل نہیں ملتی۔

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں: من عباد التابعین، عبادت گزار تابعین میں سے تھا۔ (مشاهير علماء الانصار: 144 ت648)

امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ اس کو تابعین میں شمار کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس نے حضرت علی اور عائشہ رضی اللہ عنہما سے روایتیں بیان کی ہیں۔ (الجرح والتعديل: ج3ص266)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کو تابعین میں شمار کرتے ہیں اور اشارہ کرتے ہیں کہ اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایات بیان کی ہیں۔ (التاريخ الكبير: ج3 ص72)

جبکہ ابن سعد نے حجر بن عدی کو اپنی طبقات کے اندر صحابہ میں شمار کیا ہے جبکہ دوسری جگہ خود ہی اس قول کی مخالفت کرتے ہوئے لکھ دیا کہ وہ اہل کوفہ اور تابعین میں سے تھا۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واما البخاري و ابن ابي حاتم عن أبيه وخليفه بن خياط وابن حبان

فذكروا في التابعين و كذا ذكره ابن سعد في الطبقة الاولى من اهل الكوفة فاما يكون ظنه آخر و اما ان يكون ذهل.

امام بخاري، ابوحاتم رازی، خلیفه بن خیاط، ابن حبان رحمۃ اللہ علیہم نے اس کو تابعین میں شمار کیاہے۔اسی طرح ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو اہل کوفہ کے پہلے طبقہ (تابعین) میں ذکر کیا ہے (جبکہ اسکو صحابہ میں بھی ذکر فرمایاہے) یاں توان کادوسرا خیال تھایاتوان سے خطاہو گئی ہے۔ (الاصابة: ج1/ 472)

اس کے تابعی ہونے کی بڑی دلیل یہ بھی ہے کہ اس کی تمام تر روایات تقریباحضرت علی اور عمار رضی اللہ عنہما سے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نہیں ہے مرزا جہلمی اور انکے حواری مستدرک حاکم کی ایک روایت سے دلیل لیتے ہیں کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خطبہ دیا تھااس روایت کی سند یہ ہے۔

حدثنا ابو على الحافظ انا محمد ابن الحسن بن قتيبه العسقلاني ثنا محمد بن مسكين اليمامي ثنا عباده بن عمر ثنا عكرمة بن عمار ثنا مخشى بن حجر بن عدي عن أبيه: أن النبي صلى الله عليه و سلم خطبهم فقال: أي يوم هذا قالوا: يوم حرام قال: فأي بلد هذا قالوا: البلد الحرام قال: فأي شهر: قالوا شهر حرام قال: فإن دماءكم و أموالكم و أعراضكم حرام عليكم كحرمة يومكم هذا كحرمة شهركم هذا كحرمة بلدكم هذا ليبلغ الشاهد الغائب لا ترجعوا بعدي كفارا يضرب بعضكم رقاب بعض

(رواه الحاكم رقم الحديث: 6037)

یہ روایت سخت ضعیف ترین ہے اس میں دو علتیں ہیں۔



پہلی علت:

اس سند میں مخشی بن حجر ہیں جبکہ صحیح نام مخشی بن حجیر ہے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ سے سہو ہو گئی ہے انہوں نے حجیر کو حجر سمجھ لیا اس وجہ سے انہوں نے عن حجر بن عدی لکھ دیا اور اسی غلط فہمی کی وجہ سے انہوں نے حجر کو صحابی لکھ دیا جیسا کہ محقق عادل مرشد نے وضاحت کی ہے، ابن حجر نے بھی (الاصابة: ج 1ص474) میں اسکو مخشی بن حجیر ہی لکھا ہے، حجیر الگ ہیں جن کا مکمل نام حجیر بن ابی حجیر الهلالی ہیں اور حجر بن عدی الگ ہیں۔

اسی طرح طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے (المعجم الكبير : ح3572) میں اس کو مخشی بن حجیر ہی لکھا ہے۔

اور اس مخشی کے بارے میں کوئی جرح و تعدیل نہیں ملتی۔

یاد رہے کہ اسی طرح مخشی بن حجر بن عدی نامی راوی کی بھی جرح و تعدیل نہیں ملتی۔

دوسری علت:

اس سند میں عبادہ بن عمر ہے اسکے بارے تعدیل نہیں ملتی وہ مجہول الحال ہے۔

نوٹ: اس سند میں عباد بن عمر ہے یہ غلطی ہے اس راوی کا اصل نام عبادہ بن عمر بن ابی ثابت السلولی ہے جیسا کہ طبع دار الرسالہ کے محقق عادل مرشد نے وضاحت کی ہے۔

علامہ مقبل الوادعي مستدرک پر اپنی تعلیق میں فرماتے ہیں:

في السند عباد بن عمر وصوابه (عبادة بن عمر) كما في ترجمة شيخه عكرمة بن عمار من تهذيب الكمال وعبادة بن عمر مقبول كما في التقريب ومعنى مقبول: أي إذا توبع، وإلاّ فليّن"

اس میں عباد بن عمر ہے جو کہ صحیح عبادہ بن عمر ہے جیسا کہ اس کے شیخ عکرمہ بن عمار کے ترجمے میں تہذیب الکمال میں موجود ہے اور عبادہ بن عمر مقبول ہے جیسا کہ تقریب

میں ہے اور مقبول کی معنی یہ ہے کہ اس کی روایت متابعت میں حجت ہے ورنہ وہ کمزور ہے۔
(الحاکم: ج 3/ 576)

مرزاکی دوسری دلیل

سمعت أبا علي الحافظ يقول: سمعت ابن قتيبة يقول: سمعت إبراهيم بن يعقوب يقول: قد أدرك حجر بن عدي الجاهلية، وأكل الدم فيها، ثم صحب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وسمع منه وشهد مع علي بن أبي طالب - رضي الله عنه - الجمل، وصفين، وقتل في موالاة علي

ابراہیم بن یعقوب کہتے ہیں کہ حجر بن عدی نے زمانہ جاہلیت بھی پایا پھر رسول اللہ ﷺ کی صحبت بھی پائی آپ سے سنا بھی اور علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جنگ جمل اور صفین میں شریک بھی ہوئے اور علی رضی اللہ عنہ کی دوستی میں قتل ہوئے۔ (رواہ الحاکم ح: 6038)

یہ روایت بھی ضعیف ہے ابراہیم بن یعقوب جوزجانی سے آگے سند منقطع ہے کیونکہ انکی وفات 269ھ یا بعض نے 256ھ لکھی ہے۔ دیکھیں(تہذیب الکمال: ج1 ص 312) اور انکی عمر تقریباً 75 سال بتائی گئی ہے۔ اور حجر بن عدی کا قتل معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تقریباً 51ھ کو ہوا ہے، درمیان میں بہت فاصلہ ہے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ایک اور حدیث پیش کرتے ہیں کہ

وروى بن قانع في ترجمته من طريق شعيب بن حرب عن شعبة عن أبي بكر بن حفص عن حجر بن عدي رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم عن النبي صلى الله عليه وسلم قال إن قوما يشربون الخمر يسمونها بغير اسمها

یہ روایت بھی ضعیف ہے

کیونکہ ابو حفص کا سماع تو ابوہریرہ اور عائشہ رضی اللہ عنہما سے بھی ثابت نہیں جیسا کہ ابوحاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لم یسمع من ابي هريره ولا من عائشه رضي الله عنهما

عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات 58ھ میں ہوئی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی 59ھ میں، معاملہ اس قدر ہے کہ ابو حفص کی عائشہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت سننا ثابت نہیں تو حجر بن عدی سے کیسے بیان کر سکتے ہیں؟ جس کی وفات 51ھ میں ہوئی۔ (المراسیل لابن ابی حاتم: 257)

حجر کے قتل کے ساتھ تعلق رکھنے والی ضعیف روایات

مرزا جہلمی لوگوں کو معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف ابھارنے اور معاذاللہ ظالم ثابت کرنے کے لیے تابعی حجر بن عدی کے واقعے کے حوالے سے ضعیف ترین روایات پیش کرتا ہے اور لوگوں کو یہ پیغام دینے کی کوشش کرتا ہے کہ اس کو صرف حب علی رضی اللہ عنہ کے جرم میں قتل کیا گیا حالانکہ یہ بہت بڑا اسفید جھوٹ ہے، اسکا جرم بغاوت اور مسلمانوں کے اتفاقی کلمہ کو توڑنا تھا اور دوبارہ جنگ والا ماحول قائم کرنا تھا۔

مرزا جہلمی اپنی باطل نظریات کو ثابت کرنے کے لیے مستدرک حاکم کے اندر حجر بن عدی کے بارے میں چیپٹر (باب) کے اندر موجود روایات پڑھنے کا تاکیدی حکم جاری کرتا ہے اور اس مسکین کو پتہ ہی نہیں جن روایات سے وہ اپنا منحوس نظریہ ثابت کرنا چاہتا ہے وہ سب روایات ضعیف ہیں اور کچھ صحیح ہیں وہ تو معاویہ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کی حقانیت کو عیاں کر رہی ہیں جیسا کہ آگے وضاحت آجائے گی۔ ان شاء اللہ۔ ہم اس حوالے سے سب سے پہلے مستدرک حاکم کے حوالے سے پانچ روایات پر بحث کرتے ہیں جن کے پڑھنے کا مرزا حکم دیتا ہے لیکن وہ ضعیف ہیں۔

مرزا کی پہلی دلیل

حدثنا علي بن حمشاذ العدل، ثنا إسماعيل بن إسحاق القاضي، ثنا عارم أبو النعمان محمد بن الفضل، ثنا حماد بن زيد، عن محمد بن الزبير الحنظلي، حدثني مولى زياد قال: أرسلني زياد إلى حجر بن عدي ويقال فيه: ابن الأدبر فأبى أن يأتيه، ثم أعادني الثانية فأبى أن يأتيه قال: فأرسل إليه، إني أحذرك أن تركب أعجاز أمور هلك من ركب صدورها .

مفہوم:

زیاد کے آزاد کردہ غلام بیان کرتے ہیں کہ مجھے زیاد نے حجر بن عدی کی جانب ان کو بلانے کے لیے بھیجا ان کو ابن ادبر کہا جاتا تھا حجر نے آنے سے انکار کر دیا اس نے دوسری مرتبہ بھیجا لیکن ہمیں اس بار بھی آنے سے منع کر دیا اس نے تیسری مرتبہ یہ کہہ کر بھیجا کہ تم ایسے امور کی دم پر سوار ہونے سے باز آجاؤ جن امور کے سینوں پر سوار ہونے والے بھی ہلاک ہو گئے۔ (رواہ الحاکم: 6027)

حکم: یہ روایت ضعیف ترین ہے۔

محمد بن زبیر الحنظلی متروک الحدیث ہیں۔

محمد بن اسماعیل البخاري رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "منكر الحديث، وفيه نظر منكر" حدیث ہے اور محل نظر ہے۔ (الكامل فی الضعفاء لابن عدی: ج7 ص198)

ابو حاتم الرازي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ليس بالقوي، في حديثه إنكار" یہ قوی نہیں اسکی حدیث میں نکارت ہے۔ (الجرح والتعدیل: ج1 ص259)

ابو حاتم بن حبان البستی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "منكر الحديث جدا" بہت زیادہ منکر

الحدیث تھا۔ (المجروحین: ج2 ص259)

دوسری علت:

مولی زیاد مجہول ہے اور مجہول کی روایت مردود ہوتی ہے۔

مرزا کی دوسری دلیل

حدثنا أبو علي الحسين بن علي الحافظ، ثنا الهيثم بن خلف الدوري، ثنا أبو كريب، ثنا يحيى بن آدم، عن أبي بكر بن عياش، عن الأعمش، عن زياد بن علاثة قال: رأيت حجر بن الأدبر حين أخرج به زياد إلى معاوية، ورجلاه من جانب وهو على بعير .

زیاد بن علاثہ کہتے ہیں کہ میں نے حجر بن ادبر کو دیکھا جب زیاد نے ان کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب بھیجا(وہ اونٹ کے ایک جانب تھے)ان کے پاؤں ایک جانب لٹک رہے تھے۔

(رواہ الحاکم:6028)

یہ روایت ضعیف ہے سلیمان بن مہران اعمش مدلس ہیں اور عن سے بیان کر رہے ہیں۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کو طبقہ ثالثہ میں ذکر کرتے ہیں یعنی اس کی عن والی روایت مردود ہے اسی طرح امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:" الاعمش يدلس وربما دلس عن ضعيف لا يدري به" اعمش تدلیس کرتا ہے اور کبھی کبھار ضعیف جس کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہوتی اس سے بھی تدلیس کرلیتا ہے۔(میزان الاعتدال: ج2ص224)

ابوزرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"الاعمش ربما دلس" اعمش کبھی تدلیس کرتا تھا۔ (العلل لابن ابی حاتم: ج 1 ص14)

ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:"الاعمش حافظ يخلط ويدلس" اعمش

حافظ تو ہے لیکن تدلیس اور تخلیط کرتا ہے۔ (الجرح والتعدیل: ج8 ص179)

مرزا کی تیسری دلیل

حدثنا أبو بكر محمد بن أحمد بن بالويه، ثنا إبراهيم الحربي، ثنا مصعب بن عبد الله الزبيري قال: حجر بن عدي الكندي يكنى أبا عبد الرحمن، كان قد وفد إلى النبي - صلى الله عليه وآله وسلم - وشهد القادسية، وشهد الجمل، وصفين مع علي - رضي الله عنه - قتله معاوية بن أبى سفيان بمرج عذراء، وكان له ابنان: عبد الله، وعبد الرحمن قتلهما مصعب بن الزبير صبرا، وقتل حجر سنة ثلاث وخمسين .

مصعب بن عبد اللہ زبیری کہتے ہیں کہ حجر بن عدی کی کنیت ابو عبد الرحمن تھی آپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے تھے جنگ قادسیہ، جنگ جمل اور صفین میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے ان کو مرج عذراء جگہ پر قتل کر دیا اور ان کے دو بیٹے تھے عبد اللہ اور عبد الرحمن ان دونوں کو مصعب بن زبیر نے باندھ کر قتل کر دیا اور حجر کو 53 ہجری میں قتل کیا گیا تھا۔ (رواہ الحاکم: 6029)

یہ روایت ضیف ہے کیونکہ اس روایت کے اندر ابو عبد اللہ مصعب بن عبد اللہ الزبیری ہیں جو کہ 156ھ میں پیدا ہوئے ہیں اور انکی وفات 236ھ بتائی گئی ہے جبکہ حجر کا قتل 51ھ میں ہوا ہے۔

مرزا کی چوتھی دلیل

حدثنا أبو علي الحافظ، ثنا الهيثم بن خلف، ثنا أبو كريب، ثنا معاوية بن هشام، عن سفيان، عن أبي إسحاق قال: رأيت حجر بن عدي وهو

يقول: ألا إني على بيعتي لا أقيلها، ولا أستقيلها سماع الله والناس .

ابو اسحاق کہتے ہیں میں نے حجر بن عدی کو دیکھا اللہ تعالیٰ اور لوگوں کو گواہ بناتے ہوئے کہہ رہے تھے خبر دار میں اپنی بیعت پر قائم ہوں اور میں نے نہ اس کو توڑا ہے اور نہ توڑنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ (الحاکم: 6031)

اس روایت میں سفیان ثوری مدلس ہے۔

اہم ترین نوٹ:

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کے حوالے سے میں نے اپنے کچھ موضوعات میں یہ لکھا تھا کہ انکی عنعنہ مقبول ہے لیکن اس حوالے سے فضیلۃ المحدث زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل پر غور فکر کرنے کے بعد میں نے اپنے سابقہ موقف سے رجوع کر لیا ہے اور سفیان ثوری ضعیف راویوں سے بھی تدلیس کرتا تھا اس وجہ سے وہ طبقہ ثالثہ کے ہی مدلس ہیں اور اسکی عنعنہ والی روایت مردود سمجھی جائے گی۔

(تفصیل طبقات المدلسین: ص67 للشیخ علی زئی رحمۃ اللہ علیہ)

اس حوالے سے فضیلۃ الشیخ الاستاذ ندیم ظہیر حفظہ اللہ کا بھی مشکور ہوں جنہوں نے میری رہنمائی کی بالخصوص میں نے جو موضوع لکھا تھا (اجود الجوائز فی تحسین حدیث التسلیمتین فی الجنائز) شیخ محترم نے اس پر مکمل تحقیقی کلام کیا اور میں نے اس حوالے سے بھی شیخ محترم کی تحریر پڑھنے کے بعد اپنے موقف سے رجوع کر لیا ہے اور اب میرا موقف بھی یہی ہے کہ جنازہ نماز میں صرف ایک طرف دائیں جانب ہی سلام کرنا چاہیے۔ کیونکہ دونوں طرف سلام کے حوالے سے تمام روایات ضعیف ہیں۔ واللہ اعلم.

(سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کے حوالے سے تفصیلی کلام مع دلائل بعد میں پیش کروں گا۔ ان شاء اللہ)

مرزا کی پانچویں دلیل

أخبرني أحمد بن عثمان بن يحيى المقري، ببغداد، ثنا عبيد الله بن محمد البريدي، ثنا سليمان بن أبي شيخ، ثنا محمد بن الحسن الشيباني، ثنا أبو مخنف، أن هدبة بن فياض الأعور، أمر بقتل حجر بن عدي، فمشى إليه بالسيف، فارتعدت فرائصه، فقال: يا حجر، أليس زعمت أنك لا تجزع من الموت، فإنا ندعك فقال: وما لي لا أجزع، وأنا أرى قبرا محفورا، وكفنا منشورا، وسيفا مشهورا، وإنني والله لن أقول ما يسخط الرب قال: فقتله وذلك في شعبان سنة إحدى وخمسين .

ہدبہ بن فیاض اعور کو حکم دیا گیا کہ حجر بن عدی کو قتل کر دو وہ اپنی تلوار لے کر ان کی جانب بڑھا تو حجر کانپنے لگا ہدبہ بن فیاض نے کہا کیا تم یہ دعوی نہیں کیا کرتے تھے کہ تم موت سے نہیں گھبراتے؟ تاکہ ہم تجھے چھوڑ دیں حجر نے کہا ہاں میں کیوں نہ گھبراؤں کہ مجھے کھودی ہوئی قبر نظر آرہی ہے مجھے بکھرا ہوا کفن دکھائی دے رہا ہے اور تلوار سونتی ہوئی نظر آرہی ہے اور خدا کی قسم میں وہ بات ہرگز نہیں کر سکتا جو اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دے راوی کہتے ہیں اس کے بعد ہدبہ بن فیاض نے ان کو قتل کر دیا یہ واقعہ شعبان کے مہینے میں 51 ہجری کو پیش آیا۔ (الحاکم:6033)

یہ روایت مردود ترین ہے اسکی سند میں ابو مخنف لوط بن یحیی کذاب ہے اس کے بارے میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لوط بن يحيى، أبو مخنف الكوفي الرافضي الإخباري صاحب هاتيك التصانيف يروي عن الصقعب بن زهير ومجالد بن سعيد وجابر بن

يزيد الجعفي وطوائف من المجهولين. وعنه علي بن محمد المدائني وعبد الرحمن بن مغراء وغير واحد. قال ابن معين: ليس بثقة. وقال أبو حاتم: متروك الحديث. وقال الدراقطني: أخباري ضعيف. قلت: توفي سنة سبع وخمسين ومائة۔

مفهوم: لوط بن یحیی رافضی ہے اور وہ (ضعیف) و مجہول راویوں سے روایتیں بیان کرتا تھا ابن معین نے کہا ثقہ نہیں، ابو حاتم نے کہا متروک الحدیث ہے دار قطنی نے کہا: ضعیف اخباری راوی ہے۔ (تاریخ الاسلام: 581/9)

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ موضوعات میں ایک روایت کو ذکر کر کے لکھتے ہیں:

في حديث ابن عباس أبو صالح و الكلبى و أبو مخنف و كلهم كذابون

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث میں ابو صالح، کلبی اور ابو مخنف موجود ہیں اور یہ سارے بہت بڑے جھوٹے ہیں۔ (الموضوعات 406/1)

اور یاد رکھیں لوط بن یحیی رافضی راوی تھا

شیعہ عالم عباس القمّي اسکے بارے میں کہتے ہیں کہ: (من أعاظم مؤرّخي الشيعة) شیعہ کے بڑے مؤرخین میں سے تھا۔ (الكنى والألقاب: 1/155)

مرزا جہلمی کو شرم آنی چاہیے کذاب اور مجہول راویوں کی روایات پر اعتماد کرتے ہیں خال المؤمنین جنتی انسان معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بکواس کرتا ہے اور انکے مکر میں پھنسے سادہ مسلمانوں کو بھی غور و فکر کرنا چاہیے کہ مرزا اپنے آپ کو بڑا منصف اور عادل ظاہر کرتا ہے لیکن پس پردہ وہ بہت بڑا دھوکے باز انسان ہے اپنے متعصبانہ عقیدے کو ثابت کرنے کے لیے ضعیف اور موضوع روایات بھی بیان کر دیتا ہے۔

دلیل نمبر:06

حدثنا بكر بن محمد الصيرفي بمرو، ثنا أحمد بن عبيد الله النرسي، ثنا موسى بن داود الضبي، ثنا قيس بن الربيع، عن أشعث، عن محمد بن سيرين قال حجر بن عدي: لا تغسلوا عني دما، ولا تطلقوا عني قيدا، وادفنوني في ثيابي فإنا نلتقي غدا بالجادة .

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حجر بن عدی نے کہا: تم میرے خون کو مت دھونا اور نہ ہی میری بیڑیاں اتارنا اور مجھے میرے انہی کپڑوں میں دفن کرنا کیوں کہ کل ہماری ملاقات اپنے اپنے راستے (نظریے) پر قائم رہتے ہوئے ہو گی۔

(المستدرک للحاکم:6034)

یہ روایت ضعیف ہے اس روایت میں اشعث بن سوار راوی ضعیف ہے۔

ابن عدی الکامل میں فرماتے ہیں:

حدثنا بن حماد قال حدثنا عباس ومعاوية عن يحيى قال أشعث بن سوار ضعيف وقال النسائي فيما أخبرني محمد بن العباس عنه قال أشعث بن سوار كوفي ضعيف۔

امام یحیٰی بن معین اور نسائی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں: اشعث بن سوار ضعیف ہیں۔

(الکامل لابن عدی: ج1 ص371)

ابو حاتم بن حبان البستي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "فاحش الخطأ كثير الوهم" **یہ بہت بڑی غلطیاں کرتا تھا اور بہت زیادہ وہم کا شکار بندہ تھا۔** (المجروحین: ج1 ص171)

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ضعيف الحديث" (کتاب العلل: ج2ص22)

دوسری جگہ فرمایا: هو أمثل من محمد بن سالم ولكنه على ذاك ضعيف یعنی ضعیف ہے۔ (كتاب العلل: ج1 ص443)

دلیل نمبر:07

حدثني علي بن عيسى الحيري، ثنا الحسين بن محمد القباني، ثنا إسحاق بن إبراهيم البغوي، ثنا إسماعيل ابن علية، عن هشام بن حسان، عن ابن سيرين، أن زيادا، أطال الخطبة، فقال حجر بن عدي: الصلاة، فمضى في خطبته، فقال له: الصلاة، وضرب بيده إلى الحصى، وضرب الناس بأيديهم إلى الحصى، فنزل فصلى، ثم كتب فيه إلى معاوية فكتب معاوية: أن سرح به إلي، فسرحه إليه، فلما قدم عليه قال: السلام عليك يا أمير المؤمنين قال: وأمير المؤمنين أنا؟ إني لا أقيلك، ولا أستقيلك، فأمر بقتله، فلما انطلقوا به طلب منهم أن يأذنوا له، فيصلي ركعتين، فأذنوا له فصلى ركعتين، ثم قال: لا تطلقوا عني حديدا، ولا تغسلوا عني دما، وادفنوني في ثيابي فإني مخاصم قال: فقتل . قال هشام: كان محمد بن سيرين إذا سئل عن الشهيد ذكر حديث حجر

محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ زیاد نے خطبہ لمبا کر دیا تو حجر بن عدی نے کہا نماز کا وقت ہو چکا ہے زیاد نے اپنا خطبہ جاری رکھا حجر نے دوبارہ کہا کہ نماز کا وقت ہو چکا ہے اور ساتھ اپنا ہاتھ زمین پر مارا، ساتھ ہی دوسرے لوگوں نے بھی ہاتھ زمین پر مارے، زیاد ممبر سے نیچے اترا اور نماز پڑھادی اور حجر کے بارے میں معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب خط لکھا معاویہ رضی اللہ عنہ نے

جوابی خط میں لکھا کہ ان کو میرے پاس بھیج دو زیاد نے ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا جب حجر بن عدی معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو کہا السلام علیک یا امیر المؤمنین اور کہا امیر المومنین میں حاضر ہوں میں نہ تجھ سے کوئی بات کروں گا اور نہ تیری سنوں گا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کا حکم دے دیا جب ان کو قتل کے لئے لے کر جا رہے تھے تو انہوں نے نماز پڑھنے کے لیے کچھ دیر مہلت کا مطالبہ کیا ان کو مہلت دی گئی انہوں نے دو رکعت نماز پڑھی پھر کہا: میری بیڑیاں مجھ سے نہ اتارنا اور نہ ہی میرے جسم سے میرا خون دھونا مجھے میرے انہی کپڑوں میں دفن دینا کیونکہ (قیامت کے دن میرا تمہارے ساتھ) جھگڑا ہوگا۔ اس کے بعد ان کو قتل کر دیا گیا ہشام کہتے ہیں کہ محمد بن سیرین سے جب بھی شہید کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ حجر والا واقعہ سنایا کرتے تھے۔

(المستدرک للحاکم: 6036)

یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ ہشام بن حسان مدلس ہے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اس کو تیسرے طبقہ میں ذکر فرماتے ہیں اور کہا کہ ان پر یہ حکم ابن مدینی، ابو حاتم اور جریر بن حازم نے لگایا ہے۔

(الطبقات: 129 بتحقیق الشیخ علی زئی رحمہ اللہ)

دلیل نمبر: 08

سمعت أبا علي الحافظ يقول: سمعت ابن قتيبة يقول: سمعت إبراهيم بن يعقوب يقول: قد أدرك حجر بن عدي الجاهلية، وأكل الدم فيها، ثم صحب رسول الله - صلى الله عليه وآله وسلم - وسمع منه، وشهد مع علي بن أبي طالب - رضي الله عنه - الجمل، وصفين، وقتل في موالاة علي .

ابراہیم بن یعقوب کہتے ہیں کہ حجر بن عدی نے زمانہ جاہلیت بھی پایا پھر رسول اللہ ﷺ کی صحبت بھی پائی آپ سے سنا بھی اور علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جنگ جمل اور صفین میں شریک بھی ہوئے اور علی رضی اللہ عنہ کی دوستی میں قتل ہوئے۔(المستدرک للحاکم: 6038)

یہ روایت بھی ضعیف ہے ابراہیم بن یعقوب جوزجانی سے آگے سند منقطع ہے کیونکہ انکی وفات 269ھ یا بعض نے 256ھ لکھی ہے۔ دیکھیں(تہذیب الکمال: ج1 ص 312) اور انکی عمر تقریباً 75 سال بتائی گئی ہے۔ اور حجر بن عدی کا قتل معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تقریباً 51ھ کو ہوا ہے درمیان میں بہت بڑا فاصلہ ہے۔

دلیل نمبر:09

أخبرنا أبو بكر محمد بن عبد الله بن عتاب العبدي ببغداد، ثنا أحمد بن عبيد الله النرسي، ثنا عمرو بن عاصم الكلابي، ثنا حماد بن سلمة، عن علي بن زيد، عن سعيد بن المسيب، عن مروان بن الحكم قال: دخلت مع معاوية على أم المؤمنين عائشة – رضي الله عنها – فقالت: يا معاوية، قتلت حجرا وأصحابه، وفعلت الذي فعلت، وذكر الحكاية بطولها

مروان بن حکم کہتا ہے کہ میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہوا اس نے کہا: اے معاویہ رضی اللہ عنہ تم نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا؟ اور تم نے یہ کام تک کر دیا اور پورا قصہ بیان کیا۔ (المستدرک للحاکم:6039)

یہ روایت ضعیف ہے اس روایت کے اندر علی بن زید بن جدعان ہے وہ ضعیف ہے۔

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:علي بن زيد بن جدعان ليس هو بالقوي روي عنه الناس یہ قوی نہیں۔ (الجرح والتعدیل: ج6 ص186)

ابوزعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لیس بالقوی قوی نہیں ہے۔

(الجرح والتعدیل: ج6ص187)

یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **لیس بحجة**، یعنی حجت نہیں ہے۔(حوالہ مذکورہ)

دلیل نمبر:10

اوپر مذکور روایت مرزا صاحب بحوالہ مسند احمد بھی ذکر کرتے ہیں لیکن یہ روایت بھی ضعیف ہے اس میں بھی علی بن زید بن جدعان ہی ہے۔

حَدَّثَنَا عَفَّانُ، حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ مُعَاوِيةَ دَخلَ عَلٰى عَائِشةَ فَقَالَتْ لهُ: أَمَا خِفْتَ أَنْ أُقْعِدَ لَکَ رَجُلًا فَيَقْتُلَکَ؟ فَقَالَ: مَا كُنْتِ لِتَفْعَلِيه وَأَنَا فِی بَيْتِ أَمَانٍ، وَقَدْ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صلى الله عليه وآله وسلم يَقُولُ: ((الْإِيمَانُ قَيْدُ الْفَتْکِ۔)) كَيْفَ أَنَا فِی الَّذِی بَيْنِی وَبَيْنَکِ وَفِی حَوَائِجِکِ قَالَتْ: صَالِحٌ، قَالَ: فَدَعِينَا وَإِيَّاهُمْ حَتَّى نَلْقٰى رَبَّنَا عَزَّ وَجَلَّ۔

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا: کیا تمہیں اس بات سے ڈر نہیں لگتا کہ میں کسی کو تمہاری گھات میں تمہیں قتل کرنے کے لیے بٹھا دوں اور وہ تمہیں قتل کر دے؟ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ ایسا کام نہیں کریں گی۔(یا آپ ایسا نہیں کر سکتیں) کیونکہ میں حفظ و امان کی حدود کے اندر ہوں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ایمان دھوکے سے قتل کرنے سے مانع ہے۔ اچھا اب آپ یہ بتائیں کہ میں آپ کے اور آپ کی ضروریات کے پورا کرنے میں میں کیسا جا رہا ہوں؟ سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ٹھیک ہو۔ سیدنا

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پس آپ ہمیں اور لوگوں کو اپنے حال پر چھوڑیں، یہاں تک کہ ہم اپنے رب سے جاملیں۔(مراد یہ ہے کہ آپ میرے اور لوگوں کے معاملات میں دخل نہ دیاکریں)۔ (مسند احمد ح: 11895 وفی نسخ: 16832)

مرزا جہلمی اس ضعیف روایت کو بہت زیادہ بیان کرتے ہیں اور کہتے حجر کے قتل کی وجہ سے ام المومنین اتنی ناراض ہو گئیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو قتل کی دھمکی دی حالانکہ جیسا کہ آپ نے دیکھا یہ سب الزامات ہیں کیونکہ اس روایت میں علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے مرزا صاحب کو اللہ کا خوف نہیں تحقیق کیے بغیر جنتی افراد پر الزامات لگاتا ہے اور خود کو عدل پرست ظاہر کرتا ہے۔ حالانکہ مرزا سب سے بڑا مطلب پرست شخص ہے۔

نوٹ: علامہ شعیب ارناؤط رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح لغیرہ کہا ہے مقصد یہ ہے کہ یہ روایت بذات خود صحیح نہیں بلکہ دوسری روایت اسکو صحیح بنارہی ہے اور یہ حکم پورے واقعے کی صحت کے لیے نہیں بلکہ شعیب ارناؤط کا مقصد یہ ہے کہ اس واقعے میں معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو حدیث سنائی وہ تو صحیح سند سے ثابت ہے، نہ کہ حجر والا پورا یہ واقعہ۔

دلیل نمبر:11

حَدَّثَنَا حَرْمَلَةُ، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، قَالَ: دَخَلَ مُعَاوِيَةُ عَلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ: مَا حَمَلَكَ عَلَى قَتْلِ أَهْلِ عَذْرَاءَ: حُجْرٍ وَأَصْحَابِهِ فَقَالَ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ إِنِّي رَأَيْتُ قَتْلَهُمْ صَلَاحًا لِلْأُمَّةِ، وَإِنَّ بَقَاءَهُمْ فَسَادٌ لِلْأُمَّةِ فَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ -صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ- يَقُولُ: (سَيُقْتَلُ بِعَذْرَاءَ نَاسٌ يَغْضَبُ اللهُ لَهُمْ، وَأَهْلُ السَّمَاءِ).

معاویہ رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو انہوں نے کہا تجھے اس کام پر کس بات نے ابھارا کہ تو نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا ہے؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ام المومنین میں نے ان کے قتل میں امت کی خیر خواہی سمجھی اور ان کے زندہ رہنے میں امت کے لیے فساد سمجھا عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ عذراء جگہ پر کچھ لوگوں کو قتل کیا جائے گا جس وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اہل آسمان غصے میں آجائیں گے۔

(رواه يعقوب بن سفيان الفسوي في المعرفة والتاريخ:320/3، ومن طريقه البيهقي في دلائل النبوة:457/6، وابن عساكر في تاريخ دمشق:226/12)

یہ روایت سخت ضعیف ہے اس میں موجود راوی ابوالاسود جس کا نام محمد بن عبدالرحمن ہے وہ تبع تابعی ہے وہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیسے بیان کر سکتے ہیں؟ لہذا یہ سند منقطع ہے اس روایت پر محدث کبیر البانی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ پیش خدمت ہے۔

(وهذا إسناد ضعيف. رجاله كلهم ثقات، لكنه معضل، فإن أبا الأسود هذا - واسمه: محمد بن عبد الرحمن بن نوفل - من أتباع التابعين، ولذلك قال ابن كثير عقبه في "البداية" (55/6): "وهذا إسناد ضعيف منقطع". وبالانقطاع أعله الحافظ أيضاً في ترجمة حجر من "الإصابة". وأعله الحافظ ابن عساكر بعلة أخرى وهي الوقف، فقال عقبه: "ورواه ابن المبارك عن ابن لهيعة فلم يرفعه". ثم ساق إسناده إليه عن ابن لهيعة: حدثني خالد بن يزيد عن سعيد بن أبي هلال: أن معاوية حج فدخل على عائشة -رضي الله تعالى عنها- فقالت يا معاوية! قتلت حجر بن الأدبر وأصحابه؟! أما والله! لقد

بلغني أنه سيقتل بـ (عذراء) سبعة رجال يغضب الله تعالى لهم وأهل السماء.
قلت وهذا منقطع أيضاً سعيد بن أبي هلال من أتباع التابعين أيضاً، على أن أحمد وغيره رماه بالاختلاط)

یہ سند ضعیف ہے روات تو سارے ثقات ہیں لیکن حدیث معضل ہے (یعنی جس میں سند سے دوراوی مسلسل گر جائیں) اس میں موجود راوی ابو الاسود کا نام محمد بن عبد الرحمن بن نوفل ہے۔ جو تبع تابعین میں سے ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ البدایہ کے اندر فرماتے ہیں یہ سند ضعیف ہے اور اسی منقطع ہونے کی علت کو حافظ (ابن حجر) نے، حجر (بن عدی) کے ترجمہ میں الاصابہ کے اندر ذکر کیا ہے اور حافظ ابن عساکر نے (ضعف کی دوسری) علت بیان کی ہے وہ یہ کہ یہ روایت موقوف ہے اس روایت کے بعد فرماتے ہیں اس کو ابن مبارک نے ابن لہیعہ سے بیان کیا ہے لیکن مرفوع بیان نہیں کیا پھر اپنی سند کے ساتھ اس روایت کو پیش کیا، ابن لہیعہ کہتے ہیں مجھے خالد بن یزید نے خبر دی وہ سعید بن ابی ہلال سے بیان کرتے ہیں۔ (آگے مذکورہ پوری حدیث)

شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ روایت اسی طرح منقطع بھی ہے کیوں کہ سعید بن ابی ہلال تبع تابعین میں سے تھا (اور وہ معاویہ رضی اللہ عنہ سے بیان کر رہا ہے) اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اختلاط کا حکم بھی لگایا ہے۔

[سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة (712/13)(6324)]

دلیل نمبر: 12

عن عفان عن ابن علية عن ايوب عن عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ أَوْ غَيْرِهِ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ مُعَاوِيَةُ الْمَدِينَةَ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ: (أَقَتَلْتَ حُجْرًا؟)

فَقَالَ: (يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ، إِنِّي وَجَدْتُ قَتْلَ رَجُلٍ فِي صَلَاحِ النَّاسِ خَيْرًا مِنِ اسْتِحْيَائِهِ فِي فَسَادِهِمْ).

معاویہ رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس مدینہ میں آئے تو انہوں نے فرمایا: تم نے حجر کو قتل کر دیا ہے؟ معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ام المومنین رضی اللہ عنہا میں نے ان کے قتل میں لوگوں کی خیر خواہی سمجھی اور ان کے زندہ رہنے میں انکے لیے فساد سمجھا۔

(ذكره ابن عساكر في تاريخ دمشق: ج12ص229، البداية والنهاية: ج11ص242)

یہ سند بھی ضعیف ہے کیونکہ ایوب کے استاد کے بارے میں راوی کو شک ہے کہ یہ کون ہے؟ عبد اللہ بن ابی ملیکہ یا کوئی اور؟ اس کا کوئی پتہ نہیں کون ہیں؟

تاریخ دمشق میں وضاحت ہے کہ اسماعیل یعنی ابن علیہ کو شک ہوا کہ ایوب کس سے بیان کر رہا ہے۔

جب راوی کے بارے میں تعیین نہیں تو روایت کو مردود ہی سمجھا جائے گا۔

دلیل نمبر: 13

حَدَّثَنَا ابْنُ بُكَيْرٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ يَزِيدَ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زُرَيْرٍ الْغَافِقِيِّ، قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، يَقُولُ: (يَا أَهْلَ الْعِرَاقِ, سَيُقْتَلُ مِنْكُمْ سَبْعَةُ نَفَرٍ بِعَذْرَاءَ, مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ أَصْحَابِ الْأُخْدُودِ فَقُتِلَ حُجْرٌ وَأَصْحَابُهُ).

(اخرجه سفيان الفسوي في المعرفة والتاريخ 320/3/321 ومن طريقه البيهقي في دلائل النبوة 456/6 وابن كثير البداية والنهاية: ج9 ص225، وابن عساكر في تاريخ دمشق 227/12)

اس روایت کے بارے میں ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

(ابْنُ لَهِيعَةَ ضَعِيفٌ) اس روایت میں ابن لہیعہ ضعیف ہیں۔

ابن لہیعہ آخر میں مختلط ہو گئے تھے اس وجہ سے کئی علماء نے ان پر سخت جرح کی ہے بحر حال جنہوں نے اس سے اختلاط سے پہلے سنا جیسے ابن مبارک، ابن وہب تو انکی روایت تو مقبول ہے۔

مزید وضاحت تقریب وغیرہ میں دیکھیں۔

دلیل نمبر:14

انبانا ابو صالح الاخباري قال انبانا عبد الله نبأنا احمد ابن ابراهيم نبأنا حجاج نبأنا ابو معشر قال وراكب اليهم معاويه حتى اتاهم بمرج العذراء فلما اتاهم سلم عليهم فقال من انت؟......

فارسل اليهم رجل اعور معه عشرون كفنا فلما راه حجر تفائل فقال يقتل نصفكم ويترك نصفكم قال فجعل رسول يعرضوا عليهم التوبه والبراءه من علي ...الخ.

معاویہ رضی اللہ عنہ انکی (یعنی حجر اور انکے ساتھیوں) کی طرف سوار ہو کر گئے یہاں تک کہ مرج عذراء جگہ پر انکے پاس پہنچے جب پہنچے تو سلام کیا اور (ہر ایک سے تعارف پوچھا) تم کون؟.... پھر ایک شخص اعور کو انکے پاس بھیجا جس کے ساتھ بیس کفن تھے جب حجر نے اس کو دیکھا تو شگون لیتے ہوئے فرمایا تم میں سے آدھے قتل کیے جائیں گے اور آدھے چھوڑ دیے جائینگے، پھر قاصد ان پر توبہ اور علی سے برائت پیش کر رہا تھا (یعنی علی رضی اللہ عنہ سے برائت کرو تو تمہیں چھوڑ دیں)۔ (تاریخ دمشق: ج12ص222)

یہ سند بھی دو وجوہات کی وجہ سے ضعیف ہے۔

پہلی علت:

اس روایت میں ابو معشر نجیح بن عبد الرحمن السندي ہیں، یاد رہے حجر کا قتل 51ھ میں ہوا ہے ابو معشر اس واقعے کو کیسے بیان کرسکتے ہیں؟؟

جبکہ اس کی کسی صحابی سے روایت کرنا بھی ثابت نہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس نے نافع رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے روایت بیان کی ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رأى أبا أمامة بن سهل بن حنيف، المتوفى سنة مائة۔

اس نے صرف ابو امامہ بن سہل رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے جس کی وفات ایک سو ہجری میں ہوئی۔ (سیر اعلام النبلاء: ج 11 ص 145)

اس پر کئی علماء نے جرح کی ہے۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ضعيف من السادسة (التقريب ج 1 ص 559)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: منكر الحديث (التاريخ الكبير ج 9 ص 92)

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جس کو منکر الحدیث بولیں تو عند البخاری اس سے روایت لینا بھی جائز نہیں۔

دوسری علت:

ابو صالح قاسم بن سالم الاخباری کی توثیق نہیں ملتی۔

حجر بن عدی کے قتل کی اصل حقیقت

حجر بن عدی کے قتل کے حوالے سے مرزا جہلمی جھوٹی روایات پیش کرتا ہے کہ اس کو حب علی رضی اللہ عنہ کی وجہ سے قتل کیا گیا اور کہا گیا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعن طعن کریں تو تجھے چھوڑ دیا جائے گا حالانکہ یہ بات قطعا صحیح سند سے ثابت نہیں ہے یہ مرزائی جھوٹ ہے جس کو پھیلانے میں اس کو شرم محسوس نہیں ہوتی، جبکہ مسئلہ کی اصل حقیقت اس طرح ہے کہ حجر بن عدی نے بغاوت کی تھی اس امت کے اتفاقی خلیفہ کے خلاف انتشاری تحریک برپا کی تھی، معاویہ رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین تھے اور انہوں نے اجتہاد کرتے ہوئے مصلحت کا تقاضا یہی سمجھا کہ اسے قتل کر دیا جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي يَعْفُورٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَرْفَجَةَ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: «مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَاحِدٍ، يُرِيدُ أَنْ يَشُقَّ عَصَاكُمْ، أَوْ يُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ، فَاقْتُلُوهُ

ابویعفور نے حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "جب تمہارا معاملہ (حکومت) ایک شخص پر جمیع ہو، پھر کوئی تمہارے اتحاد کی لاٹھی کو توڑنے یا تمہاری جماعت کو منتشر کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے تو اسے قتل کر دو۔

(صحيح مسلم حديث نمبر: 4798)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جو شخص امت کے اتفاقی حکمران کے خلاف بغاوت کھڑی کر دے تو اس شخص کو قتل کیا جائے گا جو بھی ہو۔

اس نص صریح سے استدلال کرتے ہوئے اور پھر لوگوں سے مشاورت کرتے ہوئے

جیسا کہ آگے آئے گا، معاویہ رضی اللہ عنہ نے حجر بن عدی کو قتل کروادیا لہذا اس وجہ سے ان پر کوئی طعن نہیں کیا جاسکتا، جبکہ اسلامی اصولوں کے مطابق اگر حکمران یا امیر سے اجتہادی خطا کی وجہ سے کوئی ناجائز قتل ہو جائے تب بھی وہ قابل مؤاخذہ نہیں ہے جیسا کہ کئی احادیث کے اندر اس مسئلہ کی وضاحت موجود ہے۔

حَدَّثَنِي مَحْمُودٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ح و حَدَّثَنِي نُعَيْمٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ إِلَى بَنِي جَذِيمَةَ فَدَعَاهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُحْسِنُوا أَنْ يَقُولُوا أَسْلَمْنَا فَجَعَلُوا يَقُولُونَ صَبَأْنَا صَبَأْنَا فَجَعَلَ خَالِدٌ يَقْتُلُ مِنْهُمْ وَيَأْسِرُ وَدَفَعَ إِلَى كُلِّ رَجُلٍ مِنَّا أَسِيرَهُ حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمٌ أَمَرَ خَالِدٌ أَنْ يَقْتُلَ كُلُّ رَجُلٍ مِنَّا أَسِيرَهُ فَقُلْتُ وَاللَّهِ لَا أَقْتُلُ أَسِيرِي وَلَا يَقْتُلُ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِي أَسِيرَهُ حَتَّى قَدِمْنَا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْنَاهُ فَرَفَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَبْرَأُ إِلَيْكَ مِمَّا صَنَعَ خَالِدٌ مَرَّتَيْنِ

مجھ سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، کہا ہم سے عبد الرزاق نے بیان کیا، انہیں معمر نے خبر دی۔ (دوسری سند) اور مجھ سے نعیم بن حماد نے بیان کیا، کہا ہم کو عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی، انہیں معمر نے، انہیں زہری نے، انہیں سالم نے اور ان سے ان کے والد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنی جذیمہ کی طرف بھیجا۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی دعوت دی لیکن انہیں " اسلمنا" (ہم اسلام لائے) کہنا نہیں آتا تھا، اس کے بجائے وہ "صبانا، صبانا" (ہم بے دین ہو گئے، یعنی اپنے آبائی دین سے ہٹ گئے) کہنے لگے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں قتل کرنا اور

قید کرنا شروع کر دیا اور پھر ہم میں سے ہر شخص کو اس کا قیدی اس کی حفاظت کے لیے دے دیا پھر جب ایک دن خالد رضی اللہ عنہ نے ہم سب کو حکم دیا کہ ہم اپنے قیدیوں کو قتل کر دیں۔ میں نے کہا اللہ کی قسم میں اپنے قیدی کو قتل نہیں کروں گا اور نہ میرے ساتھیوں میں کوئی اپنے قیدی کو قتل کرے گا آخر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے صورت حال بیان کیا تو آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ اے اللہ! میں اس فعل سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں، جو خالد نے کیا۔ دو مرتبہ آپ نے یہی فرمایا۔

(صحیح بخاری حدیث نمبر: 4339)

اس جنگ میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فوج کے سپہ سالار تھے جب بنی جذیمہ کے لوگوں نے لفظ صبانا سے مسلمان ہونا مراد لیا تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ان کے قتل کرنے سے رک جانا ضروری تھا اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد رضی اللہ عنہ کے فعل سے اپنی براءت ظاہر فرمائی۔ ان کی خطا اجتہادی تھی۔ وہ صبانا کا معنی اسلمنا نہ سمجھے اور انہوں نے ظاہر حکم پر عمل کیا کہ جب تک وہ اسلام نہ لائیں، ان سے لڑو، اس حدیث کی شرح میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ علامہ خطابی کے قول کو ذکر فرماتے ہیں کہ:

الحكمة من تَبرُّئه صلى الله عليه و سلم من فعل خالد مع كونه لم يعاقبه على ذلك لكونه مجتهداً، أن يعرف أنه لم يأذن له في ذلك خشية أن يعتقد أحد أنه كان بإذنه، و لينزجر غير خالد بعد ذلك عن مثل فعله .

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد کے کام سے جو براءت کا اظہار کیا اور ساتھ میں خالد رضی اللہ عنہ کو کوئی سزا نہ دی کیونکہ وہ مجتہد تھے اس کے اندر حکمت یہی ہے کہ معلوم ہو جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کام کی انہیں اجازت نہیں دی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ڈر کی وجہ سے (ڈانٹا) کہ کہیں کوئی یہ سمجھ نہ لے کہ یہ کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوا تھا.(ڈانٹنے کی وجہ یہ ہے

کہ) خالد متنبہ ہو جائے دوبارہ اس طرح کے کام کرنے سے۔

آگے فرماتے ہیں:

والذي يظهر أن التبرأ من الفعل لا يستلزم إثم فاعله ولا إلزامه الغرامه، فإن إثم المخطئ مرفوع وإن كان فعله ليس بمحمود

جو بات ظاہر ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جو اس کام سے برات کا اظہار کیا ہے اس برائت کے جملے سے، اس کے فاعل کے لئے کوئی گناہ لازم نہیں آتا اور نہ ہی اس پر کوئی سزا لاگو ہوتی ہے۔ بیشک (اجتہادی) خطاء کرنے والے کا گناہ معاف ہوتا ہے اگرچہ اس کا کام تعریف شدہ نہیں ہوتا۔ (فتح الباری: ج13 ص225)

اسی طرح اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث اس مسئلے کو مزید واضح کرتی ہے۔

حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ، أَخْبَرَنَا أَبُو ظَبْيَانَ، قَالَ: سَمِعْتُ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، يَقُولُ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْحُرَقَةِ، فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ فَهَزَمْنَاهُمْ، وَلَحِقْتُ أَنَا وَرَجُلٌ مِنْ الْأَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ، فَلَمَّا غَشِينَاهُ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، فَكَفَّ الْأَنْصَارِيُّ فَطَعَنْتُهُ بِرُمْحِي حَتَّى قَتَلْتُهُ، فَلَمَّا قَدِمْنَا بَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا أُسَامَةُ، أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ؟، قُلْتُ: كَانَ مُتَعَوِّذًا فَمَا زَالَ يُكَرِّرُهَا حَتَّى تَمَنَّيْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذَلِكَ الْيَوْمِ .

ہمیں رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ حرقہ کی طرف بھیجا۔ ہم نے صبح کے وقت ان پر حملہ کیا اور انہیں شکست دے دی' پھر میں اور ایک اور انصاری صحابی اس قبیلہ کے ایک شخص (مرداس بن عمر نامی) سے بھڑ گئے۔ جب ہم نے اس پر غلبہ پالیا تو وہ لا الہٰ الا اللہ کہنے لگا۔

انصاری تو فوراً ہی رک گیا لیکن میں نے اسے اپنے برچھے سے قتل کر دیا۔ جب ہم لوٹے تو نبی کریم ﷺ کو بھی اس کی خبر ہوئی۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اسامہ کیا اس کے لا الہٰ الا اللہ کہنے کے باوجود تم نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا کہ وہ قتل سے بچنا چاہتا تھا (اس نے یہ کلمہ دل سے نہیں پڑھا تھا)۔ اس پر آپ ﷺ بار بار یہی فرماتے رہے (کیا تم نے اس کے لا الہٰ الا اللہ کہنے پر بھی اسے قتل کر دیا) کہ میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش میں آج سے پہلے اسلام نہ لاتا۔ (بخاری:4269)

اس روایت پر غور کیا جائے تو آپ ﷺ نے صرف حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے عمل سے برات کا اظہار فرمایا تاکہ آئندہ ان سے اس طرح کا عمل دوبارہ صادر نہ ہو اور کوئی سزا وغیرہ نہیں دی کیونکہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے یہ عمل اجتہادی خطا کی وجہ سے صادر ہو گیا تھا۔

معزز قارئین کرام!

حجر بن عدی نے تو بغاوت والا جرم کیا تھا جس وجہ سے احادیث کے پیش نظر وہ قتل کا مستحق ٹھہرا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشاورت کر کے ان کو قتل کروادیا اور قرآن مقدس میں ہے (**وامرھم شوری بینھم**) مؤمنین کے معاملات مشورہ سے ہوتے ہیں۔

مندرجہ ذیل میں چند صحیح روایات پیش خدمت ہیں جن کے اندر مذکورہ مسئلے کی مکمل وضاحت ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے ساتھ مشورہ کرنے کے بعد انہیں قتل کروادیا اور تمام لوگوں نے انہیں قابل سزا جرم کا مستحق سمجھا۔

مستدرک حاکم کے اندر ایک صحیح سند روایت میں وضاحت موجود ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے حجر اور انکے ساتھیوں کے بارے میں مشورہ کیا اور انکے جرم کی وجہ سے سب نے کہا انکو قتل کر دو صرف ایک شخص نے سفارش کی چھوڑ دینا چاہیے لیکن ساتھ میں

اس نے بھی کہا کہ آپ نے قتل کر دیا تو درست کیا تفصیل روایت میں دیکھیں۔

حدثنا أبو إسحاق إبراهيم بن محمد بن يحيى، ثنا محمد بن إسحاق الثقفي، ثنا المفضل بن غسان الغلابي، ثنا يحيى بن معين، وهشام، ثنا داود بن عمرو، عن بشر بن عبد الحضرمي قال: لما بعث زياد بحجر بن عدي إلى معاوية أمر معاوية بحبسه بمكان يقال له: مرج عذراء، ثم استشار الناس فيه قال: فجعلوا يقولون: القتل القتل . قال: فقام عبد الله بن زيد بن أسد البجلي، فقال: يا أمير المؤمنين، أنت راعينا ونحن رعيتك، وأنت ركننا ونحن عمادك، إن عاقبت قلنا: أصبت، وإن عفوت قلنا: أحسنت والعفو أقرب للتقوى، وكل راع مسئول عن رعيته قال: فتفرق الناس عن قوله .

جب زیاد نے حجر بن عدی کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب بھیجا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک جگہ پر قید کرنے کا حکم دیا اس جگہ کو مرج عذراء کہا جاتا ہے اس کے بعد لوگوں سے ان کے بارے میں مشورہ کیا تو لوگ کہنے لگے کہ ان کو قتل کریں، ان کو قتل کریں، راوی کہتے ہیں عبد اللہ بن زید بن اسد بجلی اٹھ کر کھڑے ہوئے اور بولے اے امیر المومنین! آپ ہمارے حکمران ہیں اور ہم آپ کی رعایا ہیں آپ ہماری بنیاد ہیں اور ہم آپ کے ستون ہیں اگر آپ سزا دیں گے تو ہم کہیں گے کہ آپ نے صحیح کیا ہے اور اگر آپ معاف کر دیں گے تو ہم کہیں گے آپ نے احسان کیا ہے اور معاف کرنا ہی تقوی کے قریب تر ہے اور ہر ذمہ دار سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال ہو گا راوی کہتے ہیں عبد اللہ بن زید بن اسد کے یہ کہتے ہی سب لوگ وہاں سے چلے گئے۔ (الحاکم:6032)

(عبد اللہ بن زید کی بات سن کر لوگ اس لیے چلے گئے کہ وہ انکی بات سے متفق نہیں تھے کیونکہ لوگوں کے خیال کے مطابق حجر بن عدی کے جرائم ایسے تھے کہ انکو قتل ہی کیا جائے جیسا کہ سارے لوگ کہ رہے تھے **القتل القتل**، یعنی انکو قتل کرو، انکو قتل کرو۔ واللہ اعلم)

امام صالح بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ حسن سند کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

حدثني أبي(الامام المحدث احمد بن حنبل) قال: حدثنا أبو المغيرة (هو عبد القدوس بن الحجاج الخولاني، ثقة) قال: حدثنا ابن عياش (صدوق ؛ حسن الحديث) قال: حدثني شرحبيل بن مسلم (تابعي، ثقة) قال: لما بُعِث بحجر بن عدي بن الأدبر وأصحابه من العراق إلى معاوية بن أبي سفيان، استشار الناس في قتلهم، فمنهم المشير، ومنهم الساكت، فدخل معاوية منزله، فلما صلى الظهر قام في الناس خطيباً فحمد الله وأثنى عليه، ثم جلس على منبره، فقام المنادي فنادى: أين عمرو بن الأسود العنسي، فقام فحمد الله وأثنى عليه ثم قال: ألا إنا بحصن من الله حصين لم نؤمر بتركه، وقولك يا أمير المؤمنين في أهل العراق ألا وأنت الراعي ونحن الرعية، ألا وأنت أعلمنا بدائهم، وأقدرنا على دوائهم، وإنما علينا أن نقول: { سمعنا وأطعنا غفرانك ربنا وإليك المصير } [البقرة /285] . فقال معاوية: أما عمرو بن الأسود فقد تبرأ إلينا من دمائهم، ورمى بها ما بين عيني معاوية . ثم قام المنادي فنادى: أين أبو مسلم الخولاني، فقام فحمد الله وأثنى عليه ثم قال: أما بعد فلا والله ما

أبغضناك منذ أحببناك، ولا عصيناك منذ أطعناك، ولا فارقناك منذ جامعناك، ولا نكثنا بيعتنا منذ بايعناك، سيوفنا على عواتقنا، إن أمرتنا أطعناك، وإن دعوتنا أجبناك وإن سبقناك نظرناك، ثم جلس. ثم قام المنادي فقال: أين عبد الله بن مِخْمَر الشرعبي، فقام فحمد الله وأثنى عليه ثم قال: وقولك يا أمير المؤمنين في هذه العصابة من أهل العراق، إن تعاقبهم فقد أصبت، وإن تعفو فقد أحسنت. فقام المنادي فنادى: أين عبد الله بن أسد القسري، فقام فحمد الله وأثنى عليه ثم قال: يا أمير المؤمنين، رعيتك وولايتك وأهل طاعتك، إن تعاقبهم فقد جنوا أنفسهم العقوبة، وإن تعفوا فإن العفو أقرب للتقوى، يا أمير المؤمنين لا تطع فينا من كان غشوماً ظلوماً بالليل نؤوماً، عن عمل الآخرة سؤوماً. يا أمير المؤمنين إن الدنيا قد انخشعت أوتارها، ومالت بها عمادها وأحبها أصحابها، واقترب منها ميعادها ثم جلس. فقلت: القائل هو: اسماعيل بن عياش — لشرحبيل: فكيف صنع؟ قال: قتل بعضاً واستحيى بعضاً، وكان فيمن قتل حجر بن عدي بن الأدبر.

شرحبیل بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حجر بن عدی اور ان کے ساتھیوں کو عراق سے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی طرف بھیجا گیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے قتل کرنے کے حوالے سے لوگوں سے مشورہ کیا تو کچھ قتل کرنے کا اشارہ کر رہے تھے اور کچھ خاموش ہو گئے پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے جب ظہر نماز پڑھی تو لوگوں میں خطبہ دیا اللہ کی تعریف اور ثنا بیان کی پھر آپ ممبر پر بیٹھ گئے، اسکے بعد منادی کھڑا ہو کر

پکارنے لگا کہ، عمرو بن اسود عنسی کہاں ہے؟ پھر وہ کھڑے ہوئے اللہ کی تعریف وثنا بیان کی اور کہا: میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے مضبوط قلعے میں ہوں جس کو چھوڑنے کا ہمیں حکم نہیں دیا گیا (قلعہ سے مراد معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت اور اطاعت ہے) امیر المومنین اہل عراق کے بارے میں آپ کا جو فرمان ہے (اس کو آپ ہی زیادہ سمجھتے ہیں) کیونکہ آپ راعی (حکمران) ہیں اور ہم آپ کی رعیت ہیں آپ سب سے زیادہ ان لوگوں کی بیماری (جرم) کے بارے میں جانتے ہیں اور ان کی بیماری کے علاج کرنے کے حوالے سے سب سے زیادہ قدرت رکھنے والے ہیں۔ ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ کہیں: ہم نے سنا اور اطاعت کی اے اللہ تیری بخشش طلب کرتے ہیں اور تیری طرف لوٹنا ہے۔

معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا عمر بن اسود نے تو ان کے خون سے برائت کر لی ہے اور معاملہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے آنکھوں کے سامنے چھوڑ دیا ہے۔

اسکے بعد منادی کھڑا ہو کر پکارنے لگا کہ ابو مسلم الخولانی کہاں ہے؟ پھر وہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

"اللہ کی قسم! ہم نے جب سے محبت کرنا شروع کی ہے، آپ سے نفرت نہیں کی۔ جب سے آپ کی اطاعت میں آئے ہیں، نافرمانی نہیں کی۔ جب سے ملے ہیں، آپ سے جدا نہیں ہوئے۔ جب سے آپ کی بیعت کی ہے، بیعت نہیں توڑی۔ ہماری تلواریں کندھوں پر ہیں، اگر آپ کا حکم ہوا تو ہم سرمو انحراف نہیں کریں گے۔ اگر آپ نے پکارا تو لبیک کہیں گے۔ اگر آپ ہم سے آگے نکل گئے تو ہم آپ کے پیچھے جائیں گے اور اگر ہم آگے نکل گئے تو آپ کا انتظار کریں گے۔"

پھر پکارنے والا کھڑا ہو گیا اور کہا کہ عبد اللہ بن مخمر شرعبی کہاں ہے؟ پھر وہ کھڑے ہوئے اللہ کی تعریف اور ثنا بیان کی پھر کہنے لگے کہ اے امیر المومنین اہل عراق کے (قتل

کے بارے میں) آپ کا جو قول ہے۔(اس کے حوالے سے ہم یہی کہتے ہیں) اگر آپ نے انہیں سزادی تو یقیناً درست کیا اگر آپ نے انہیں معاف کر دیا تو بھی اچھا کیا۔

پھر منادی کھڑا ہو گیا اور عبد اللہ بن اسد قسری کہاں ہے؟ وہ کھڑے ہوئے اللہ کی تعریف اور ثنا بیان کی اور کہا اے امیر المومنین یہ آپ کی رعیت اور ولایت ہے اور آپ کے اہل اطاعت (یعنی جن پر آپ کا حکم چلتا ہے) میں سے ہیں اگر آپ انہیں سزادی تو انہوں نے اپنی جان کے لیے جرم کا ارتکاب تو کیا ہے۔ اگر آپ انہیں معاف کر دیں تو معاف کرنا بھی تقوی کے زیادہ قریب ہے۔ اے امیر المؤمنین آپ کبھی اطاعت نہ کرنا اس شخص کی جو بڑا سخت ظالم ہو اور رات کے وقت بہت زیادہ سونے والا ہو (یعنی رات کو تہجد نہیں پڑھتا بلکہ سو کر گزارتا ہے) اور آخرت کے اعمال سے غافل ہو۔ (یعنی اس مسئلہ میں ایسے کم علم و عمل افراد کی اطاعت مت کرنا) اے امیر المومنین بے شک دنیا نے اپنی (خزانہ کے) رسیوں کو جھکا دیا ہے اور دنیا اپنے بلندیوں کے ساتھ مائل ہو چکی ہے (یعنی خزانوں کے ساتھ جھک چکی ہے) اور اہل دنیا اس سے محبت کرنے لگے ہیں اور دنیا کا وقت قریب آچکا ہے۔ پھر وہ بیٹھ گئے

راوی اسماعیل بن عیاش کہتا ہے کہ میں نے شرحبیل سے کہا پھر ان کے ساتھ کیا ہوا؟ تو انہوں نے فرمایا (مشاورت کے بعد معاویہ رضی اللہ عنہ نے) بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو زندہ چھوڑ دیا اور جن کو قتل کیا گیا تھا ان میں حجر بن عدی بھی تھے۔

(مسائل الإمام أحمد روایة ابنه صالح 2/ 328– 331)

اس روایت کے اندر عبد اللہ بن اسد نے جو بات کی، اس میں صراحت ہے کہ ان انہوں نے ایسا جرم کیا ہے کہ جس وجہ سے انہیں قتل کیا جا سکتا ہے۔

عبد الله بن أسد القسري، فقام فحمد الله وأثنى عليه ثم قال: يا أمير

المؤمنين، رعيتك وولايتك وأهل طاعتك، إن تعاقبهم فقد جنوا أنفسهم العقوبة۔

پھر منادی کھڑا ہو گیا اور کہا عبد اللہ بن اسد قسری کہاں ہے؟ پھر وہ کھڑے ہوئے اللہ کی تعریف اور ثنا بیان کی اور کہا اے امیر المومنین یہ آپ کی رعیت اور ولایت اور آپ کے اہل اطاعت (یعنی جن پر آپ کا حکم چلتا ہے) ان میں سے ہیں اگر آپ نے انہیں سزا دی تو انہوں نے اپنی جان کے لیے جرم کا ارتکاب تو کیا ہے۔۔الخ

اسی طرح معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے بھی اس مسئلے میں مشورہ کیا تھا جس کا ذکر مستدرک حاکم کی صحیح روایت کے اندر موجود ہے۔

حدثنا أبو علي مخلد بن جعفر، ثنا أبو الحسن محمد بن محمد الكارزي، ثنا علي بن عبد العزيز، ثنا أبو نعيم، ثنا حرملة بن قيس النخعي، حدثني أبو زرعة بن عمرو بن جرير قال: ما وفد جرير قط إلا وفدت معه، وما دخل على معاوية إلا دخلت معه، وما دخلنا معه عليه إلا ذكر قتل حجر بن عدي .

ابوزرعہ عمر بن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جریر رضی اللہ عنہ (بن عبد اللہ، صحابی رسول) جب بھی سفر پر گئے میں ہمیشہ ان کے ساتھ رہا ہوں اور جب بھی وہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے میں بھی ان کے ساتھ گیا اور ہم جب بھی معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ حجر بن عدی کے قتل کے حوالے سے تذکرہ ضرور کرتے (یعنی ان سے مشورہ کرتے کہ انہیں قتل کیا جائے یا نہیں؟)۔ (الحاکم: 6035)

نوٹ: ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے مستدرک حاکم کے اندر ایک روایت موجود ہے اس کے

الفاظ اور وضاحت یہ ہے

حدثنا علي بن حمشاذ العدل، ثنا معاذ بن المثنى بن معاذ العنبري، حدثني أبي، ثنا أبي، عن ابن عون، عن نافع قال: لما كان ليالي بعث حجر إلى معاوية جعل الناس يتحيرون ويقولون: ما فعل حجر؟ فأتى خبره ابن عمر وهو مختبئ في السوق، فأطلق حبوته ووثب، وانطلق فجعلت أسمع نحيبه، وهو مول .

نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب حجر بن عدی کو معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب بھیجا جارہا تھا لوگ بہت حیران تھے اور پوچھ رہے تھے حجر کا کیا قصور ہے؟ یہ خبر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تک پہنچی وہ بازار میں کسی جگہ چھپے ہوئے تھے تو لوگوں کے بیچ میں آگئے اور جب جارہے تھے تو میں انکی بہت زیادہ رونے کی آوازیں سن رہا تھا۔ (الحاکم:6030)

نوٹ: ابن عمر رضی اللہ عنہما کے رونے کی وجہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے فیصلے پر تنقید یا اعتراض کرتے ہوئے نہیں تھی بلکہ انکا مقصد یہی تھا کہ حجر اتنے سمجھدار اور عابد انسان ہیں لیکن انہوں نے اتنی بڑی غلطی کر کے اپنی جان کیوں گنوا دی؟؟ اور انسانی فطرت میں یہ چیز ہے کہ جب کوئی قابل شخص کسی غلطی کی وجہ سے اپنی جان کو ضایع کر دے تو اس پر افسوس ہوتا ہے۔

نوٹ: کسی بھی صحابی کی طرف سے معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے پر تنقید کرنا صحیح سند کے ساتھ ثابت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

معاویہ رضی اللہ عنہ پر عائشہ رضی اللہ عنہا کو قتل کرنے کا رافضی الزام اور اسکی حقیقت

امیر المؤمنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے اوپر روافض نے جو جھوٹے الزامات لگائے ہیں ان میں سے ایک الزام یہ بھی ہے کہ آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو قتل کروایا تھا۔ معاذ اللہ۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الرَّافِضَةَ أَكْذَبُ طَوَائِفِ الْأُمَّةِ عَلَى الْإِطْلَاقِ، وَهُمْ أَعْظَمُ الطَّوَائِفِ الْمُدَّعِيَةِ لِلْإِسْلَامِ غُلُوًّا وَشِرْكًا".

روافض اس امت کے تمام طوائف میں سے علی الاطلاق جھوٹے ترین انسان ہیں اور ان تمام طوائف میں سے جو اسلام کا دعوہ کرتے ہیں یہ لوگ غلو اور شرک کے اعتبار سے سب سے زیادہ ہیں۔ (مجموع الفتاوی" (27/ 175)

ان رافضی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹ یہ بھی ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو قتل کروایا تھا، اس طرح کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک گڑھا کھدوایا تھا اور وہ ان میں گر کر وفات پا گئیں تھیں، حالانکہ کتب اہل سنت کے اندر اس طرح کی صحیح سند کے ساتھ مروی ایک روایت بھی نہیں ہے۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہ کی فطری موت ہوئی تھی جیسا کہ بخاری شریف کے اندر روایت ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدِ بْنِ أَبِي حُسَيْنٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ، قَالَ: اسْتَأْذَنَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَبْلَ مَوْتِهَا عَلَى عَائِشَةَ وَهِيَ مَغْلُوبَةٌ، قَالَتْ: أَخْشَى أَنْ يُثْنِيَ عَلَيَّ، فَقِيلَ ابْنُ عَمِّ رَسُولِ

اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَمِنْ وُجُوهِ الْمُسْلِمِينَ، قَالَتْ: ائْذَنُوا لَهُ، فَقَالَ: كَيْفَ تَجِدِينَكِ؟ قَالَتْ: بِخَيْرٍ إِنِ اتَّقَيْتُ، قَالَ: فَأَنْتِ بِخَيْرٍ إِنْ شَاءَ اللَّهُ زَوْجَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَمْ يَنْكِحْ بِكْرًا غَيْرَكِ، وَنَزَلَ عُذْرُكِ مِنَ السَّمَاءِ، وَدَخَلَ ابْنُ الزُّبَيْرِ خِلَافَهُ، فَقَالَتْ: دَخَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَثْنَى عَلَيَّ، وَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ نِسْيًا مَنْسِيًّا.

عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے تھوڑی دیر پہلے، جبکہ وہ نزع کی حالت میں تھیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے پاس آنے کی اجازت چاہی، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ میری تعریف نہ کرنے لگیں۔ کسی نے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں اور خود بھی عزت دار ہیں (اس لیے آپ کو اجازت دے دینی چاہئے) اس پر انہوں نے کہا کہ پھر انہیں اندر بلالو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے پوچھا کہ آپ کس حال میں ہیں؟ اس پر انہوں نے فرمایا کہ اگر میں اللہ کے نزدیک اچھی ہوں تو سب اچھا ہی اچھا ہے۔ اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ان شاء اللہ آپ اچھی ہی رہیں گی۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں اور آپ کے سوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا اور آپ کی برات (قرآن مجید میں) آسمان سے نازل ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی خدمت میں ابن زبیر رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے۔ محترمہ نے ان سے فرمایا کہ ابھی ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے تھے اور میری تعریف کی، میں تو چاہتی ہوں کہ کاش میں ایک بھولی بسری گمنام ہوتی۔ (بخاری:4753)

بخاری کی اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فطری وفات ہوئی تھی کیونکہ اگر گڑھے میں گر کر اچانک وفات ہو گئی ہوتی تو پھر وفات سے

قبل لوگ اس طرح عیادت کے لیے کیسے آئے؟؟اس طرح بخاری کے اندر ہے

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ، حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ، أَنَّ عَائِشَةَ اشْتَكَتْ فَجَاءَ ابْنُ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ تَقْدَمِينَ عَلَى فَرَطِ صِدْقٍ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَى أَبِي بَكْرٍ .

عائشہ رضی اللہ عنہا بیمار پڑیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما عیادت کے لیے آئے اور عرض کیا: ام المؤمنین! آپ تو سچے جانے والے کے پاس جا رہی ہیں، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس۔ (بخاري: 3771)

اس روایت میں بھی وضاحت ہے کہ آپ بیمار ہو گئیں تھیں جس میں آپ کی وفات ہوئی تھی۔

لہذا یہ جھوٹا الزام تھا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے قتل کروایا۔

نوٹ: کچھ خائن لوگ اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے البدایہ والنہایہ وغیرہ کا حوالہ دیتے ہیں حالانکہ البدایہ والنہایہ میں اس طرح کی کوئی عبارت نہیں ہے البتہ بعض روافض نے اس کو ذکر کیا ہے جو صریح جھوٹ ہے۔

یاد رکھیں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت سے بہت زیادہ مطمئن تھیں جیسا کہ آپ کا فرمان ہے:

حدثنا أبو موسى، وهلال بن بشر، قالا: ثنا محمد بن خالد بن عثمة، أخبرني سليمان بن بلال أخبرني علقمة بن أبي علقمة، عن أمه، عن عائشة قالت: « ما زال بي ما رأيت من أمر الناس في الفتنة حتي إني لأتمنى أن



يزيد الله عز وجل معاوية من عمري في عمره »

(ص 41 کتاب الطبقات لابی عروبۃ الحرانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی سند بالکل صحیح ہے۔ شیخ امن پوری حفظہ اللہ نے بھی اسکی سند کو صحیح کہا ہے۔ماہنامہ السنہ ستمبر 2017)

مؤمنوں کی والدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میری ہمیشہ یہ خواہش اور تمنا رہی جب لوگوں کو میں نے فتنوں میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ میری عمر بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو عطا کرے۔

نوٹ: عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ خواہش بتاتی ہے کہ فتنوں کی سرکوبی کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کردار مثالی اور عظیم تھا اور آپ فتنوں کے خلاف بڑے ہی ثابت قدم رہے تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے مطمئن تھیں۔ واللہ اعلم.

حدیث سفینہ رضی اللہ عنہ اور مرزا جہلمی کا باطل استدلال

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ، حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ، عَنِ الْعَوَّامِ بْنِ حَوْشَبٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُمْهَانَ، عَنْ سَفِينَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خِلَافَةُ النُّبُوَّةِ ثَلَاثُونَ سَنَةً، ثُمَّ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُلْكَ مَنْ يَشَاءُ أَوْ مُلْكَهُ مَنْ يَشَاءُ .

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خلافت علی منہاج النبوۃ (نبوت کے طرز پر خلافت) تیس سال ہے، پھر اللہ تعالیٰ سلطنت جسے چاہے گا یا اپنی سلطنت جسے چاہے گا، دے گا۔

(ابوداؤد: 4647 والترمذی واحمد وغیرھم وسندہ صحیح۔وذکرہ الالبانی رحمہ اللہ تعالیٰ فی الصحیحۃ: 459)

اس روایت کو دور حاضر کے بعض علماء نے ضعیف ثابت کرنے کی کوشش کی ہے لیکن یہ روایت صحیح ہے تمام شبہات کے جوابات شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے دے دیے ہیں۔

مرزا جہلمی صاحب اس روایت سے یہ ثابت کرتے ہیں کی خلافت کا دور صرف تیس سال تک چلا اور اس کے بعد خلافت ختم ہو گئی۔

اولا: اس حدیث میں یہ کہاں ہے کہ تیس سال کے بعد خلافت ختم ہو جائے گی؟؟اس میں تو صرف یہ ہے کہ خلافت تیس سال تک ہے یعنی اس امت کی اعلی ترین اور افضل ترین خلافت تیس سال تک ہے اس کے تو ہم بھی قائل پہلے چار خلفاء اور انکی حکومت معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہر اعتبار سے افضل ہے۔

اس میں یہ نہیں کہ تیس سال کے بعد خلافت ختم ہو جائے گی جیسے آپ نے دس جنتی صحابہ کے نام لیے کہ یہ جنتی ہیں؛ اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان دس کے علاوہ باقی صحابہ جنتی نہیں ہیں؟؟

ان دس میں تو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے نام بھی نہیں ہیں جو جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

اسی طرح حدیث میں ہے (الحج عرفۃ) حج تو عرفہ کے دن کا ہے۔ کیا اس کا مطلب ہے کہ حج عرفہ کے دن پورا ہو جاتا ہے؟؟ حالانکہ یوم عرفہ کے بعد بھی حج کے کئی احکام باقی رہتے ہیں۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا وقت آیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا کہ یہ معاملہ چھ افراد کے حوالے کیا جائے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے وقت راضی تھے، اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان چھ کے علاوہ باقی سے راضی نہیں تھے؟؟ بلکہ مقصد یہی ہے کہ ان سے سب سے زیادہ راضی تھے۔ (بخاري: 1392)

ثانیاً: بعض روایات میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں جیسا کہ امام بزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حدثنا رزق الله بن موسى، قال: حدثنا مؤمل، قال: حدثنا حماد بن سلمة، عن سعيد بن جمهان، عن سفينة، رضي الله عنه، أن رجلا قال: يا رسول الله، رأيت كأن ميزانا دلي من السماء فوزنت بأبي بكر فرجحت بأبي بكر، ثم وزن أبو بكر بعمر فرجح أبو بكر بعمر، ثم وزن عمر بعثمان فرجح عمر بعثمان، ثم رفع الميزان، فاستهلها رسول الله صلى الله عليه وسلم خلافة نبوة ثم يؤتي الله الملك من يشاء''

''سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے (خواب میں) دیکھا گویا کہ آسمان سے ایک ترازو اتری ہے تو آپ کا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بھاری ہو گئے۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ بھاری ہو گئے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کا وزن کیا گیا تو عمر رضی اللہ عنہ بھاری ہو گئی، پھر ترازو اٹھالی گئی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کی تاویل یہ کی کہ یہ خلافت نبوت

کی طرف اشارہ ہے اس کے بعد اللہ جس کو چاہے گا ملوکیت دے گا“۔

(رواه البزار في مسنده: 9/ 281 وسنده حسن)

اس حدیث کے سارے رجال ثقہ ہیں جبکہ مؤمل بن اسماعیل پر کچھ علماء نے جرح کی ہے لیکن وہ عند الاکثر حسن الحدیث ہیں۔

امام بوصیري رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو اسی سند و متن کے ساتھ نقل کرنے کے بعد فرمایا:

هذا إسناد صحيح۔ یہ سند صحیح ہے۔ (إتحاف الخيرة المهرة للبوصيرى)

مؤمل بن اسماعیل کی تعدیل:

یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: هو ثقة، وہ ثقہ ہیں،(الجرح والتعديل ج8 ص374)

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں اسکی روایت کو بعض جگہ صحیح کہا ہے اور بعض جگہ حسن۔

اسی طرح امام حاکم نے اپنی مستدرک میں ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اسی طرح علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: كان من ثقات البصريين

(العبر: ج1 ص274)

محدث العصر شیخ زبیر علی زئی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی یہ حسن الحدیث ہے (مکمل تفصیل دیکھیں مقالات: ج1 ص417)

جبکہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب فرمان تہذیب الکمال وغیرہ میں موجود ہے کہ انہوں نے مؤمل کو منکر الحدیث کہا ہے۔ لیکن سند صحیح کے ساتھ وہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت نہیں اور نہ ہی ان کے کتب کے اندر موجود ہے۔

اس حدیث پر غور کریں، اس میں اللہ کے نبی ﷺ نے ایک صحابی کے خواب کی تعبیر بتلاتے ہوئے ابو بکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کیا ہے اور اس کے بعد ان کے دور کو خلافت نبوت کا دور قرار دیا ہے اور پھر اس کے بعد ملوکیت کا دور بتلایا ہے۔

اب سوال یہ کہ کیا کوئی ناصبی اس حدیث کی بنیاد پر یہ کہنا شروع کر دے کہ علی رضی اللہ عنہ کی حکومت خلافت راشدہ سے خارج ہے؟؟

تو ایسا شخص صریح غلطی پر اور گمراہ تصور ہو گا کیونکہ اس حدیث میں یہ تو نہیں ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت ختم ہو جائے گی۔

ثالثاً: اس روایت کا اگر مقصد یہ ہے کہ تیس سال کے بعد خلافت ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی تو امام مہدی کی حکومت کو تقریباً تمام علماء خلافت ہی مانتے ہیں۔ اسی طرح عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی حکومت کو بھی کئی علماء نے خلافت کا دور ہے کہا ہے اسی طرح صحیح بخاری وغیرہ کے اندر موجود روایت کہ اس امت میں بارہ خلفاء قریش سے آئیں گے یر ایک پر اجماع ہو گا۔

رابعاً: معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے عادل بادشاہ بھی تھے جس کی بادشاہت کی خود رسول ﷺ نے تعریف کی ہے جیسا کہ تفصیل سے گذرا کہ آپ کی بادشاہت کو رحمت والی بادشاہت کہا گیا ہے اور بادشاہ ہونے کے باوجود آپ کی حکومت کو خلافت سے خارج نہیں کیا جا سکتا، داؤد علیہ السلام ایک ہی وقت میں بادشاہ بھی تھے اور خلیفہ بھی تھے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے۔

﴿وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ﴾

اور ہم نے اس کی ملک (بادشاہت) کو مضبوط کر دیا تھا اور اسے حکومت دی تھی اور بات کا فیصلہ کرنا۔ (سورہ ص: 20)

مذکورہ آیت میں داؤد علیہ السلام کو بادشاہ کہا گیا مندرجہ ذیل آیت میں خلیفہ۔

﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ﴾

اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا ہے تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بھٹکا دے گی، یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اس لئے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔ (سورہ ص:26)

لہذا معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو خلافت سے خارج کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اشارۃً اس کو خلافت بھی کہا ہے

عن جابر بن سمرة قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: " لا يزال هذا الدين قائما حتى يكون عليكم اثنا عشر خليفة، كلهم تجتمع عليه الأمة ". فسمعت كلاما من النبي صلى الله عليه وسلم لم أفهمه، قلت لأبي: ما يقول؟ قال: " كلهم من قريش ".

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: یہ دین (اپنی اصل شکل وحالت میں) قائم رہے گا یہاں تک کہ تم پر بارہ خلیفہ ہوں گے، ان میں سے ہر ایک پر امت اتفاق کرے گی پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی بات سنی جسے میں سمجھ نہیں سکا میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپ نے کیا فرمایا؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: یہ سارے خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔

(رواہ ابو داؤد. ح 4279 وصححه الالباني رحمة الله عليه)

مسلم شریف کے اندر اس روایت میں الفاظ ہیں۔

لَا يَزَالُ الْإِسْلَامُ عَزِيزًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيفَةً ". ثُمَّ قَالَ كَلِمَةً لَمْ أَفْهَمْهَا، فَقُلْتُ لِأَبِي: مَا قَالَ؟ فَقَالَ: " كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ .

مفہوم حدیث: اسلام مضبوط رہے گا بارہ خلیفوں تک پھر میں نے نبی اکرم ﷺ سے ایک ایسی بات سنی جسے میں سمجھ نہیں سکا میں نے اپنے والد سے پوچھا: آپ نے کیا فرمایا؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: یہ سارے خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔

(مسلم 1822 و رواه ابن حبان 6671 بترتيب ابن بلبان الفارسي)

طبرانی کے اندر الفاظ ہیں کہ ان بارہ خلیفوں کے دور میں دین صالح (نقص و عیب اور بدعات سے پاک) رہے گا۔

نوٹ: مذکورہ احادیث سے پتہ چلا کہ اس امت میں بارہ قریشی خلفاء آئیں گے اور ان پر پوری امت محمدیہ متفق ہو جائے گی اور انکے دور میں دین مضبوط رہے گا اور بدعات و خرافات سے پاک رہے گا؛ یاد رہے کہ؛ تاریخ اسلام گواہ ہے؛ عظیم قریشی شہزدے امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ پر پوری امت؛ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سمیت متفق ہو گئی اور یقیناً ان کے دور میں اسلام غالب مضبوط رہا بہت زیادہ اور تاریخی فتوحات نصیب ہوئیں۔

حدیث سفینہ کی وضاحت میں محدث البانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

فلا ينافي مجيء خلفاء آخرين من بعدهم لأنهم ليسوا خلفاء النبوة، فهؤلاء هم المعنيون في الحديث لا غيرهم، كما هو واضح ويزيده وضوحا قول شيخ الإسلام في رسالته السابقة: " ويجوز تسمية من بعد الخلفاء الراشدين خلفاء وكانوا ملوكا، ولم يكونوا خلفاء الأنبياء بدليل ما رواه البخاري ومسلم في " صحيحيهما " عن أبي هريرة رضي الله عنه

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

اس حدیث کے اندر خلفائے اربعہ کے بعد دوسرے خلفاء آنے کی ممانعت نہیں ہے کیونکہ وہ خلفائے نبوت نہیں ہیں. حدیث سفینہ میں ان کا معین(خاص) ذکر کیا گیا ہے جو خلفائے نبوت ہیں جیسا کہ واضح ہے اور اس بات کی مزید وضاحت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرمان سے ہو جاتی ہے وہ اپنے سابقہ مذکور رسالہ میں فرماتے ہیں کہ جائز ہے کہ خلفائے راشدین کے بعد میں آنے والے بادشاہوں کو بھی خلیفہ کہا جائے بس اتنا مسئلہ ہے وہ خلفائے نبوت نہیں تھے (ان کو خلیفہ کہنے کی دلیل) بخاری اور مسلم والی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت ہے۔ (سلسلة الصحيحة تحت حديث:459)

خامسا: یادرہے کہ بادشاہت اور ملوکیت کوئی معیوب چیز نہیں بلکہ محمود ہے بشرطیکہ کہ حکمران عادل ہو چنانچہ اللہ سبحانہ و تعالی نے طالوت رحمۃ اللہ علیہ، اور داود و سلیمان علیہما السلام کو بادشاہت عطا فرمائی تھی جسکی تفصیل اور تحمید قرآن مقدس میں بھی موجود ہے۔ اور بنی اسرائیل پر اللہ نے اس بات کو بطور احسان شمار کیا (وجعلکم ملوکا) یعنی اللہ کا تم پر یہ بھی احسان ہے کہ اللہ نے تم میں سے بادشاہ بنائے۔

احادیث کے مطابق جو حکمران دین کو قائم رکھے گئے اس کے لیے بڑے فضائل ہیں۔ صحیح بخاری اور دیگر کتب کے اندر حدیث ہے سات بندے قیامت کے دن عرش کے سائے کے نیچے ہوں گے ان میں سے ایک عادل حکمران ہے۔ (بخاری: ح6806)

اللہ رب العالمین نے نیک اور اپنے پسندیدہ حکمران کی جو اوصاف حمیدہ قرآن مقدس کے اندر بیان کی ہیں وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اندر مکمل اعتبار سے پائی جاتی ہیں۔

﴿اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾

وہ لوگ کہ اگر ہم زمین میں ان کے پاؤں جما دیں (یعنی حکومت دیں) تو یہ پوری پابندی سے نمازیں قائم کریں اور زکوٰتیں دیں اور اچھے کاموں کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے ہاں ہے۔ (سورة الحج:41)

جیسا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کا مسور رضی اللہ عنہ سے تفصیلی مکالمہ گذرا جس میں ہے کہ:

قال معاوية: فأنا أحتسب كل حسنة عملتها بأضعافها , وأوازي أمورا عظاما لا أحصيها ولا تحصيها من عمل الله: في إقامة صلوات المسلمين , والجهاد في سبيل الله عز وجل , والحكم بما أنزل الله تعالى , والأمور التي لست تحصيها , وإن عددتها لك , فتفكر في ذلك)) قال المسور: ((فعرفت أن معاوية قد خصمني حين ذكر لي))قال عروة فلم يسمع المسور بعد ذلك يذكر معاوية إلا استغفر له.

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ؛ جناب مسور رضی اللہ عنہ کو کہنے لگے: میں اللہ تعالیٰ میں امید کرتا ہوں کہ مجھے نیکی کا بڑھا چڑھا کر اجر دیا جائے گا اور میں نے (اللہ کے لیے) بڑے کام کیے ہیں جن کو نہ میں شمار کر سکتا ہوں نہ ہی آپ؛ جیسے مسلمانوں میں نماز کو قائم کروانا؛ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا؛ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے کرنا اور دیگر کام جن کو آپ شمار نہیں کرتے؛ اگر میں آپ کے سامنے انکا تذکرہ کروں اور گنوائوں لہذا آپ اس حوالے سے غور فکر کریں (یعنی میری نیکیوں کو بھول جاتے ہو اور میری کوتاہیوں کو ذکر کرتے ہو).

حضرت مسور کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ بحث میں مجھ پر غالب آ گئے۔

جناب عروہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسکے بعد جب بھی میں مسور رضی اللہ عنہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے سنتا تھا تو ہمیشہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بخشش کی دعائیں فرماتے۔

(سير أعلام النبلاء ٣/١٥١، رجاله ثقات قال الشيخ شعيب الارناؤط رحمۃ اللہ علیہ اسی طرح یہ اثر تاریخ بغداد (ج1ص576) وغیرہ میں بھی موجود ہے۔)

نوٹ: ترمذی:2226 میں ہے کہ سعید بن جمہان کہتے ہیں کہ میں نے سفینہ رضی اللہ عنہ سے کہا: بنو امیہ یہ سمجھتے ہیں کہ خلافت ان میں ہے؟ کہا: بنو زرقاء جھوٹ اور غلط کہتے ہیں، بلکہ ان کا شمار تو بدترین بادشاہوں میں ہے۔

یہ زیادتی سفینہ رضی اللہ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ ثابت نہیں جیسا کہ محدث کبیر شیخ البانی (السلسلة الصحيحة: 459) کی وضاحت میں لکھتے ہیں کہ:

قلت: وهذه الزيادة تفرد بها حشرج بن نباتة عن سعيد بن جمهان، فهي ضعيفة لأن

حشرجا هذا فيه ضعف، أورده الذهبي في " الضعفاء " وقال:

" قال النسائي: ليس بالقوي ".

وقال الحافظ في " التقريب ": " صدوق يهم ".

قلت: وأما أصل الحديث فثابت.

فرماتے ہیں کہ اس زیادتی کو حشرج بن نباتہ، سعید بن جمہان سے ذکر کرنے میں تنہا ہیں اور یہ زیادتی ضعیف ہے کیونکہ اس حشرج میں ضعف ہے، امام ذہبی اس کو ضعفاء میں ذکر کرتے ہیں. امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ قوی نہیں ہے۔ حافظ نے فرمایا تقریب کے اندر صدوق ہے اس سے وہم ہوتا تھا،

اور آگے فرماتے ہیں جبکہ اصل حدیث ثابت ہے (یعنی صرف یہ جملے ثابت نہیں ہیں)۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کیا سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو معاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر دے کر قتل کیا؟؟ معاذ اللہ

شہزادہ اہل بیت، جنتی نوجوانوں کے سردار سیدنا و محبوبنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے حوالے سے عموماً کتب تاریخ کے اندر یہ مسطور ہے کہ آپ کو زہر دے کر شہید کیا گیا تھا اس حوالے سے سند صحیح کے ساتھ کچھ روایات ملتی ہیں لیکن یاد رکھیں قاتل کون تھا؟ کس نے زہر دیا تھا؟ اس حوالے سے کوئی صحیح سند کے ساتھ روایت منقول نہیں بلکہ صحیح سند کے ساتھ مروی روایات میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے قاتل کے بارے میں کوئی پتہ نہیں ہے۔

عمیر بن اسحاق کہتے ہیں:

دخلت أنا ورجل على الحسن بن علی نعوده، فجعل يقول لذلک الرجل: سلنی قبل أن لا تسألنی، قال: ما أريد أن أسألک شيأ، يعافيک الله، قال: فقام فدخل الكنيف، ثمّ خرج إلينا، ثمّ قال: ما خرجت إليكم حتى لفظت طائفة من كبدی أقلبها بهذا العود، ولقد سقيت السمّ مرارا، ما شیء أشدّ من هذه المرة، قال: فغدونا عليه من الغد، فإذا هو فی السوق، قال: وجاء الحسين فجلس عند رأسه، فقال: يا أخی، من صاحبک؟ قال: تريد قتله؟ قال: نعم، قال: لئن كان الذی أظنّ، لله أشدّ نقمة، وإن كان بريأ فما أحبّ أن يقتل بریء .

میں اور ایک آدمی سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس عیادت کے لیے داخل ہوئے۔

آپ رضی اللہ عنہ اس آدمی سے کہنے لگے: مجھ سے سوال نہ کر سکنے سے پہلے ہی سوال کر لیں۔ اس آدمی نے عرض کی: میں آپ سے کوئی سوال نہیں کرنا چاہتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عافیت دے۔ آپ رضی اللہ عنہما کھڑے ہوئے اور بیت الخلاء میں داخل ہوئے۔ پھر نکل کر ہمارے پاس آئے، پھر فرمایا: میں نے تمہارے پاس آنے سے پہلے اپنے جگر کا ایک ٹکڑا پھینک دیا ہے (پاخانہ کے ذریعے)۔ میں اس ٹکڑے کو اس لکڑی کے ساتھ الٹ پلٹ رہا تھا۔ میں نے کئی بار زہر پیا ہے، لیکن اس دفعہ سے سخت کبھی نہیں پیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم ان کے پاس اگلے دن آئے تو آپ رضی اللہ عنہ حالتِ نزع میں تھے۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور آپ کے سر کے پاس بیٹھ گئے اور کہا: اے بھائی! آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا آپ اسے قتل کرنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ فرمایا: اگر وہ شخص وہی ہے جو میں سمجھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ انتقام لینے میں بہت سخت ہے۔ اور اگر وہ بری ہے تو میں نہیں پسند کرتا کہ ایک بری شخص کو قتل کیا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبة: ج15ص94/93. المستدرک للحاکم: ج3ص186 وسندہ، حسنٌ قال الشیخ امن پوری حفظہ اللہ تعالیٰ)

اس روایت پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینے والے شخص کے بارے میں کوئی حتمی معلومات نہیں، البتہ ایک شخص کے بارے میں حسن رضی اللہ عنہ کو شک تھا لیکن اس کا بھی نام پتا نہیں کون ہے؟ کیونکہ حسن رضی اللہ عنہ نے وہ نام نہیں بتایا۔

شیعہ کتب کے اندر بھی اس طرح کی روایات موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کے قاتل کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہے علامہ باقر مجلسی لکھتے ہیں:

عن جعفر بن محمد، عن أبيه، عن جده علي بن الحسين عليهم السلام قال: دخل الحسين على عمي الحسن حدثان ما سقي السم فقام

لحاجة الانسان ثم رجع فقال: سقيت السم عدة مرات، وما سقيت مثل هذه، لقد لفظت طائفة من كبدي ورأيتني أقلبه بعود في يدي، فقال له الحسين عليه السلام: يا أخي ومن سقاك؟ قال: وما تريد بذلك؟ فان كان الذي أظنه فالله حسيبه، وإن كان غيره فما احب أن يؤخذ بي برئ، فلم يلبث بعد ذلك إلا ثلاثا حتى توفي صلوات الله عليه

علی بن الحسین علیہما السلام نے فرمایا: حسین رضی اللہ عنہ میرے چچا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت داخل ہوئے جب آپ نے تازہ تازہ زہر پیا تھا، حسن رضی اللہ عنہ قضائے حاجت کے لئے گئے اور پھر لوٹے، پھر کہنے لگے کہ میں نے بہت بار زہر پیا ہے لیکن اس بار کی طرح خطرناک پہلے کبھی نہیں پیا یقینا میرے جگر کا ایک ٹکڑا گر چکا ہے اور میں نے اس کو دیکھا اس کو میں الٹ پلٹ کر رہا تھا اپنے ہاتھ میں موجود لکڑی کے ساتھ، تو حسین علیہ السلام نے کہا: اے میرے بھائی کس نے آپ کو پلایا ہے؟ حسن علیہ السلام نے فرمایا: آپ اس کے ساتھ کیا ارادہ رکھتے ہیں؟ پس اگر وہ شخص ہے جس کے بارے میں مجھے شک ہے تو اللہ تعالیٰ خود اس سے حساب لے گا، اگر دوسرا کوئی ہے تو پھر میں نہیں پسند کرتا کہ میری وجہ سے کسی بری انسان کو پکڑا جائے۔ پھر اس کے بعد حسن علیہ السلام نہیں زندہ رہے مگر تین دن پھر ان کی وفات ہو گئی علیہ السلام۔

(بحار الانوار جزء 44 ص 148)

معزز قارئین!

اس روایت کو بار بار پڑھیں حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے قاتل کے بارے میں شک تھا اور وہ کسی کو نہیں بتایا یہاں تک کہ حسین رضی اللہ عنہ کو بھی نہیں بتایا۔

شیعہ حضرات اور نیم رافضی حضرات یعنی مرزا جہلمی کا ٹولہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ سیدنا

حسن رضی اللہ عنہ کو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے زہر دیا تھا معاذاللہ اور کچھ مردود روایتوں کا سہارا لیتے ہیں ان میں سے چند مشہور کو پیش کرتے ہیں۔

پہلی دلیل:

مرزا جہلمی اپنی تقاریر کے اندر ایک مندرجہ ذیل ضعیف حدیث بیان کرتا ہے۔

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ بَحِيرٍ عَنْ خَالِدٍ قَالَ وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ وَعَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ وَرَجُلٌ مِنْ بَنِي أَسَدٍ مِنْ أَهْلِ قِنَّسْرِينَ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْمِقْدَامِ أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ فَرَجَّعَ الْمِقْدَامُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَتَرَاهَا مُصِيبَةً قَالَ لَهُ وَلِمَ لَا أَرَاهَا مُصِيبَةً وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ فَقَالَ هَذَا مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ فَقَالَ الْأَسَدِيُّ جَمْرَةٌ أَطْفَأَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ فَقَالَ الْمِقْدَامُ أَمَّا أَنَا فَلَا أَبْرَحُ الْيَوْمَ حَتَّى أُغَيِّظَكَ وَأُسْمِعَكَ مَا تَكْرَهُ ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاوِيَةُ إِنَّ أَنَا صَدَقْتُ فَصَدِّقْنِي وَإِنْ أَنَا كَذَبْتُ فَكَذِّبْنِي قَالَ أَفْعَلُ قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ جُلُودِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَوَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ هَذَا كُلَّهُ فِي بَيْتِكَ يَا مُعَاوِيَةُ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ قَدْ عَلِمْتُ أَنِّي لَنْ أَنْجُوَ مِنْكَ يَا مِقْدَامُ قَالَ خَالِدٌ فَأَمَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِمَا لَمْ يَأْمُرْ لِصَاحِبَيْهِ

وَفَرَضَ لِابْنِهِ فِي الْمِائَتَيْنِ فَفَرَّقَهَا الْمِقْدَامُ فِي أَصْحَابِهِ قَالَ وَلَمْ يُعْطِ الْأَسَدِيُّ أَحَدًا شَيْئًا مِمَّا أَخَذَ فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةُ فَقَالَ أَمَّا الْمِقْدَامُ فَرَجُلٌ كَرِيمٌ بَسَطَ يَدَهُ وَأَمَّا الْأَسَدِيُّ فَرَجُلٌ حَسَنُ الْإِمْسَاكِ لِشَيْئِهِ۔

ترجمہ: مقدام بن معدی کرب، عمرو بن اسود اور بنی اسد کے قنسرین کے رہنے والے ایک شخص معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدام سے کہا: کیا آپ کو خبر ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا انتقال ہو گیا؟ مقدام نے یہ سن کر «انا للہ وانا الیہ راجعون» پڑھا تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: کیا آپ اسے کوئی مصیبت سمجھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں اسے مصیبت کیوں نہ سمجھوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی گود میں بٹھایا، اور فرمایا: یہ میرے مشابہ ہے اور حسین علی کے، یہ سن کر اسدی نے کہا: ایک انگارہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے بجھا دیا تو مقدام نے کہا: آج میں آپ کو ناپسندیدہ بات سنائے، اور ناراض کئے بغیر نہیں رہ سکتا، پھر انہوں نے کہا: معاویہ رضی اللہ عنہ! اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کریں، اور اگر میں جھوٹ کہوں تو جھٹلا دیں، معاویہ رضی اللہ عنہ بولے: میں ایسا ہی کروں گا۔ مقدام نے کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ معاویہ نے کہا: ہاں۔ پھر کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ کہا: ہاں معلوم ہے، پھر کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھال پہننے اور اس پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے؟ کہا: ہاں معلوم ہے۔ تو انہوں نے کہا: معاویہ رضی اللہ عنہ! قسم اللہ کی میں یہ ساری چیزیں آپ کے گھر میں دیکھ رہا ہوں؟ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: مقدام! مجھے

معلوم تھا کہ میں تمہاری نکتہ چینیوں سے بچ نہ سکوں گا۔ خالد کہتے ہیں: پھر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدام رضی اللہ عنہ کو اتنا مال دینے کا حکم دیا جتنا ان کے اور دونوں ساتھیوں کو نہیں دیا تھا اور ان کے بیٹے کا حصہ دو سو والوں میں مقرر کیا، مقدام نے وہ سارا مال اپنے ساتھیوں میں بانٹ دیا، اسدی نے اپنے مال میں سے کسی کو کچھ نہ دیا، یہ خبر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا: مقدام سخی آدمی ہیں جو اپنا ہاتھ کھلا رکھتے ہیں، اور اسدی اپنی چیزیں اچھی طرح روکنے والے آدمی ہیں۔ (رواہ ابو داؤد: 4131 و احمد)

مرزا جہلمی اس روایت کو بیان کر کے اپنے دروس کے اندر کہتے ہیں کہ جب معاویہ رضی اللہ عنہ حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت پر خوش ہوا گویا کہ اشارہ ہے کہ شہید کرنے والے بھی یہی ہونگے۔ معاذاللہ ثم معاذاللہ۔ اس جاہلانہ جہلمی نظریے پر جتنا افسوس کیا جائے وہ کم ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ یہ روایت سند کے اعتبار سے سخت ضعیف ہے۔

اس روایت میں بقیہ بن ولید ہے اس کی روایت کو قبول کرنے کے لیے علماء نے پانچ شروط کا ذکر کیا ہے جیسا کہ جرح تعدیل کے عظیم عربی عالم الشیخ عبد اللہ السعد اپنی کتاب الجرح والتعدیل میں اور الابانۃ کی انتہائی عظیم ترین، اور جامع ترین مقدمے میں بقیہ کے حوالے سے ان پانچ اصولوں کو بیان فرماتے ہیں، ہم اپنی ترتیب کے ساتھ ان اصولوں کو ذکر کرتے ہوئے ان پر تفصیلی کلام کرتے ہیں.

اولاً: شیخ السعد فرماتے ہیں:

أن يكون الراوي عنه ثقة متيقِّظاً ويستحسن أن لا يكون حمصياً وذلك أن بقية قد يروي عن آخر ولا يصرح بالتحديث فيرويه الراوي عنه على أن بقية صرح بالتحديث بينه وبين شيخه وبقية لم يفعل ذلك وهذا إما أن يفعله الراوي عن بقية تعمّداً أو غفلة.

بقیہ سے بیان کرنے والا ہوشیار (چکنہ) ثقہ راوی ہو اور مستحسن یہی ہے کہ وہ راوی حمصی نہ ہو کیونکہ بقیہ کبھی تصریح سماع کے بغیر روایت کرتا ہے اور اس سے سننے والا (حمصی راوی) اس کو تصریح سماع سے روایت کر دیتا ہے حالانکہ بقیہ نے تصریح سماع نہیں کیا ہوتا بقیہ سے بیان کرنے والا راوی یہ عمل یا تو جان بوجھ کر کرتا ہے یا غفلت کے بنیاد پر.

معزز قارئین کرام!

موجودہ روایت کو بقیہ اہل حمص سے ہی بیان کر رہے ہیں اور اہل حمص سے بقیہ کی روایات کے بارے میں اصول آپ نے پڑھا کہ، ظاہراً سماع کی صراحت ہو پھر بھی روایت مردود سمجھی جائے گی کیونکہ اہل حمص صیغہ تصریح سماع اور غیر تصریح میں فرق نہیں کرتے تھے۔ جیسا کہ محدث ابوزرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان موجود ہے جب ان سے اس سند کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیسی ہے؟

رواه أبو تقي قال: ثني بقية قال حدثني عبد العزيز بن أبي رواد عن نافع عن ابن عمر قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: " لا تبدءوا بالكلام قبل السلام فمن بدأ بالكلام قبل السلام فلا تجيبوه ".

اس سند میں بقیہ نے (حدثنی) کہا ہے۔

لیکن اس سند کے بارے میں ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال أبو زرعة: هذا حديث ليس له أصل، لم يسمع بقية هذا الحديث من عبد العزيز إنما هـو عن أهل حمص وأهل حمص لا يميزون هذا.

اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، کیونکہ بقیہ نے اس حدیث کو عبد العزیز سے نہیں سنا، بیشک اسکی یہ روایت اہل حمص سے ہے اور اہل حمص صیغہ سماع کی تمیز نہیں

کرتے (یعنی اہل حمص جب روایت کرتے ہیں تو عدم سماع کے لیے بھی سماع والے صیغے ذکر کر دیتے ہیں)۔

(العلل لابن ابی حاتم الرازی رحمه الله 2/331-332/ وفی نسخ ج 6 ص 2527 مسئلة نمبر: 2517 علل واخبار رویت فی الآداب والطب)

ثانیاً: شیخ السعد فرماتے ہیں:

إذا صرِّح بينه وبين شيخه بالتحديث

اپنے شیخ سے تصریح سماع کرے اور یہاں وہ نہیں ہے

اگرچہ مسند احمد میں وہ موجود ہے لیکن بے فائدہ ہے کیونکہ وہاں بھی اس سے بیان کرنے والا عثمان الحمصی راوی ہی ہے اور اہل حمص کا بقیہ سے تصریح سماع بھی مردود ہے۔

ثالثاً: شیخ السعد فرماتے ہیں:

إذا صرّح بالتحديث بين شيخه وشيخ شيخه لأنه أحياناً يدلّس تدليس التسوية.

اس کی روایت اس وقت قبول ہوگی جب وہ اپنے شیخ اور شیخ کے شیخ کے درمیان صیغہ تصریح سماع ذکر کرے۔ (اور آگے پوری سند میں تصریح سماع ہو) کیونکہ وہ کبھی کبھار تدلیس تسویہ بھی کرتا تھا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کے بقیہ تدلیس تسویہ کرتا تھا تدلیس تسویہ کا مقصد یہ ہے کہ کوئی راوی ایک روایت اپنے ثقہ استاد سے سنے اور اس نے وہ روایت ضعیف سے سنی ہو اور اس ضعیف کا استاد ثقہ ہو تو یہ راوی بیچ سے ضعیف کو گرا کر سند کو ایسے بنا دیتا ہے ثقہ سے ثقہ روایت کر رہا ہے اب پڑھنے سننے والا سند صحیح سمجھ لیتا کیونکہ حقیقت یہ ہوتی ہے کہ اس ثقہ نے دوسرے ثقہ سے سنا ہوتا ہے لیکن یہ راوایت نہیں سنی ہوتی۔

نوٹ: قدیم علماء کے ہاں اسکانام تجوید تھا کہتے تھے جو دہ فلان، سب سے پہلے علامہ ابن القطان الفاسی نے اسکانام تدلیس تسویہ متعارف کرایا۔ قالہ السخاوی فی (فتح المغیث: ج، 1 ص 193/194)

بقیہ تدلیس تسویہ کرتا تھا اس حوالے سے کئی علماء کے اقوال موجود ہیں، ہم چند کو ذکر کرتے ہیں۔

(1) ابو حاتم الرازي رحمۃ اللہ علیہ ایک کی سند پر بحث فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

فكان بقية ابن الوليد كني عبيد الله بن عمرو و نسبه الى بني أسد لكي لا يفتن به حتى اذا ترك اسحاق بن ابي فروة من الوسط لا يهتدي له و كان بقية من افعل الناس لهذا.

گویا کہ بقیہ بن ولید نے اس میں عبید اللہ بن عمرو کی کنیت بیان کی ہے اور اسے بنو اسد (قبیلہ) کی طرف منسوب کیا ہے تا کہ اسے پہچان نہ لیا جائے یہاں تک کہ اسحاق بن ابی فروہ کو درمیان سے گرادیا ہے تا کہ اس کے بارے میں پتہ نہ چلے، اور بقیہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ یہ کام کرتا تھا۔ (العلل لابن ابی حاتم الرازی ج 5 ص 251 الرقم: 1957)

ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے دلیل کے ساتھ بقیہ پر تدلیس کا حکم لگایا بلکہ کہا (افعل الناس) **افعل صیغہ تفضیل ہے یعنی اس کا یہ کام بڑھ چڑھ کر ہوتا تھا۔**

نوٹ: مذکورہ سند میں جس راوی اسحاق کو اس نے گرایا ہے وہ سخت ضعیف ہے بلکہ بعض نے اسے کذاب اور متروک الحدیث تک کہا ہے، جو شخص درمیان سے ایسے کمزور شخص کو گرا سکتا ہے تا کہ لوگ اس کی روایت کو صحیح سمجھیں تو ایسے راوی کی پوری روایت میں تصریح سماع کی شرط لگانا ضروری ہے۔

(2)علامہ بدرالدین الزرکشی رحمۃ اللہ علیہ تدلیس تسویہ کا ذکر کرتے فرماتے ہیں:

ومن من اشتهر بهذا بقية بن الوليد. (النكت على ابن الصلاح: ص193)

(3)حافظ محدث عبدالرحیم العراقی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کو تدلیس تسویہ کرنے والوں میں ذکر کرتے ہیں۔ (فتح المغيث شرح الالفيه للعراقى: ص98)

(4)حافظ عمر بن علی المشہور بابن الملقن۔

اس کو تدلیس تسویہ کرنے والوں میں ذکر کرتے ہیں۔

(المقنع فى علوم الحديث، النوع الثانى عشر معرفة التدليس وحكم المدلس ص 110)

(5)حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف۔

إن سلم من وهم بقية ففيه تدليسه تدليس التسوية، لأنه عنعن لشيخه

اگرچہ روایت بقیہ کے وہم سے سالم ہے لیکن اس میں اسکی تدلیس تسویہ موجود ہے کیونکہ اس نے اپنے استاد سے عنعنہ سے روایت بیان کی ہے۔

(التلخيص الحبير ج2 ص163)

اس قول کو شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی برقرار رکھا ہے۔ (الارواء الغليل ج3 89)

حافظ ابن حجر ایک دوسری روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

بقية صدوق، لكنه يدلس و يسوي، قد عنعنه عن شيخه و شيخ شيخه .

”بقیہ صدوق راوی ہے، لیکن تدلیس تسویہ کرتا تھا، اس نے اپنے استاذ اور استاذ کے استاذ سے بصیغہ عن روایت کی ہے۔“[موافقه الخبر الخبر لابن حجر: 1/276]

(6)حافظ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس پر یہ حکم لگاتے تھے۔

(الكفاية فى علم الرواية: 316)

(7): امام ابو احمد الحاکم محدث خراسان (یہ امام ابو عبد اللہ الحاکم صاحب المستدرک کے استاد ثقہ، امام ہیں) بقیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

(ثقة فی حديثة إذا حدث عن الثقات بما يعرف لكنه ربماروى عن أقوام مثل الأوزاعي و الزبيدي و عبيد الله العمري أحاديث شبيهة بالموضوعة أخذها عن محمد بن عبدالرحمن و يوسف بن السفر و غير هما من الضعفاء و يسقطهم من الوسط و يرويها عن من حدثوه بها عنهم)

جب وہ ان ثقہ راویوں سے روایتیں بیان کرے جو معروف ہیں (صیغہ صراحت کے ساتھ) تو ثقہ ہے کیونکہ بعض اوقات وہ کچھ اہل علم مثلاً اوزاعی، زبیدی اور عبید اللہ العمری سے موضوعات کے مشابہ وہ احادیث بیان کرتا ہے جو اس نے محمد بن عبد الرحمن اور یوسف بن السفر و غیر ہما ضعیف راویوں سے حاصل کی تھیں وہ انہیں درمیان سے گرا کر ان سے حدیثیں بیان کرتا ہے جن سے انہوں نے اسے احادیث سنائی تھیں۔

(تهذيب التهذيب : ج1ص477)

(8) العلامہ الحافظ صلاح الدین ابو سعید العلائی۔

بقية بن الوليد مشهور به مكثر له عن الضعفاء يعانى التسوية التى تقدم ذكرها۔

یعنی: بقیہ بن ولید ضعیف راویوں سے تدلیس تسویہ کرنے میں مشہور ہے۔

(جامع التحصيل للعلائى، ص105)

بقیہ کی روایت کے مقبول ہونے کے لیے دو اور بھی شرطیں شیخ السعد نے ذکر کیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ معروف ثقہ راوی سے بیان کر رہا ہو اور شامی راویوں میں سے بحیر بن سعد اور محمد بن زیاد الشامی راویوں سے بیان کرتا ہو۔

خلاصہ کلام:

بقیہ کی روایت کے قبول ہونے کے لیے مذکورہ پانچ شرطوں میں سے کوئی ایک بھی مفقود ہوئی تو اسکی روایت کو مردود اور ضعیف سمجھا جائے گا۔

اور یہاں تین شرطوں کا فقدان ہیں لہذا یہ روایت ضعیف ہے اور اسکی تین علتیں ہیں۔

پہلی علت:

خود بقیہ مدلس ہے عن سے بیان کر رہا ہے اگرچہ مسند احمد میں اس کی روایت تصریح سماع سے موجود ہے لیکن وہ بھی مردود سمجھی جائے گی کیونکہ حمصی راوی سے ہے۔

دوسری علت:

بقیہ تدلیس تسویہ کرتا تھا لہذا پوری سند میں تصریح سماع ضروری ہے اور یہاں اس طرح نہیں ہے۔

تیسری علت:

اہل حمص جب اس سے روایت کریں تو روایت مردود سمجھی جائے گی کیونکہ وہ صیغہ تصریح کی تمیز نہیں کرتے۔

نوٹ: اس روایت کو علامہ شعیب الارناؤط رحمۃ اللہ علیہ نے مسند احمد کی تحقیق میں ضعیف کہا ہے۔

معزز قارئین!

جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ یہ روایت سنداً ضعیف ہے تو جہلمی صاحب کا اعتراض اس کے لیے ذلت بن گیا۔

اسی طرح شیعہ کی طرف سے مندرجہ ذیل دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

روافض کی طرف سے اس حوالے پیش کردہ دلیل نمبر: دو۔

قال الإمام ابن سعد: أنا محمّد بن عمر: نا عبد الله بن جعفر عن عبد

الله بن حسن قال: كان الحسن بن عليّ رجلا كثير نكاح النساء، وكنّ أقلّ ما يحظين عنده، وكان قلّ امرأة يتزوّجها إلّا أحبّته وضنت به، فيقال: إنّه كان سقى، ثم أفلت، ثم سقى فافلت، ثمّ كانت الآخرة توفّى فيها، فلمّا حضرته الوفاة، قال الطبيب، وهو يختلف إليه: هذا رجل قد قطع السم أمعائه، فقال الحسين: يا أبا محمّد! خبّرنى من سقاک السمّ، قال: ولم يا أخى؟ قال: أقتله، والله قبل أن أدفنک، أو لا أقدر عليه، أو يكون بأرض أتكلّف الشخوص إليه، فقال: يا أخى! إنّما هذه الدنيا ليال فانية دعه، حتّى ألتقى أنا وهو عند الله، فأبى أن يسمّيه، وقد سمعت بعض من يقول: كان معاوية قد تلطّف لبعض خدمه أن يسقيه سمّا۔

”عبد اللہ بن حسن بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ عورتوں سے بہت زیادہ نکاح کرتے تھے۔ عورتیں ان کے پاس بہت کم عرصہ رہتی تھیں۔ تقریباً سب عورتیں، جن سے آپ شادی کرتے، وہ آپ سے محبت کرتی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ ان کو زہر پلایا گیا، لیکن وہ ٹھیک ہو گئے۔ پھر زہر پلایا گیا، لیکن وہ پھر ٹھیک ہو گئے۔ جب آخری دفعہ تھی تو وہ اس میں فوت ہو گئے۔ جب ان کی وفات کا وقت حاضر ہوا تو طبیب نے ان کی طرف آتے ہوئے کہا: یہ ایسا آدمی ہے، جس کی انتڑیاں زہر نے کاٹ ڈالی ہیں۔ حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابو محمد! مجھے بتائیے کہ آپ کو زہر کس نے پلائی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیوں بھائی؟ حسین رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم میں اسے آپ کو دفن کرنے سے پہلے قتل کر دوں گا یا اس پر قدرت نہ رکھ سکوں گا یا وہ ایسی زمین میں ہو گا، جہاں میرا داخل ہونا محال ہو گا (تو الگ مسئلہ ہے)

اس پر حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے میرے بھائی! یہ دنیا چند فانی راتوں پر مشتمل ہے۔

اس شخص کو چھوڑ دو، میں اس کے ساتھ اللہ کے ہاں ملاقات کروں گا۔ یہ کہہ کر انہوں نے اس کا نام بتانے سے انکار کر دیا۔ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسین رضی اللہ عنہ کے کسی خادم کو زہر پلانے پر ورغلایا تھا۔" (تاریخ ابن عساکر: ج 13 ص 282/283)

یہ روایت سخت ضعیف ہے اس میں مشہور کذاب راوی محمد بن عمر الواقدی موجود ہے۔

واقدی کے بارے میں چند علماء کے تبصرے ملاحظہ ہوں.

قال البخاري: عن مالك و معمر، سكتوا عنه، تركه احمد و ابن نمير.

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مالک اور معمر سے روایت کیا ہے وہ اسکے بارے سکوت کرتے تھے، امام احمد اور ابن نمیر رحمہما اللہ نے اس کو متروک کہا ہے۔ (تاریخ الکبیر ج 1 ص 179)

قال ابن ابي حاتم الرازي: نا عبدالرحمن قال سألت ابي عن محمد بن عمر الواقدي المديني، فقال متروك الحديث

عبد الرحمن کہتے کہ: میں نے اپنے والد سے محمد بن عمر واقدی کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا کہ: متروک الحدیث ہے۔ (الجرح و التعدیل ج8 ص27)

امام ابن القیسرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: أجمعوا على تركه

اس کے متروک ہونے پر محدثین کا اجماع ہے۔

[معرفة التذكرة لابن القيسراني: ص: 163]

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

والكذابون المعروفون بِوَضْع الحَدِيث على رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم أَرْبَعَة: ١ - ابْن أبي يحيى بِالْمَدِينَةِ ٢ - والواقدي بِبَغْدَاد ٣ - وَمُقَاتِل

بن سُلَيْمَان بخراسان ٤ – وَمُحَمّد بن السعيد بِالشَّام

اللہ کے رسول صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر حدیث گھڑنے والے مشہور و معروف جھوٹے راوی چار ہیں (1) مدینہ میں ابن ابی یحیی۔ (2) بغداد میں واقدی۔ (3) خراسان میں مقاتل بن سلیمان۔(4) شام میں محمد بن سعید۔

(أسئلة للنسائي في الرجال المطبوع فی رسائل في علوم الحديث ص: 76)

اس کے علاوہ واقدی پر کئی علماء نے جرح کی۔

دلیل نمبر: تین

قال العلامة ابن عبد البرّ رحمة الله عليه: ذكر أبو زيد عمر بن شبه وأبو بكر بن أبى خيثمة قالا: حدّثنا موسى بن إسماعيل قال: حدّثنا أبو بلال عن قتادة قال: دخل الحسين على الحسن، فقال: يا أخى! إنّى سقيت السمّ ثلاث مرّات، لم أسق مثل هذه المرّة، إنّى لأضع كبدى، فقال الحسين: من سقاک يا أخى؟ قال: ما سؤالک عن هذا، أتريد أن تقاتلهم؟ أكلـــهم إلى الله، فلمّا مات ورد البريد بموته على معاوية، فقال: يا عجبا من الحسن شرب شربة من عسل بماء رومة فقضى نحبه۔ ''

حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ، سیدنا حسن رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے پاس آئے اور کہا: اے بھائی! میں نے تین بار زہر پیا ہے، لیکن اس مرتبہ کی طرح کبھی نہیں پلایا گیا۔ میرا جگر نکلتا جارہا ہے۔ سیدنا حسین رَضِیَ اللہُ عَنْہُ نے کہا: بھائی! آپ کو کس نے زہر پلایا ہے؟ فرمایا: اس بارے میں آپ کیوں سوال کرتے ہیں؟ کیا آپ ان سے لڑائی کرنا چاہتے ہیں؟ میں ان کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ جب سیدنا حسن رَضِیَ اللہُ عَنْہُ فوت ہوگئے اور سیدنا معاویہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ کے پاس آپ کی موت کا پیغام پہنچا تو

آپ کہنے لگے: افسوس ہے حسن رضی اللہ عنہ پر انہوں نے رومہ (کنویں) کے پانی کے ساتھ شہد کا ایک جام پیا اور وقت زندگی کو پورا کر دیا۔" (الاستیعاب: ج1 ص115)

تبصرہ: یہ روایت ضعیف ہے اس میں کئی علتیں ہیں۔ پہلی علت:

اس کا راوی محمد بن سلیم ابو ہلال الراسبی جمہور علماء کے نزدیک ضعیف ہے۔ اسکے بارے میں شیخ غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری حفظہ اللہ نے علماء کے اقوال جمع کیے ہیں وہ ملاحظہ ہوں۔

جارحین:

1- امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قد احتمل حديثه إلّا أنّه يخالف فى حديثه قتادة، وهو مضطرب الحديث عن قتادة

"اس کی حدیث بیان کی گئی ہے، لیکن یہ قتادہ سے بیان کرنے میں ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا ہے۔ قتادہ سے اس کی حدیثیں مضطرب ہیں۔"

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ج7 ص273)

2- امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ ابو ہلال راسبی کی قتادہ سے روایات کیسی ہیں؟ فرمایا: اس میں ضعف ہے، یہ راوی کچھ اچھا ہے۔

(الجرح والتعدیل: ج7 ص274، وسندہ، صحیحٌ)

3- امام ابنِ عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذه الأحاديث لأبى هلال عن قتادة عن أنس كلّ ذلك، أو عامّتها غير محفوظة

"یہ ابو ہلال کی قتادہ عن انس احادیث ہیں۔ یہ سب کی سب یا اکثر غیر محفوظ ہیں۔"

(الکامل لابن عدی: ج6 ص214، وفی نسخۃ: ج6 ص220)

ان تینوں ائمہ کرام کی جرح مفسر ہے۔ یہ روایت بھی ابو ہلال کی قتادہ سے ہے، لہٰذا"ضعیف"ہے۔

4-امام ابنِ سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:فیہ ضعف۔"اس میں کمزوری ہے۔"

(الطبقات الکبرٰی لابن سعد: ج7 ص275)

5-امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:لیس بقویّ۔"یہ قوی راوی نہیں ہے۔"

(الضعفاء للنسائی: 202)

6-امام ابو زرعہ الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لیّن۔"کمزور راوی ہے۔"

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ج7 ص274)

7-امام یزید بن زریع کہتے ہیں کہ یہ کچھ بھی نہیں۔

(الجرح والتعدیل: ج7 ص273، وسندہ، صحیحٌ)

نیز فرماتے ہیں:عدلت عن أبی ھلال عمدا۔"میں جان بوجھ کر ابو ہلال سے دُور ہٹا ہوں۔" (الجرح والتعدیل: ج7 ص273، وسندہ، صحیحٌ)

8-امام یحییٰ بن سعید القطان اس سے روایت نہیں لیتے تھے۔

(الجرح والتعدیل: ج7 ص273، وسندہ، صحیحٌ)

9-امام ابنِ حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وکان أبو ھلال شیخا صدوقا، إلّا أنّہ کان یخطیء کثیرا من غیر تعمّد، حتّی صار یرفع المراسیل، ولا یعلم، وأکثر ما کان یحدّث من حفظہ، فوقع المناکیر فی حدیثہ من سوء حفظہ۔

"ابو ہلال سچا شیخ تھا، لیکن بغیر قصد کے بہت زیادہ غلطیاں اس سے سرزد ہوتی تھیں،

یہاں تک کہ وہ انجانے میں مرسل روایات کو مرفوع بیان کرنے لگا۔ وہ اکثر اپنے حافظے سے بیان کرتا تھا، لہٰذا اس کے حافظے کی خرابی کی وجہ سے منکر روایات اس کی حدیث میں داخل ہو گئیں۔" (المجروحین لابن حبان: ج6 ص295، 296)

10-امام البزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: واحتملوا حديثه، وإن كان غير حافظ "محدثین نے اس کی حدیثیں لی ہیں، اگرچہ یہ حافظے والا نہیں تھا۔"

(مسند البزار: 1796)

11-امام ابن ابی حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: محلّه الصدق، لم يكن بذاك المتين۔ "اس کا مقام سچ والا ہے۔ زیادہ مضبوط راوی نہ تھا۔"

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ج7 ص274)

12-امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنی کتاب الضعفاء (482-483[324]) میں ذکر کیا ہے۔

13-امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنی کتاب الضعفاء الکبیر (4/74) میں ذکر کیا ہے۔

<u>معدلین</u>

1-امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ کہا ہے۔ (سوالات الحاکم: 468)

یہ قول امام دارقطنی کے اپنے ہی قول کے معارض ہے، لہٰذا ساقط ہے۔

امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ یہ "ضعیف" راوی ہے۔

(العلل: 4/40 بحوالۃ موسوعۃ اقوال الدارقطنی)

2-امام ابوحاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: سلام بن مسكين أحبّ إليک أم أبو هلال؟ قال: أبو هلال أشبه بالمحدثين

"سلام بن مسکین آپ کو زیادہ اچھے لگتے ہیں یا ابوہلال؟ فرمایا: ابوہلال محدثین کے

زیادہ قریب ہے۔" (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ج7 ص274)

یہ جمہور کی جرح کے معارض ومخالف قول ناقابل قبول ہے۔

3-امام ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: كان سليمان بن حرب جيّد الرأی في أبي هلال الراسبيّ۔

"سلیمان بن حرب، ابو ہلال الراسبی کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔"

(الجرح والتعدیل: ج7 ص274، وسندہ، صحیحٌ)

4امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ليس بصاحب كتاب، ليس به بأس۔

"یہ صاحبِ کتاب نہ تھا۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔"

(الجرح والتعدیل: ج7 ص274، وسندہ، صحیحٌ)

یہ قول خود امام صاحب کے اپنے قول کے معارض ومخالف ہے، لہٰذا یہ ناقابل التفات ہے۔ امام صاحب خود فرماتے ہیں: لم يكن له كتاب، وهو ضعيف الحديث۔

"اس کے پاس کوئی کتاب نہ تھی۔ اس کی حدیث ضعیف ہے۔"

(تاریخ ابن ابی خیثمة: 2205)

5-امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے ثقہ کہا ہے۔ (تہذیب الکمال: ج16 ص319)

یہ قول مردود ہے، کیونکہ اس کے راوی ابو عبید الآجری کے حالات نہیں مل سکے۔

6-امام عبد الرحمن بن مہدی اس سے روایت لیتے تھے اور وہ غالبا ثقہ سے روایات بیان کرتے تھے۔

7،8،9- امام ابنِ خزیمة (2044)، امام ابوعوانة (4013)، امام حاکم (333/4) نے اس کی حدیث کی تصحیح کر کے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔

ثابت ہوا کہ ابو ہلال الراسبی البصری جمہور کے نزدیک "ضعیف" ہے۔ خصوصاً جب

یہ قتادہ سے بیان کرے تو "ضعیف" ہوتا ہے، لہٰذا حافظ علائی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کہنا کہ جمہور نے اس کی توثیق کی ہے(فیض القدیر للمناوی: ٦/ ٣٨١) صحیح نہیں۔

باقی متاخرین، مثلاً حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ(العبر: ج1 ص77)، حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ(التلخیص: ج3 ص85)، حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ(مجمع الزوائد: ج5 ص197)، بوصیری(مصباح الزجاجۃ: 1518)، علامہ قرطبی(التذکرۃ: 383)وغیرہ کا اسے ثقہ قرار دینا متقدمین کے مقابلے میں قابل قبول نہیں۔

انتھی کلام الشیخ حفظہ اللہ۔

دوسری علت:

اس کی سند میں قتادہ بن دعامہ مدلس ہیں، اور قال سے بیان کر رہے ہیں جس میں تصریح سماع نہیں لہٰذا روایت مردود ہے۔

قال أبو داود الطيالسي: قال شعبة: كنا نعرف الذي لم يسمع قتادة مما سمع إذا قال: قال فلان، وقال فلان، عرفنا أنه لم يسمع

شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: قتادہ رحمۃ اللہ علیہ جب قال کہیں تو اس روایت کو انہوں نے نہیں سنا ہوتا۔(السیر: ج5 ص275)

اسی طرح قتادہ کا حسنین کریمین رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں، لہٰذا یہ روایت منقطع اور مردود ہے۔

معزز قارئین! اس موضوع پر شیعہ کی طرف سے پیش کردہ تمام روایات من گھڑت ہیں اس حوالے سے علماء کے چند اقوال ملاحظہ ہوں۔

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وما نقل من أن معاوية دس إليه السم مع زوجته جعدة بنت الأشعث،

فهو من أحاديث الشيعة، حاشا لمعاوية من ذلك " .

جو بات منقول ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو زہر دیا تھا ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث کے ذریعے یہ شیعہ کی (بنائی ہوئی) احادیث میں سے ہے معاویہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ پناہ دے اس کام سے۔ (تاریخ ابن خلدون: ج2 ص649)

شیخ الاِسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

وأما قوله: " إن معاوية سم الحسن " فهذا مما ذكره بعض الناس، ولم يثبت ذلك ببينة شرعية، أو إقرار معتبر، ولا نقل يجزم به، وهذا مما لا يمكن العلم به، فالقول به قول بلا علم وقد رأينا في زماننا من يقال عنه: إنه سم، ومات مسموما، من الملوك وغيرهم، ويختلف الناس في ذلك، حتى في نفس الموضع الذي مات فيه ذلك الملك، والقلعة التي مات فيها، فتجد كلا منهم يحدث بالشيء بخلاف ما يحدث به الآخر، ويقول: هذا سمه فلان، وهذا يقول: بل سمه غيره لأنه جرى كذا، وهي واقعة في زمانك، والذين كانوا في قلعته هم الذين يحدثونك " انتهى من.

جو معترض نے بات کی کہ (معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا) اس چیز کو بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے حالانکہ اس سلسلے میں کوئی شرعی گواہی موجود نہیں اور نہ ہی معتبر اقرار موجود ہے۔ نہ ہی اس طرح کی روایت منقول ہے جس پہ اعتبار کیا جائے اور یہ ان معاملات میں سے ہے جن کے بارے میں علم ناممکن ہے تو اس کے بارے میں بولنا بھی بغیر علم کے بولنا ہی ہے اور یقینا ہم نے اپنے زمانے میں ایسے بادشاہوں وغیرہ کو دیکھا ہو گا جن کے بارے میں کہا جاتا تھا: اس کو زہر دیا گیا ہے اور زہر پی کر مرا ہے اور لوگ اس بارے

میں اختلاف کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہاں کے لوگ بھی جس جگہ میں وہ بادشاہ مرا ہے، اور اس قلعہ کے لوگ بھی جہاں پر مرا ہے، پھر آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے برخلاف بولتا ہے، اور یہ کہتا ہے کہ اس کو فلاں نے زہر دیا ہے اور دوسرا کہتا ہے اس کو دوسرے نے زہر دیا ہے کیوں کہ معاملہ یوں ہوا تھا اور یہ واقعہ تو آپ کے زمانہ کا ہے اور وہی لوگ آپ کو خبر دیتے ہیں جو اس بادشاہ کے قلعے میں موجود ہوتے ہیں۔

(منهاج السنة: ج4ص 469)

علامہ اَبو بکر بن العربي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فإن قيل: قد دس على الحسن من سمه؟ قلنا: هذا محال من وجهين: أحدهما: أنه ما كان ليتقي من الحسن بأسًا، وقد سلم الأمر. الثاني: أنه أمر مغيب لا يعلمه إلا الله، فكيف تحملونه - بغير بينة - على أحد من خلقه، في زمان متباعد لم نثق فيه بنقل ناقل، بين أيدي قوم ذوي أهواء، وفي حال فتنة وعصبية، ينسب كل واحد إلى صاحبه ما لا ينبغي، فلا يقبل منها إلا الصافي، ولا يسمع فيها إلا من العدل المصمم

اگر کہا جائے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دینے کی سازش کی تھی؟

ہم کہیں گے یہ معاملہ دو وجہ سے ناممکن ہے۔

اولا: معاویہ رضی اللہ عنہ کو حسن رضی اللہ عنہ سے کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ حسن رضی اللہ عنہ نے تو خلافت کا معاملہ ان کے حوالے کر دیا تھا۔

ثانیاً: یہ غیب کی خبر ہے جس کو صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بس اس معاملے کو آپ کیسے فٹ کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی ایک بندے پر بغیر کسی دلیل کے؟ اور

یہ معاملہ اس زمانے میں ہوا تھا جو ہم سے بہت زیادہ دور ہے۔ جس (زمانہ کے ہر) ناقل کی خبر پر ہم اعتماد نہیں کرسکتے کیوں کہ ان کے سامنے وہ قومیں (بھی) تھیں جو خواہش پرست تھیں اور انکے حالات فتنہ و عصبیت والے تھے۔ (اس زمانے میں ایسے لوگ بہت تھے) جو دوسرے کی طرف ایسی چیزوں کو منسوب کرتے تھے جو اس کے لیے لائق نہیں تھیں، (تو یادرکھیں ایسے زمانے کی) صرف اس بات کو قبول کیا جائے گا جو خالص ترین ہو اور جس کو پختہ عادل انسان سے سنا گیا ہو۔ (العواصم من القواصم، ص 213-214)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقالت طائفة: كان ذلك بتدسيس معاوية إليها، وبذل لها على ذلك، وكان لها ضرائر، قلت: هذا شيء لا يصح ؛ فمن الذي اطلع عليه؟ انتهى من "

ایک جماعت نے کہا کہ حسن رضی اللہ عنہ کی وفات، معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے انکی بیوی کی طرف تدبیر کرنے کی وجہ سے ہوئی اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کام کے لیے مال خرچ کیا اس عورت کی سوکنیں بھی تھیں۔ (تاريخ الإسلام: ج4 ص40)

امام ذہبی فرماتے ہیں: یہ چیز صحیح طور پر ثابت نہیں۔ کون شخص ہے جس کو اس کام کا پتہ چلا تھا؟؟

معزز احباب!

کسی بھی صحیح سند کے ساتھ روایت میں مذکور نہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا تھا یا زہر دینے کا حکم دیا تھا یا وفات کی خبر سن کر خوش ہوئے تھے۔ اسی طرح بعض روافض نے اس زہر والے معاملے کی نسبت یزید بن معاویہ کی طرف کی ہے لیکن وہ بھی صحیح ثابت نہیں ہے، جیسا کہ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

وَرَوَى بَعْضُهُمْ أَنَّ يَزِيدَ بْنَ مُعَاوِيَةَ بَعْثَ إِلَى جَعْدَةَ بِنْتِ الْأَشْعَثِ أَنْ سُمِّي الْحَسَنَ وَأَنَا أَتَزَوَّجُكِ بَعْدَهُ، فَفَعَلَتْ، فَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ بَعَثَتْ إِلَيْهِ، فَقَالَ: إِنَّا وَاللَّهِ لَمْ نَرْضَكِ لِلْحَسَنِ، أَفَنَرْضَاكِ لِأَنْفُسِنَا؟ وَعِنْدِي أَنَّ هَذَا لَيْسَ بِصَحِيحٍ، وَعَدَمُ صِحَّتِهِ عَنْ أَبِيهِ مُعَاوِيَةَ بِطَرِيقِ الْأُولَى وَالْأَحْرَى.

بعض نے روایت کیا ہے کہ یزید بن معاویہ نے جعدہ کی طرف پیغام بھیجا کہ حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دو، ان کی وفات کے بعد میں تم سے شادی کروں گا۔ تو اس نے یہ کام کیا جب حسن رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی تو اس عورت نے یزید کی طرف پیغام بھیجا۔ یزید نے کہا: یقینا اللہ کی قسم ہم نے تجھے حسن رضی اللہ عنہ کے لیے پسند نہیں کیا تو اپنے لئے کیسے پسند کریں گے؟

(البداية والنهاية: ج11ص 208)

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ بات صحیح طور پر ثابت نہیں ہے، جبکہ یزید کے والد معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے تو بالاولی ثابت نہیں ہے۔

نوٹ: شیعہ خود اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے ائمہ عالم الغیب ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ ان کی وفات کب ہو گی

اور ان کی وفات اپنی پسند سے ہوتی ہے کلینی صاحب لکھتے ہیں کہ:

أن الأئمة يعلمون متى يموتون، وأنهم لا يموتون إلا باختيار منهم۔

ائمہ جانتے ہیں کہ کب مریں گے اور وہ اپنی پسند سے ہی مرتے ہیں۔

(أصول الكافي للكليني: ج1ص258)

وضاحت: حسن رضی اللہ عنہ جب عالم الغیب تھے تو انہوں نے زہر والا مشروب کیوں پیا؟؟ اس کے دو ہی جوابات ہو سکتے ہیں یا تو وہ عالم الغیب نہیں تھے یا وہ عالم الغیب تھے لیکن جان بوجھ کر زہر والا مشروب پیا.

نیز اس روایت کے اندر یہ بات ہے کہ ائمہ کی وفات اپنے اختیار اور پسند سے ہوتی ہے تو پھر کسی پر اعتراض کیوں؟

یاد رکھیں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت بھرا تعلق رکھتے تھے اور انکے ثابت شدہ فضائل بیان فرماتے تھے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث پر غور فرمائیں۔

عن معاوية قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يمص لسانه – أو قال: شفته، يعني الحسن بن علي صلوات الله عليه – وإنه لن يعذب لسان، أو شفتان مصهما رسول الله صلى الله عليه وسلم

معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ نے حسن رضی اللہ عنہ کی زبان کو یا ہونٹوں کو بوسہ دے رہے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ ایسی زبان یا ہونٹوں کو کیسے عذاب کرے گا؟؟ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (محبت) میں چوما ہو۔

(رواه احمد: 16848 بسند صحيح)

نوٹ: اس روایت کو صرف حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں معاویہ رضی اللہ عنہ کا اس روایت کو بیان فرمانا واضح دلیل ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ اہل بیت کے عظیم شہزادے حسن رضی اللہ عنہ سے بے پناہ محبت کرتے تھے اور معاویہ رضی اللہ عنہ کبھی بھی حق کو چھپانے والے نہیں تھے۔

واللہ اعلم بالصواب

کیا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے اور علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتے تھے؟

اس حوالے سے مرزا جہلمی اور انکے حواری اپنے مدعی کو ثابت کرنے کے لیے بخاری شریف سے مندرجہ ذیل روایت پیش کرتے ہیں:

حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى، أَخْبَرَنَا هِشَامٌ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَالِمٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وَأَخْبَرَنِي ابْنُ طَاوُسٍ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: " دَخَلْتُ عَلَى حَفْصَةَ وَنَسْوَاتُهَا تَنْطُفُ، قُلْتُ: قَدْ كَانَ مِنْ أَمْرِ النَّاسِ مَا تَرَيْنَ، فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الأَمْرِ شَيْءٌ، فَقَالَتْ: الحَقْ فَإِنَّهُمْ يَنْتَظِرُونَكَ، وَأَخْشَى أَنْ يَكُونَ فِي احْتِبَاسِكَ عَنْهُمْ فُرْقَةٌ، فَلَمْ تَدَعْهُ حَتَّى ذَهَبَ، فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ خَطَبَ مُعَاوِيَةُ قَالَ: مَنْ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَتَكَلَّمَ فِي هَذَا الأَمْرِ فَلْيُطْلِعْ لَنَا قَرْنَهُ، فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ، قَالَ حَبِيبُ بْنُ مَسْلَمَةَ: فَهَلَّا أَجَبْتَهُ؟ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ: فَحَلَلْتُ حُبْوَتِي، وَهَمَمْتُ أَنْ أَقُولَ: أَحَقُّ بِهَذَا الأَمْرِ مِنْكَ مَنْ قَاتَلَكَ وَأَبَاكَ عَلَى الإِسْلاَمِ، فَخَشِيتُ أَنْ أَقُولَ كَلِمَةً تُفَرِّقُ بَيْنَ الجَمْعِ، وَتَسْفِكُ الدَّمَ، وَيُحْمَلُ عَنِّي غَيْرُ ذَلِكَ، فَذَكَرْتُ مَا أَعَدَّ اللَّهُ فِي الجِنَانِ، قَالَ حَبِيبٌ: حُفِظْتَ وَعُصِمْتَ

عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے یہاں گیا تو ان کے سر کے بالوں سے پانی کے قطرات ٹپک رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ لوگوں کا معاملہ آپ دیکھ رہے ہیں اور اس معاملہ میں میرے لئے کچھ نہیں رکھا گیا ہے۔ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا

کہ مسلمانوں کے مجمع میں جاؤ'لوگ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا موقع پر نہ پہنچنا مزید پھوٹ کا سبب بن جائے۔ آخر حفصہ رضی اللہ عنہا کے اصرار پر عبد اللہ رضی اللہ عنہ گئے۔ پھر جب لوگ وہاں سے چلے گئے تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور کہا کہ اس معاملہ میں جسے گفتگو کرنی ہو وہ ذرا اپنا سر تو اٹھائے۔ یقیناً ہم اس معاملہ میں اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ حقدار ہیں۔ حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اس پر کہا کہ آپ نے وہیں اس کا جواب کیوں نہیں دیا؟ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ میں نے اسی وقت اپنے لنگی کھولی (جواب دینے کو تیار ہوا) اور ارادہ کر چکا تھا کہ ان سے کہوں کہ تم سے زیادہ اس معاملہ کا حقدار وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کے لیے جنگ کی تھی۔ لیکن پھر میں ڈرا کہ کہیں میری اس بات سے مسلمانوں میں اختلاف بڑھ نہ جائے اور خونریزی نہ ہو جائے اور میری بات کا مطلب میری منشا کے خلاف نہ لیا جانے لگے۔ اس کے بجائے مجھے جنت کی وہ نعمتیں یاد آ گئیں جو اللہ تعالیٰ نے (صبر کرنے والوں کے لیے) جنت میں تیار کر رکھی ہیں۔ حبیب ابن ابی مسلم نے کہا کہ اچھا ہوا آپ محفوظ رہے اور بچا لیے گئے' آفت میں نہیں پڑے۔ (صحیح البخاری: 4108)

اس حدیث سے کچھ لوگوں نے کچھ غلط مفاہیم نکالے ہیں، اگر روایت میں موجود بعض جملوں کا صحیح مفہوم سمجھ لیا جائے تو ان شاء اللہ کوئی اشکال نہیں ہو گا، ذیل میں ہم دیگر روایات کو مد نظر رکھتے ہوئے اس حدیث کے بعض ان جملوں کی تشریح پیش کرتے ہیں جن کی وجہ سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں۔

اس حدیث سے اخذ کیا جانے والا پہلا غلط استدلال اور اس کا جواب:

پیش کردہ حدیث میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ نقل ہوئے ہیں:

فَلَمْ يُجْعَلْ لِي مِنَ الأَمْرِ شَيْءٌ

اس معاملہ میں میرے لئے کچھ نہیں رکھا گیا ہے۔
بعض نے یہاں پر یہ غلط ترجمہ کیا ہے۔
(مجھے تو کچھ بھی حکومت نہیں دی گئی)

حالانکہ اس کا یہ مناسب ترجمہ نہیں کیونکہ کہ یہاں اصل عربی الفاظ میں خلافت وامارت کا لفظ موجود نہیں ہے اس لئے الامر سے حکومت ہی مراد ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے لہٰذا اس سے مسلمانوں کے معاملات ہی مراد ہو سکتے ہیں کیونکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کبھی بھی حکومت کی خواہش نہیں کی بلکہ وہ تو حکومت اور عہدہ کی پیشکش کے باوجود اس کو رد کرتے تھے جیسا کہ مندرجہ ذیل روایات میں ہے لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ حکومت اور عہدہ کی کیسے حسرت اور خواہش کر سکتے ہیں؟!

فعَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: "لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ رِضْوَانُ اللَّهُ عَلَيْهِ جَاءَ النَّاسُ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رِضْوَانُ اللَّهُ عَلَيْهِ، فَقَالُوا لَهُ: أَنْتَ سَيِّدُ النَّاسِ، وَابْنُ سَيِّدِهِمْ، فَاخْرُجْ بِنَا حَتَّى نُبَايِعَ لَكَ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: أَمَا وَاللَّهِ مَا دَامَ فِيَّ رَوْحٌ فَلَنْ يُهَرَاقَ فِيَّ مِحْجَمَةٌ مِنْ دَمٍ، فَعَاوَدُوهُ فَقَالُوا: إِنْ لَمْ تَخْرُجْ قَتَلْنَاكَ عَلَى فِرَاشِكَ، فَأَعَادَ لَهُمُ الْكَلَامَ مِثْلَ مَا قَالَ فِي الْمَرَّةِ الْأُولَى" قال الحسن: اجتهد القوم فلم يستقلوا شيئا.

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ: فرماتے ہیں کہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد لوگ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ لوگوں کے سردار ہیں اور سردار کے بیٹے ہیں، آئیں نکلیں! ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: خبردار اللہ کی قسم! میری جان میں جب تک روح ہے میری وجہ سے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہایا جائے

گا۔لوگوں نے دوبارہ مطالبہ کیا کہ (ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں)لوگوں نے آپ کو دھمکایا اور اگر آپ نہیں نکلے تو ہم آپ کو آپ کے بستر پر مار دیں گے لیکن پھر بھی آپ کسی بھی صورت میں خلیفہ بننے پر راضی نہ ہوئے۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے بہت بڑی کوشش کی لیکن کچھ حاصل نہ کر سکی۔

(ذکرہ أبو بکر بن الخلال فی السنّة، 2/ 411 قال محققه و سنده صحیح)

اسی طرح حجاج کو جب ابن عمر رضی اللہ عنہما کو خط لکھا اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کا جواب دیا اس میں یہ بھی ہے:

فَكَتَبَ إِلَيْهِ ابْنُ عُمَرَ: أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنَ الْخِلَافَةِ أَنِّي طَلَبْتُهَا فَمَا طَلَبْتُهَا، وَمَا هِيَ مِنْ بَالِي

آپ نے کہا کہ میں نے خلافت کو طلب کیا ہے حالانکہ میں نے کبھی بھی خلافت کو نہیں طلب کیا اور اس کی تو میں پرواہ ہی نہیں کرتا (یعنی اسکے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی خواہش ہے) (رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر: 13048 و سندہ صحیح)

یاد رکھیں! روایت میں موجود یہ جملے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بطور شکوہ، شکایت یا اعتراض کے نہیں کہے، بلکہ بطور حکایت کہتے ہیں۔یعنی آپ مذکورہ اجتماع میں شرکت نہ کرنے کی وجہ بتا رہے ہیں، جب انکی بہن حفصہ رضی اللہ عنہا نے انکو اس اجتماع میں شرکت کا کہا تو آپ نے کہا کہ مسلمانوں کے معاملات سے متعلق انہیں کوئی ذمہ داری نہیں سونپی گئی ہے، نہ ہی ان کے ذمے کوئی معاملہ ہے اس لئے ان کا اس اجتماع میں شریک ہونا ضروری نہیں ہے۔

دراصل مذکورہ اجتماع میں علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کے بیچ اختلاف کو ختم کرنے کے لئے صحابہ و تابعین اکٹھا ہونے والے تھے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس اجتماع میں شرکت

نہیں کرنا چاہتے تھے کیونکہ مسلمانوں کے معاملات سے متعلق ان پر کوئی ذمہ داری نہیں ڈالی تھی اسی لئے انہوں نے اپنی بہن حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ میری کوئی ذمہ داری نہیں ہے اس لئے مجھے جانے کی ضرورت نہیں ہے، اس پر ان کی بہن رضی اللہ عنہا نے انہیں سمجھایا کہ آپ اس اجتماع میں ضرور شرکت کریں، لوگوں کے لئے آپ کی رائے بہت اہمیت رکھے گی، ممکن ہے کہ آپ کے ذریعہ لوگوں میں صلح ہو جائے اس لئے آپ ضرور جائیں یہ سن کر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اس اجتماع میں شریک ہو گئے۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ یہ اجتماع کب اور کیوں ہوا؟

اس حوالے سے علماء کے کئی اقوال ہیں۔ جن کو ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری کے اندر اسی حدیث کی شرح کے تحت ذکر کیا ہے۔

پہلا قول:

بعض اہل علم کا خیال ہے کہ اس سے مراد تحکیم کے وقت کا واقعہ مراد ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا یہی موقف ہے اور انہوں نے اسی کو درست قرار دیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں۔

بعد أن اختلف الحكمان، وهما أبو موسى الأشعري وكان من قبل علي، وعمرو بن العاص وكان من قبل معاوية. ووقع في رواية عبد الرزاق عن معمر في هذا الحديث " فلما تفرق الحكمان " وهو يفسر المراد ويعين أن القصة كانت بصفين

جب حکمین متفق نہ ہو سکے، ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ جو کہ علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھے، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ جو کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھے، مصنف عبد الرزاق کی روایت کے اندر ہے جو معمر سے مروی ہے اس حدیث میں ہے (جب دونوں حکم الگ ہو گئے) ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ الفاظ مراد کی تفسیر اور قصہ کی تعین کرتے ہیں کہ یہ

واقعہ صفین کی بات ہے۔ (فتح الباري: ج7 ص504)

مصنف عبدالرزاق میں اسی روایت میں الفاظ ہیں(فلما تفرق الحکمان خطب معاویة فقال من کان متکلما فلیطلع قرنه) یعنی جب دونوں حکم متفق نہ ہوسکے اور الگ ہو گئے تو اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا۔۔۔

[مصنف عبد الرزاق: 5/ 483 رقم: 9779 و سنده صحیح]

اس سے معلوم ہوا کہ حدیث مذکور میں جس اجتماع کا ذکر ہے اس سے مراد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ کے مابین تحکیم کا واقعہ ہے جو صفین کے موقع پر ہوا۔

دوسرا قول:

اس حوالے سے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وجوز بعضهم أن يكون المراد الاجتماع الأخير الذي كان بين معاوية والحسن بن علي ورواية عبد الرزاق ترده

بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ اجتماع والا معاملہ صلح حسن اور معاویہ رضی اللہ عنہما کے وقت کا ہے۔

لیکن یہ درست نہیں اس پر کوئی دلیل موجود نہیں اسی لئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے غلط قرار دیا ہے اور فرماتے ہیں مصنف عبدالرزاق کی روایت اسکی تردید کرتی ہے۔

تیسرا قول:

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كان هذا في زمن معاوية لما أراد أن يجعل ابنه يزيد ولي عهده، كذا قال ولم يأت له بمستند۔

بعض لوگوں نے کہاہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یزید کے لئے بیعت لی تھی اس وقت کا یہ معاملہ ہے فرماتے ہیں اس طرح (ابن الجوزی) نے کہاہے لیکن انکے پاس کوئی معتمد دلیل نہیں۔

دوسرا مسئلہ: کیا معاویہ رضی اللہ عنہ خود کو عمر اور علی رضی اللہ عنہما سے زیادہ خلافت کا حقدار سمجھتے تھے؟؟

اس حدیث میں معاویہ رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ ہیں:

فَلَنَحْنُ أَحَقُّ بِهِ مِنْهُ وَمِنْ أَبِيهِ

یقیناً ہم اس معاملہ میں اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ حقدار ہیں۔

بعض لوگوں نے کہا یہاں مراد ابن عمر اور انکے والد عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور بعض کے بقول حسن اور ان کے والد علی رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔

یہ دونوں باتیں بے دلیل ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بغیر کسی تخصیص کے عمومی طور پر یہ بات کہی ہے کیونکہ اول تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ عام ہیں دوسرے کہ حسن رضی اللہ عنہ یا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کا کوئی تعلق تھا ہی نہیں تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ انہیں کیوں مراد لے سکتے ہیں۔ کیونکہ سیدنا حسن نے تو خود ہی خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دی تھی جبکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنھما نے تو کبھی خلافت یا امارت کی خواہش تک نہیں کی لہذا یہ دونوں مراد نہیں ہو سکتے، ان جملوں کی حقیقت کو سمجھیں۔

یہاں امر سے مراد خلافت ہے اسکی کوئی دلیل نہیں نہ ہی معاویہ رضی اللہ عنہ سے کسی جگہ وضاحت منقول ہے، کچھ لوگوں نے یہ سمجھ لیاہے کہ یہاں خلافت کے معاملہ میں بات چل رہی ہے، حالانکہ یہ بات قطعا درست نہیں اس سے انکار نہیں کہ روایات میں "الأَمْر" کا لفظ خلافت کے لئے بھی بولا گیاہے لیکن ہر جگہ اس لفظ سے خلافت ہی مراد نہیں ہوتی ہے اور

یہاں بھی یہی بات ہے کہ یہ خلافت کے معنی میں نہیں کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقصد خود کو خلیفہ بنانا نہیں تھا بلکہ قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ سے قصاص لینا تھا لہٰذا یہاں پر معاملہ سے مراد وہ معاملہ ہے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقصد تھا اور وہ ہے، قاتلین عثمان سے قصاص لینا، اسی معاملہ کے بارے میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ بات کہی ہے کہ میں ہر بولنے والے سے اور اس کے باپ سے اس معاملے میں زیادہ حقدار ہوں یعنی خون عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبہ کے بارے میں۔

اور یہ بات درست ہے کہ اس معاملے میں سب سے زیادہ حق دار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی تھے جیسا کہ شہزادہ اہل بیت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی گواہی موجود ہے:

ابو مسلم جرمی تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے هیں کہ

كُنَّا فِي سَمَرِ ابْنِ عَبَّاسٍ، فَقَالَ: إِنِّي مُحَدِّثُكُمْ بِحَدِيثٍ، لَيْسَ بِسِرٍّ وَّلَا عَلَانِية، إِنَّه لَمَّا كَانَ مِنْ أَمْرِ هٰذَا الرَّجُلِ مَا كَانَ، يَعْنِي عُثْمَانَ، قُلْتُ لِعَلِيٍّ: اعْتَزِلْ، فَلَوْ كُنْتَ فِي جُحْرٍ طُلِبْتَ حَتّٰى تُسْتَخْرَجَ، فَعَصَانِي، وَايْمُ اللهِ! لَيَتَأَمَّرَنَّ عَلَيْكُمْ مُعَاوِية، وَذٰلِکَ أَنَّ اللہ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ: {وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا}

ہم ابن عباس کہ پاس بیٹھے ہوئے تھے تو انھوں نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی بات بیان کرنے والا ہوں کہ جو نہ مخفی ہے اور نہ ظاہر، جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ ہوا تو میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہاں کہ اس معاملے سے دور رہے اگر آپ کسی بل میں بھی ہونگے تو آپ کو خلافت کے لیئے تلاش کر کے نکال لیا جائے گا لیکن انہوں نے میری بات نہیں مانی، پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اللہ کی قسم معاویہ ضرور تمہارے حکمران بنیں گے اسکی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿ وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ

سُلۡطَانًا فَلَا يُسۡرِف فِّي الۡقَتۡلِ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا ﴾ (الاسراء: 33)

اور جو شخص مظلوم قتل کر دیا جائے، ہم نے اسکے ولی کو اختیار دیا ہے، وہ قتل کرنے میں زیادتی نہ کرے، وہ ضرور مدد کیا جائے گا.

(المعجم الکبیر للطبرانی: 320/10، وسندہ حسن قال الشیخ امن پوری حفظہ اللہ تعالیٰ اسی طرح اس مفہوم کی روایت دوسری سند صحیح کے ساتھ مصنف عبد الرزاق کے اندر بھی موجود ہے دیکھیں المصنف حدیث نمبر: 20969)

اس سے ثابت ہوا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے وارث اور والی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔

اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا مطالبہ بھی یہی تھا جیسا خود انکی زبانی اقرار موجود ہے:

جاء أبو مسلم الخولاني وأناس معه إلى معاوية فقالوا له: أنت تنازع علياً أم أنت مثله؟ فقال معاوية: لا والله! إني لأعلم أن علياً أفضل مني، وإنه لأحق بالأمر مني، ولكن ألستم تعلمون أن عثمان قتل مظلوماً وأنا ابن عمه؟ وإنما أطلب بدم عثمان، فأتوه فقولوا له، فليدفع إلي قتلة عثمان، وأسلم له"

ابو مسلم الخولانی رحمۃ اللہ علیہ چند افراد کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جھگڑا کر رہے ہیں کیا آپ ان جیسے ہیں؟؟؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے اللہ کی قسم نہیں؛ یقینا میں جانتا ہوں علی رضی اللہ عنہ میرے سے افضل ہیں اور خلافت کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں؛ لیکن تم نہیں جانتے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو مظلومانہ انداز میں قتل کیا گیا ہے؟؟ میں ان کے چچا کا بیٹا ہوں میں تو صرف عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ کر رہا ہوں تم حضرت علی کے پاس جاؤ اور اسے کہہ دو کہ وہ قاتلین عثمان کو

میرے حوالے کر دیں میں اس کی اطاعت کروں گا۔

(ابن عساکر: 59 / 132 وذکرہ الذہبی فی السیر: ج4 ص300)

اس صحیح روایت پر غور کریں کس طرح امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صاف لفظوں میں کہہ رہے ہیں کہ وہ علی رضی اللہ عنہ سے افضل نہیں ہے اور نہ خلافت میں ان سے زیادہ حقدار ہیں بلکہ وہ صرف قاتلین عثمان سے قصاص چاہتے ہیں۔

اس صاف اور صریح بیان کے ہوتے ہوئے کیسے ممکن ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود کو خلافت کا سب سے زیادہ حقدار سمجھیں؟! لہذا ثابت ہوا کہ بخاری کی روایت میں انہوں نے جس معاملہ میں خود کو زیادہ حقدار کہا ہے وہ خلافت کا معاملہ نہیں بلکہ خون عثمان کے مطالبہ کا معاملہ ہے اور بے شک اس میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ حقدار ہیں اور جو لوگ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جملے میں مستعمل لفظ "اب" (باپ) کو حقیقی معنی میں لیتے اور معاملہ کو خلافت کا معاملہ مانتے ہیں اور اس جملہ سے مراد عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو سمجھتے ہیں وہ غور کریں کہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود کو علی رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ خلافت کا حقدار نہیں سمجھتے جو چوتھے خلیفہ ہیں تو بھلا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خود کو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے والد عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ خلافت کا حقدار کیسے سمجھ سکتے ہیں جو بالاتفاق دوسرے خلیفہ ہیں؟؟؟

اسی وجہ سے ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقيل أراد عمر وعرض بابنه عبد الله وفيه بعد لأن معاوية كان يبالغ في تعظيم عمر.

کہا گیا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مراد لیا اور ان کے بیٹے ابن عمر کی طرف اشارہ کیا اور یہ بہت بعید ہے کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بہت زیادہ تعظیم کرتے تھے۔

اسی طرح یہاں پر حسن رضی اللہ عنہ اور انکے والد علی رضی اللہ عنہ مراد لینا یہ بات بھی درست نہیں ہے کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ کا بھی احترام کرتے تھے اور انہیں خود سے افضل اور خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے تھے جیسا کہ صحیح روایت سے ثبوت پیش کیا گیا ہے اس لئے درست بات یہ ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہ عمر رضی اللہ عنہ کو مراد لیا ہے نہ علی رضی اللہ عنہ کو، بلکہ سرے سے حق خلافت کی بات ہی نہیں کی ہے بلکہ خون عثمان رضی اللہ عنہ کے مطالبہ کی بات کی ہے اور اس معاملہ میں بغیر کسی کی تعیین کے خود کو سب سے زیادہ حقدار کہا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہاں جو باپ کے جملے استعمال کیے گئے ہیں وہ حقیقی معنوں میں نہیں ہیں، یہاں سیاق سے یہی ظاہر ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے باپ کے حوالہ میں حقیقت مراد نہیں لی ہے بلکہ بطور مبالغہ یہ بات کہی ہے چنانچہ اہل عرب کبھی کبھی بات میں تاکید پیدا کرنے کے لئے بطور مبالغہ کسی شخص کا تذکرہ اس کے باپ کے ساتھ بھی کر دیتے تھے مثلا کہتے: فلاں افضل منک و من ابیک۔ یعنی فلاں تم سے اور تمہارے باپ سے بھی افضل ہے اور یہاں باپ سے موازنہ مقصود نہیں ہوتا تھا۔

اگر بالفرض یہاں "اب" کا حقیقی معنی مراد لیں تب بھی کوئی اشکال نہیں کیونکہ دم عثمان رضی اللہ عنہ کے سب سے زیادہ حقدار معاویہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

روایت میں موجود تابعی عالم حبیب بن سلمہ کے جملے اور انکا مقصد: سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حبیب بن سلمہ نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جواب نہ دینے کہ وجہ کیوں پوچھی جب کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ ان کی طرف نہیں تھا؟

جیسا کہ وضاحت کی جاچکی ہے کہ ممکن ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیان کے لہجہ میں معاملات میں عدم اتفاق کی طرف اشارہ ہو یعنی جو معاملات طیء ہوئے تھے یا طے نہ ہو سکے یا معاویہ رضی اللہ عنہ نے قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کا جو مطالبہ کیا تھا کہ، میں ہی اسکا سب سے زیادہ

حقدار ہوں، ابن عمر رضی اللہ عنہما، معاویہ رضی اللہ عنہ کی اس بات سے مطمئن نہیں تھے اس لئے حبیب نے یہی سمجھا کہ آپ کو جواب دینا چاہیے تھا نیز انہوں نے ان سے جواب نہ دینے کی وجہ پوچھی، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ سوال پوچھا جانا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اشارہ انہیں کی طرف تھا۔

اور رہا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا عدم اتفاق تو ممکن ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے معاملے میں بھی انہیں حضرات کو زیادہ حقدار سمجھتے ہوں جو اسلام لانے کے اعتبار سے پہلے ہوں لیکن جس انداز سے جواب ان کے ذہن میں آیا تھا اس سے لوگوں کو غلط فہمی ہو سکتی تھی اور لوگ کچھ ان کی منشا کے خلاف اور ہی مطلب اخذ کر سکتے تھے جس وجہ سے فتنہ پرور لوگ فتنہ برپا کر سکتے ہیں اس لئے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خاموشی اختیار کی جیسا کہ خود انہوں نے خاموشی اختیار کرنے کی وجہ بتاتے ہوئے کہا:

وَيُحْمَلُ عَنِّي غَيْرُ ذَلِكَ،

اور میری بات کا مطلب میرے مطلب کے خلاف نہ لیا جائے۔

معزز قارئین کرام!

افسوس کہ جس غلط فہمی اور فتنہ سے لوگوں کو بچانے کے لئے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب نہیں دیا آج جہلمی صاحب اور انکے حواری لوگ اسی غلط فہمی اور فتنہ میں مبتلا ہو رہے ہیں اور یہ لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ بھلا ابن عمر رضی اللہ عنہما کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنے والد کو ان سے زیادہ خلافت کا حقدار ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ کبھی بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ابن عمر رضی اللہ عنہما کے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اختلاف رہا ہی نہیں تھا۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما جواب دینے سے رک گئے اور وجہ یہ بتائی جو اوپر مذکور ہے یعنی لوگ غلط مفہوم نہ لے لیں پھر فرمایا اس جواب کے بجائے جس کی وجہ سے انتشار اور فتنہ ہو مجھے جنت

کی وہ نعمتیں یاد آ گئیں جو اللہ تعالیٰ نے (صبر کرنے والوں کے لیے) جنت میں تیار کر رکھی ہیں۔

حبیب ابن ابی مسلم نے کہا کہ اچھا ہوا آپ محفوظ رہے (یعنی لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کرنے سے بچ گئے) اور آپ بچا لیے گئے (یعنی مسلمانوں کے حالات خراب کرنے سے)۔

واللہ اعلم بالصواب۔

معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں بیان کردہ من گھڑت روایات اور انکی حقیقت

① جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو میرے ممبر پر دیکھو تو قتل کر دینا

تاریخ طبری کے حوالے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہوئے بعض دشمنان دین و صحابہ یہ جھوٹ پھیلاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نعوذباللہ "جب معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو"۔

بہت ساری کتب تاریخ اور جرح کی کتابوں کا حوالہ دے کر شیعہ اس روایت کو نقل کرتے ہیں حالانکہ وہاں پر رد بھی لکھا ہوا ہوتا ہے کہ اس روایت کا متن اس طرح سے ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم: اذا رایتم معاویۃ علی منبر فاقتلوہ

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "جب معاویہ رضی اللہ عنہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اسے قتل کر دینا" (تاريخ الطبري وغيره : ج10 ص58)

علماء و محدثین متفق ہیں کہ یہ روایت کسی بدبخت دشمن دین نے بنائی ہے ہم اس روایت کے بارے میں محدثین و محققین کا حکم پیش کرتے ہیں۔

(1) محدث ایوب السختیاني رحمۃ اللہ علیہ سے اس روایت کے بارے میں پوچھا گیا۔

حدثني سليمان بن حرب قال قيل لأيوب إن عمرو بن عبيد يقول عن الحسن إذا رأيتم معاوية على منبري فاقتلوه. فقال أيوب: كذب عمرو

السختیانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اس روایت میں موجود راوی عمرو نے جھوٹ بولا ہے۔

(ذکرہ ابن عدی فی الکامل (4/ 11)

(2) محدث امام العقیلي رحمۃ اللہ علیہ اس روایت پر تبصرہ کرتے ہیں:

ولا تصح من هذه المتون عن النبي عليه السلام شئ من وجه ثابت

ان متون (الفاظ) کا کوئی بھی حصہ ثابت سند سے رسول اللہ ﷺ سے صحیح نہیں ملتا۔

(الضعفاء الکبیر /1/ 259)

(3) امام اہل سنت ابن قیسرانی رحمۃ اللہ علیہ اس کی اسناد پر بحث فرماتے ہیں۔

ایک سند کے بارے لکھتے ہیں جس میں حکم بن ظہیر ہیں:

والحکم هذا يضع الحديث

یہ راوی حکم حدیثیں گھڑتا تھا۔

دوسری سند پر بحث کرتے فرماتے ہیں جس میں عباد بن یعقوب الرواجنی ہے کہتے ہیں کہ عباد نے اس روایت کو حکم سے چوری کیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

عباد هذا من غلاة الروافض ويروي المناكير عن المشاهير فاستحق الترك

یہ (راوی) عباد غالی روافض میں سے تھا اور مشاہیر سے منکر روایت بیان کرتا تھا لہذا وہ ترک کا مستحق ہے۔ اس روایت پر بحث کرتے آگے فرماتے ہیں یہ حدیث راجع ہے (یعنی تمام اسناد کا مدار) حکم پر ہے (وھو کذاب) وہ انتہائی درجے کا جھوٹا راوی تھا۔

اسی طرح آگے لکھتے ہیں کہ علامہ ابو القاسم الاسماعیلی رحمۃ اللہ علیہ پر جب یہ حدیث پڑھی گئی تو آپ نے فرمایا:

معاذ الله ان الامة خالفت امر نبيها صلى الله عليه واله و سلم على ان الحديث موضوع مطروح.

اللہ کی پناہ، کیا پوری امت (اہل بیت، حسنین کریمین اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سب) نے نبی ﷺ کے حکم کی نافرمانی کر دی!! (یعنی معاویہ رضی اللہ عنہ کو ممبر رسول کا وارث بنا دیا؟)

فرماتے ہیں بے شک یہ حدیث من گھڑت اور پھینکے جانے کے لائق ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ: ص34/35)

(4)علامہ ابن الجوزي رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هذا الحديث لا يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ثابت نہیں ہے۔ اور انہوں نے اس روایت کو موضوعات یعنی من گھڑت اور جھوٹی روایات میں شمار کیا ہے۔

(الموضوعات لابن الجوزی: ج 2ص 26)

(5)علامہ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وهذه الأسانيد كلها فيها مقال

اس روایت کی تمام اسناد میں کلام ہے۔ (تاریخ دمشق (59/ 157)

(6) شیخ الاسلام محدث ابو العباس ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وهذا الحديث ليس في شيء من كتب الإسلام وهوعند الحفاظ كذب وذكره ابن الجوزي في الموضوعات

یہ حدیث معتبر کتب اسلام کے اندر موجود نہیں حفاظ حدیث کے ہاں یہ جھوٹ ہے اور ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے موضوعات میں ذکر کیا ہے۔(منهاج السنة النبوية (2/ 259)

(7)علامہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس پر تفصیلی بحث فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں:

وهذا الحديث كذب بلا شك

یہ حدیث جھوٹ ہے بغیر کسی شک کے۔ (البداية والنهاية 8/ 141)

(8)علامہ مؤرخ تدمری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اس میں مجالد ضعیف راوی ہے۔

(ج4ص313 تاریخ الاسلام للتدمری)

(9) محدث ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس کی سند میں حکم بن ظہیر نام کا راوی ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گالیاں دینے والا ہے اور ثقہ راویوں سے گھڑی ہوئی چیزیں بیان کرتا ہے۔ (المجروحین:1/304)

(10) إمام المحدثین بخاري رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے طرق کو مجروح ثابت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هذه الأحاديث ان ليس لها أصول، ولا يثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم خبر على هذا النحو فى احدٍ من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم.

بے شک ان احادیث کی کوئی اصل نہیں ہے اس طرح کی کوئی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایک صحابی کی بارے میں ثابت شدہ نہیں ہے۔ (التاريخ الأوسط 1/ 136)

(11) شیخ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ اس پر تفصیلی کلام کرتے ہیں اور اسے موضوع قرار دیتے ہیں۔ (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة:4930)

ان کے علاوہ بے شمار اہل علم نے اس روایت کو جھوٹا اور من گھڑت قرار دیا ہے۔ اس لئے کسی مسلمان کے لئے لائق نہیں کہ اس جھوٹی بات کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرے اور صحابہ کے خلاف طعن کرے۔

ایک روایت میں (فاقتلوہ، اسے قتل کر دینا) کی جگہ (فارجموہ، اسے رجم کرنا) یہ الفاظ بھی ملتے ہیں لیکن یہ بھی جھوٹ ہے دیکھیں۔ (موضوعات ابن الجوزی : ج 2 ص 25)

نوٹ: اس روایت کے جھوٹے ہونے پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کو ممبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دیکھ کر تمام صحابہ اور اہل بیت رضی اللہ عنہم خاموش کیوں رہے؟؟ یعنی پوری امت نے حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر دی، معاذ اللہ۔

اور یہ بات ناممکن ہے۔

② معاویہ و عمرو رضی اللہ عنہما کے لیے فتنہ اور عذاب کی بد دعا

دشمنان دین موضوع روایت پیش کرتے ہیں۔

عن ابن عباس ان النبي (صلى الله عليه و سلم) سمع صوت رجلين وهم يتغنيان فسأل عنهما فقيل له: معاوية وعمرو بن العاص , فقال: اللهم اركسهما في الفتنة ركساً ودعهما الى النار دعاً

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے دو شخصوں کا آواز سنا اور وہ گا رہے تھے آپ علیہ السلام نے ان کے بارے میں پوچھا تو کہا گیا یہ معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما ہیں۔ پھر نبی علیہ السلام نے کہا: اے اللہ انہیں فتنہ میں مبتلا کرنا اور انہیں جہنم کی طرف سخت دھکیلنا۔

(ذکرہ الهیثمی فی مجمع الزوائد 8 / 121 و رواہ الطبرانی واخرجہ احمد وغیرہ)

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: رواه الطبراني وفيه عيسى بن سوادة النخعي كذاب

اس روایت کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں اور اس میں عیسی بن سوادہ نخعی راوی ہے وہ سخت ترین جھوٹا ہے۔

ابن جوزی الموضوعات میں اس روایت کو ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

هذا حديث لا يصح

یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ آگے فرماتے ہیں:

اس روایت (کی ایک سند) کے اندر یزید بن ابی زیاد ہے وہ آخری عمر میں تلقین قبول کرتا تھا، اس کے بارے میں علی بن مدینی فرماتے ہیں اس کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جا

سکتی، ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس کو پھینکو (یعنی روایت رد کر دو) ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی تمام روایات کو متابعت میں بھی نہیں لایا جاسکتا۔

(الموضوعات ابن الجوزی: ج2 ص28)

ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لما كبر ساء حفظه فكان يتلقن ما لقن فوقع المناكير في حديثه من تلقين غيره اياه.

اس روایت کے اندر موجود راوی یزید جب بوڑھا ہو گیا حدیث میں لقمہ دینے والے کی تلقین قبول کرتا تھا تو اس کی روایت کے اندر منکر روایات آگئیں دیگر کی تلقین کو قبول کرنے کی وجہ سے۔ (کتاب المجروحین: ج3 ص100)

امام ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ الضعفاء میں اس روایت کو ذکر کرتے ہیں، شعیب بن ابراہیم کوفی راوی کے ترجمے میں اور اس راوی پر ضعف کا حکم لگاتے ہیں۔ (الضعفاء: ج5 ص6)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: هذا حديث منكر۔

یہ حدیث منکر ہے۔ (السیر: ج6 ص278)

امام البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت منکر ہے۔ (الضعیفة: 6557)